

100 قرآن مجید کے 288 اوراق کا مجموعہ

انبیاء و اولیاء کے اختیارات اسکالائی تصور

پروفیسر اور صاحبِ قلم

تحریک مطالعہ قرآن

100 قرآن مجید 288 احادیث کریمہ

انبیاء و اولیاء کے اختیارات اسلامی تصور

از
پروفیسر احمد رضا خان
گورنمنٹ کالج آف ٹیکسٹ لوی لاہور

زیر اہتمام

تحریک مطالعہ قرآن

المركز الاسلامی والٹن روڈ لاہور

0322-4280455

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جملہ حقوق بحق مصنف و تخریک مطالعہ قرآن محفوظ ہیں

نام کتاب : انبیاء و اولیاء کے اختیارات کا اسلامی تصور

کاوش : پروفیسر احمد رضا خاں

مطبع : جے ایم آرٹ پریس، اردو بازار لاہور

اشاعت : دوم تعداد: 1000

قیمت : 240 روپے جولائی 2012ء

ملنے کے پتے

☆ جامعہ مرکز الاسلامی بین النین روڈ لاہور کینٹ، 0322-4677266

☆ فیضی کتب خانہ، الحمد مارکیٹ غزنی سٹریٹ 40 اردو بازار لاہور

042-37248927

☆ مجمع بخش کتب مارکیٹ نزد دربار داہا صاحب لاہور

حسن ترتیب

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
15	انتساب	1
16	پیش لفظ	2
19	اللہ تعالیٰ محبوب بندوں کی مرضی پوری فرماتا ہے	
21	قرآن مجید کیا کہتا ہے؟	پہلا باب
21	کھاد و مہینہ میں دنیا بھر کی نعمتوں کی وجہ کیا ہے؟	5
22	حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو چاہا، اللہ تعالیٰ نے عطا فرمادیا	6
23	فوراً سامری کی زبان پر سزا کا جملہ جاری ہو گیا	7
23	حضرت زکریا علیہ السلام کی مرضی ہمیشہ پوری ہوئی	8
24	خدا چاہتا ہے رضا و محمد علیہ السلام	9
24	اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب ﷺ کی سفارش کتنی پسند ہے	10
26	حضور ﷺ نے تین ہزار فرشتوں کی مدد و طلب کی	11
26	اور اللہ تعالیٰ نے پانچ ہزار فرشتے بھیج دیئے	12
27	محبوب خدا ﷺ کی رضا و مرضی	دوسرا باب
27	ہمارے نبی کی زبان سے رب تعالیٰ کا فیصلہ جاری ہوتا ہے	14
28	اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کی مرضی پوری فرماتا ہے	15

4		انبیاء و اولیاء کے اختیارات کا اسلامی تصور
16	چلتے بچھا دیئے ہیں، روتے نہا دیئے ہیں	29
17	آپ سردی میں ہار یک اور گرمی میں مونا لباس کیوں پہنتے تھے؟	31
18	ایسی شدید سردی کے موسم میں پگھلا جھلنا	32
19	اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کبھی بھوک نہیں لگی	32
20	چودانوے سال کی عمر میں تندرستی کا راز	33
21	ایک سو بیس سال کی عمر میں سیاہ بالوں کا راز	33
22	اللہ تعالیٰ اپنے فرماں برداروں کی بات مان لیتا ہے	34
23	وسب مصطفیٰ ﷺ کا اعجاز	34
24	اس کو نمیں کا پانی کیسے خشک ہو سکتا ہے	35
25	دوڑ میں کریدتے اور پانی نکل آتا تھا	36
26	وسیع رزق اور دواع مصطفیٰ ﷺ	36
27	کثرتِ اولاد اور دواع مصطفیٰ ﷺ	37
28	”اس کے بعد میں کبھی گھوڑے سے نہیں گرا“	37
29	حضرت سلمان فارسی ؓ کا اتنا قرضہ کیسے ادا ہوا؟	38
30	حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے پختہ یقین کی وجہ؟	39
31	ہر مسلمان حضرت ابو ہریرہ ؓ سے کیوں محبت کرتا ہے؟	40
32	”کاش وہ مرنے والا میں ہوتا“	42
33	میدانِ محشر اور محبوبِ خدا ﷺ کی رضا و مرضی	42

5		انبیاء و اولیاء کے اختیارات کا اسلامی تصور
34	گستاخانہ مصطفیٰ کا انجام پڑھے اور عبرت حاصل کیجیے	46
تیسرا باب	اولیاءِ کرام ؓ کی رضا و مرضی	51
36	حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی رضا و مرضی	53
37	حضرت عمر ؓ کا مقام و جاہت و قبولیت	54
38	بخاری کی نعمت اور نیکی کا جذبہ	58
39	شراب سے شہد کیسے بنا؟	58
40	وفا کرتے ہی وصال ہو گیا	58
41	یا خدا! ہمیں بھی ایسی موت نصیب فرما، آمین۔	59
42	کاش ہم پر بھی ہو جائے ایسا کرم یا خدا!	59
43	یومِ محشر اور اولیاءِ کرام کی رضا و مرضی	60
44	اللہ تعالیٰ خوش نصیبوں کو کیسے راضی فرمائے گا	61
45	گستاخانہ اولیاء کا انجام پڑھے اور عبرت حاصل کیجیے	63
47	فرشتوں کا لکھنا..... اللہ تعالیٰ کا لکھنا ہے	73
48	حضرت جبرائیل ؑ کا نازل کرنا..... اللہ تعالیٰ کا نازل کرنا ہے	74
49	حضرت جبرائیل ؑ کا پڑھنا..... اللہ تعالیٰ کا پڑھنا ہے	74
50	فرشتوں کا نکل کر سنانا..... اللہ تعالیٰ کا نکل کر سنانا ہے	75
51	فرشتوں کا خوش خبری دینا..... اللہ تعالیٰ کا خوش خبری دینا ہے	75

انبیاء و اولیاء کے اختیارات کا اسلامی تصور		6
52	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اختیار اللہ تعالیٰ کے اذن و اجازت سے تھا	76
53	حضور ﷺ کا کلام..... اللہ تعالیٰ کا کلام ہے	76
54	آپ ﷺ کا کفار پر مٹی پھینکا..... اللہ تعالیٰ کا پھینکا ہے	76
55	آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت..... اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت ہے	77
56	آپ ﷺ کا سر کوٹی کرنا..... اللہ تعالیٰ کا سر کوٹی کرنا ہے	77
57	حضور ﷺ کا کام..... اللہ تعالیٰ کا کام ہے	77
58	اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کا تصرف و اختیار	79
59	قرآن حکیم کیا کہتا ہے؟	81
60	فرشتے اسودہ کائنات کا انتظام کرتے ہیں	81
61	حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہا نرم ہو جاتا تھا	84
62	حضرت سلیمان علیہ السلام کے اختیارات	84
63	حضرت ذوالقرنین کے تصرف و اختیار کا بیان	85
64	کس کی طاقت زیادہ تھی..... جن کی یاہولی کی؟	86
65	یہ واقعہ اولیاء کرام کے تصرف و اختیار کی واضح دلیل ہے	86
66	اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تصرف کرنے کا حکم	89
67	حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو فرمایا، پورا ہوا	89
68	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کیسا مشکل کشا اور حاجت روا بنایا گیا	89
69	نبی رب تعالیٰ کا ہا اختیار نہ دیا ہوتا ہے	91

انبیاء و اولیاء کے اختیارات کا اسلامی تصور		7
70	سردار انبیاء علیہم السلام کا تصرف بھی اختیار ملاحظہ ہو	92
71	مومنوں کے مالک ہیں رسول عربی ﷺ	92
72	تاجدار کائنات ﷺ کے اختیار کا واضح اعلان	93
73	جو آپ ﷺ کو دل و جان سے حاکم نہ مانے.....	93
74	سرکار ﷺ بلائیں تو سب کام چھوڑ کر حاضر ہونا ضروری ہے	94
75	دوسرا باب	97
76	آئے سورج اٹھ رہا	97
77	کیا اشارے سے پہلے تھا کھلونا لور کا	97
78	اور مسکا کلیجہ چڑ گیا	98
79	آپ ﷺ ہاتھ ہلاتے کئے بادل پھٹتے چلے گئے	98
80	پہاڑوں پر بھی سرکار ﷺ کا حکم چلتا ہے	99
81	درختوں پر بھی حضور ﷺ کا حکم چلتا ہے	101
82	نورانی ہاتھ لگتے ہی شاخ جھگڑنے لگی	106
83	یہ بھی حضور ﷺ کے نورانی ہاتھ کا اعجاز ہے	106
84	شمنی تگوار کیسے بن گئی؟	107
85	جانور بھی آپ ﷺ کا حکم مانتے ہیں	108
86	دستِ مصطفیٰ ﷺ کا یہ تصرف بھی ملاحظہ ہو	110
87	فرشتے بھی سرکار ﷺ کا حکم مانتے ہیں	118

انبیاء و اولیاء کے اختیارات کا اسلامی تصور		8
88	آپ ﷺ کو شیطان پر بھی غلبہ و اختیار حاصل ہے	120
تیسرا باب	حضور ﷺ تمام نعمتوں کے مالک و مختار ہیں	123
90	ساری زمین کے خزانے آپ ﷺ کے قبضہ و اختیار میں ہیں	123
91	جنت اور اس کی نعمتیں بھی آپ ﷺ کے اختیار میں ہیں	125
92	خوشیا کوثر آپ ﷺ کی ملکیت ہے	125
93	نہر کوثر بھی آپ ﷺ کی ملکیت ہے	126
94	تمام نعمتیں حضور ﷺ کے ہاتھ سے تقسیم ہوتی ہیں	126
95	نعمتیں باعشا جس سمت دھڑکی شان گیا	128
96	آخرت کی عزت بھی آپ ﷺ کے اختیار میں ہے	130
97	آپ ﷺ جنت کا چشمہ بھی عطا فرماتے ہیں	130
98	حضور ﷺ نے حضرت عثمان ؓ کو دو بار جنت عطا فرمائی	131
99	اپنے خدمت گار کو جنت کی رفاقت بھی عطا فرمائی	131
100	جنت کی ضمانت دینا اختیار کی واضح دلیل ہے	133
101	جنت میں بغیر حساب داخلہ بھی حضور ﷺ کے اختیار میں ہے	133
102	حضرت موسیٰ ؑ نے بھی بڑھیا کو جنت عطا فرمائی تھی	134
چوتھا باب	موت و حیات کے انتخاب کا اختیار	137
104	ہر نبی کو موت کے بارے میں اختیار دیا جاتا ہے	137
105	حضرت موسیٰ ؑ کے لیے ہزاروں سال جینے کا اختیار	138

انبیاء و اولیاء کے اختیارات کا اسلامی تصور		9
106	اور حضور ﷺ کو بھی یہ اختیار دیا گیا	139
پانچواں باب	اولیاء کرام ؑ کا تعریف و اختیار	143
108	حضرت حضرت ؑ نے ہاتھ لگایا اور دیوار سیدھی کر دی	143
109	فرشتوں کا تعریف و اختیار	143
110	صحابہ کرام اور اولیاء عظام کا تعریف و اختیار	144
111	حضرت عمر ؓ نے طاقت ورجن کو بچھاڑ دیا	144
112	حضرت عمار ؓ نے شیطان کو زیر کر لیا	145
113	اللہ والے بڑوں نہیں ہوتے	146
114	حضرت فاروق اعظم ؓ کا تعریف و ملاحظہ ہو	146
115	حکم ملتے ہی زمین ساکن ہو گئی	146
116	آپ ﷺ نے جو فرمایا، پورا ہو کر رہا	147
117	حضرت عمر ؓ کے تعریف کے مزید واقعات	148
118	حضرت علی ؓ نے اشارہ کیا اور سیلاب سے نجات دے دی	150
119	اللہ والوں کے نعرے کی بات ہی کچھ اور ہے	150
200	درندے بھی غلامانِ مصطفیٰ کا حکم مانتے ہیں	150
201	اللہ والوں کے تعریف کی نرالی جھلک	151
202	حضرت سلمان فارسی ؓ کا قولِ فیصل	154
203	حضرت ابراہیم بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ کا بیان	155

157	انجیاء و اولیاء ہمارے مددگار ہیں	157
159	قرآن پاک کیا کہتا ہے؟	159
159	قلم جہانوں پر حضور ﷺ کی رحمت کا سایہ ہے	206
159	حضور ﷺ اپنے غلاموں پر بہت رحم فرمانے والے ہیں	207
159	آپ ﷺ مسلمانوں کی مشکلیں آسان فرمانے والے ہیں	208
160	مسلمانوں پر آپ ﷺ کی خاص رحمت و شفقت	209
160	اللہ تعالیٰ بھی غمی کرتا ہے اور رسول ﷺ بھی	210
160	اللہ تعالیٰ بھی عطا فرماتا ہے اور اس کا رسول ﷺ بھی	211
161	اللہ تعالیٰ بھی انعام فرماتا ہے اور حضور ﷺ بھی	212
161	حضرت عیسیٰ ﷺ بھی لوگوں کے لیے رحمت ہیں	213
161	آپ ﷺ کیسے مشکل کشا حاجت روا اور شفا بخش ہیں	214
162	فرشتے ہماری حفاظت کرتے ہیں	215
162	فرشتے اہل زمین کی بخشش مانگتے ہیں	216
162	فرشتے مومنوں کی صلاح و بخشش کے لیے کیسے کوشاں ہیں	217
163	قیامت کے دن متقین باہم دوست ہوں گے	218
163	قیامت کے دن صالح مومنین کام آئیں گے	219
164	سلامت دل والے کو مال بھی نفع دے گا اور اولاد بھی	220
165	والدین اور اولاد کو ایک دوسرے سے فائدہ حاصل ہوگا	221

167	محبوبانِ خدا دنیا میں بھی مدد فرماتے ہیں	دوسرا باب
167	مشکل جو آن پڑی..... تیرے در سے ہے نلی	223
168	یہ تیرے کمال نہیں، ہاتھ کا اعجاز ہے	224
170	دستِ مصطفیٰ کی مسیحا دیکھیے	225
173	جس کو چاہا مسیحا کر دیا	226
174	چہرے کو چراغ بنا دیا	227
175	چہرے کو آئینہ بنا دیا	228
175	شاہزادوں پر کرم کی بارش	229
176	اور حضور ﷺ نے حافظہ عطا فرما دیا	230
177	بے سہاروں کا سہارا، ہمارا نبی ﷺ	231
178	حضور ﷺ کو دور سے بھی مدد کے لیے پکارنا جائز ہے	232
178	پیارے صحابی ﷺ کا پیارا عقیدہ	233
179	ہار کا مصطفیٰ ﷺ میں جانور بھی فریاد کرتے ہیں	234
181	محبوبانِ خدا اوصال کے بعد بھی مدد فرماتے ہیں	تیسرا باب
181	سارے سوئی کے حوالے سے ایک مخالف اور اس کی وضاحت	236
198	بوقبہ مشکل صحابہ نے پکارا..... یا محمد (ﷺ)!	237
198	امام بخاری اور دیگر بزرگوں کا عقیدہ	238
200	حافظ ابن کثیر کی شہادت	239

240	نہد یا محمد کے بارے میں اشرف علی تھانوی کا بیان	200
241	حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا استفاضہ	201
242	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی فریاد	202
243	حاجی امدا اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ کی فریاد	202
244	نہد کے بارے میں حاجی صاحب کی تلقین	203
245	استاذ علیک یا رسول اللہ اور حاجی صاحب کا عقیدہ	203
246	حسین احمد نادر دی کا بیان	203
247	تھانوی صاحب کا رائے..... امداد کن یا رسول اللہ	204
248	غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن بھوپالی کی فریاد	204
249	حافظ ابن قیم اور اسماعیل دہلوی کا بیان	205
250	قبولیت کی کنجی..... آپ ﷺ کا وسیلہ	207
251	ظفر احمد عثمانی، مفتی محمد شفیع اور سر فراز صفدر کے بیانات	208
252	مزید واقعات	210
چوتھا باب	کیا آخرت میں کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا؟	215
254	ہمارے آخرت کے سہارے یہ بھی ہیں	215
255	فرشتوں کا مدد کرنا	216
256	انبیاء و اولیاء آخرت میں ہمارے کام آئیں گے	218
257	ہمارے سرکار ﷺ قبر میں بھی کام آتے ہیں	221

258	شفاعت بھی مدد ہی تو ہے	223
259	سفارش کا دروازہ آپ ﷺ کے سوا کوئی نہیں کھولے گا	223
260	خوش نصیب مومن..... بد نصیب کافر	224
261	گناہ گاروں کا سہارا ہمارا نبی (ﷺ)	224
262	کاش موت مدینہ میں عطا ہو	225
263	مدینے کے کانٹے بھی پھول ہیں	225
264	اے گنبدِ خضر کے زائر! عجب تیرا مقدر	225
265	تابع شفاعت کس کس کے سر پہ گئے گا؟	226
266	حافظ قرآن بھی کام آئے گا	226
267	اللہ والے اپنے خدمت گاروں کو بھی بخشوا لیں گے	227
268	مومنوں کی سفارش سے مرنے والا بخشا جاتا ہے	227
269	حضرت انس رضی اللہ عنہ کا عقیدہ	227
270	حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا عقیدہ	228
271	حضور ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جنت عطا فرمادی	228
272	جنت تو ایک طرف اپنی رفاقت بھی عطا فرمادی	229
273	نبی اسرائیل کی بڑھیا اور حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ کا اختیار	230
274	مزید احادیث مبارکہ	233
275	اللہ تعالیٰ بھی انعام فرماتا ہے اور حضور ﷺ بھی	233
276	اللہ تعالیٰ بھی احسان فرماتا ہے اور حضور ﷺ بھی	234

277	اللہ تعالیٰ بھی مددگار ہے اور حضور ﷺ بھی	235
278	اللہ تعالیٰ کافی ہے اور اس کا رسول ﷺ	235
279	حضرت جبریل اور دیگر فرشتے بھی مدد کرتے ہیں	236
280	حضرت علیؓ بھی ہمارے مددگار ہیں	236
281	اللہ والے کیا کیا نعمتیں عطا فرماتے ہیں؟	237
282	محبوب الیہ خدا مخلوق خدا کے حاجت روا ہوتے ہیں	238
283	امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ و عمل	238
284	اولیاء کرام کو مدد کے لیے پکارنا شرک نہیں	239
285	مسئلہ استعانت	241
286	تحت الاسباب اور فوق الاسباب کا مفاہظہ اور اس کی وضاحت	243
287	چند اہم سوالات	248
288	حاصلی کلام	249
289	خبردار..... ہوشیار	251
290	تعارف تحریک مطالعہ قرآن	253

اطلاع

اس ایڈیشن کی جملہ آمدن مستطاف تحریک مطالعہ قرآن کے لیے وقف ہے۔
 قرآنی تعلیمات عام کرنے کا ذوق و احساس رکھنے والے احباب
 اپنے پیاروں کو ایصال ثواب کرنے کے لیے مفت تقسیم
 کرنا چاہیں تو خاص رعایت کے لیے رابطہ کریں۔



مَوْلَايَ حَلِيٍّ وَمَسْلَمٍ ذَالِمًا أَبَدًا
 عَلَى خَيْبِكَ خَيْرُ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ
 مَعْمَدٌ مَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالْقَلْبَيْنِ
 وَالْقَرْنَيْنِ مِنْ غُرَبٍ وَمِنْ عَجَمٍ
 فَإِنَّ مِنْ جُودِكَ الدُّنْيَا وَطَرَقَهَا
 وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمُ السُّوْحِ وَالْقَلَمِ

انتساب

حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے نام کہ انہوں نے
 حضور قاسم نعمت ﷺ سے جنت میں بغیر حساب داخل ہونے والوں کی تعداد میں
 اضافے کا سوال کر کے اور.....

حضرت سیدنا ربیعہ بن کعب اسلمیؓ کے نام کہ انہوں نے
 آپ ﷺ سے جنت کی رفاقت مانگ کر.....
 اپنا عقیدہ واضح کر دیا کہ
 دنیا تو کیا آخرت کی نعمتیں بھی آپ ﷺ کے قبضہ و اختیار میں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب یعنی اسباب کا پیدا کرنے والا ہے مگر اسباب کا محتاج نہیں۔ وہ کوئی بھی کام بغیر اسباب کے سرانجام دینے پر قادر ہے مگر یہ اس کی مشیت و حکمت ہے کہ اس نے کائنات کا نظام اسباب کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ اس نے اسباب میں تاثیر رکھ کر ہمیں شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے اسباب کو اختیار کرنے کی تلقین کی ہے۔ کائنات کے کارخانے میں اسباب کا یہ نظام اس قدر پھیلا ہوا ہے کہ کوئی بھی انسان اسباب اختیار کیے بغیر زندگی نہیں گزار سکتا۔ کوئی انسان کیسے ہی خود اراد اور بے نیاز مزاج کا حامل ہو، اسے اسباب کا سہارا ضرور لینا پڑتا ہے۔ قدم قدم پر اسے جسم و جان کا رشتہ برقرار رکھنے اور اپنی مادی اور روحانی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے دوسروں کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔ دوسرے انسان اس کی ضرورتیں پوری کرنے سے ہاتھ کھینچ لیں تو اس کا جینا دو بھر ہو جائے۔

الفرض اسباب اختیار کرنا، وسائل کا سہارا لینا اور ذرائع کی مدد حاصل کرنا انسانی ضرورت ہے۔ اس ضرورت کا انکار کرنا حماقت و جہالت کے سوا کچھ نہیں۔

اسباب و وسائل کا معاملہ عام افراد و اشیاء تک محدود نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب و مقرب بندوں کو بھی سبب اور وسیلہ و ذریعہ بنایا ہے۔ ان محبوب بندوں کے ذریعے دنیا و آخرت کے امور میں مخلوق خدا کی ضرورتیں پوری، مشکلیں آسان اور حاجتیں روا ہوتی ہیں۔

دو بلا شہ جسے چاہے دنیا و آخرت کی نعمتیں عطا فرمائے۔ کوئی اس کا مقابل نہیں جو اسے روکے مگر وہ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ حاجت مند اور مشکلات میں گھرے لوگ اس کے محبوب بندوں کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط کریں اور ان کے ذریعہ وسیلہ سے ان کی مشکلیں آسان اور حاجتیں پوری ہوں اور یوں اس کی بارگاہ اقدس میں ان محبوبان الہی کا مقام، قرب و قبولیت بھی واضح ہو اور مخلوق ان کی احسان مند بھی رہے۔

بات بہت سادہ اور بہت آسان ہے۔ صدیوں سے اہل اسلام اللہ تعالیٰ کا قرب و قبولیت حاصل کرنے اور اپنی، دنیوی اور اخروی حاجات و مشکلات کے حل اور آسانی کے لیے اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں سے توسل کرتے رہے ہیں مگر پھر ایک ایسا دور بھی آیا کہ توحید کے نام پر اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کے مقام و مرتبہ، علم و مشاہدہ اور ان کے تصرف و اختیار پر طعن و تنقید کا باقاعدہ آغاز ہو گیا۔

دیکھتے ہی دیکھتے اس مہم نے بہت بھیا تک اور منظم تحریک کی شکل اختیار کر لی۔ کتابیں لکھی جانے لگیں اور مدرسے قائم ہونے لگے۔ محبوبان الہی کی تنقیدیں کی گئی اور ستم ظریفی کی انتہا کا اسے توحید اور اس کا تقاضا قرار دیا گیا۔

تحریر ہو یا تقریر، محبوبان الہی کو عاجز و مجبور اور لاچار و بے بس ثابت کرنے کے لیے ان قرآنی بات کا سہارا لیا گیا جن میں بتوں کا بے کار و بے بس ہونا بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح بتوں کے بارے میں مشرکوں کے عقائد و نظریات کی، اسلئے کو نظر انداز کر کے اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے ساتھ محبت و عقیدت رکھنے، ان کا ادب و احترام کرنے، ان کے تصرف و اختیار کا عقیدہ رکھنے، انہیں اپنا شفیع و مددگار سمجھنے اور ان سے توسل کرنے والے کثیر التعداد مسلمانوں کو مشرک قرار دے دیا گیا حالانکہ کون نہیں جانتا کہ مشرکین تو بتوں کو اپنا الہ (خدا) سمجھتے تھے اور الہ سمجھتے ہوئے ان سے محبت و عقیدت کے یہ رویے

اختیار کرتے تھے جب کہ کوئی جاہل سے جاہل مسلمان بھی محبوبانِ الہی کو الہ نہیں مانتا۔

بلادِ عرب کے دیکھا دیکھی بزمِ صغیر پاک و ہند میں جس غیر مقلد فتویٰ بازی کا آغاز ہوا تھا وہ نہ صرف تاحال جاری ہے بلکہ اس میں بہت تیزی آگئی ہے اور اس کے رُکنے، جھمنے کا دور دور تک کوئی نشان و امکان نظر نہیں آتا۔ کاش صدیوں کی اسلامی تاریخ کو سامنے رکھتے ہوئے یہ سوچ لیا جاتا کہ اس روش کے کیا بھیا تک نتائج ہوں گے اور صحابہ کرام ؓ سے لے کر اب تک کون کون اس سنگ باری کا نشانہ بنے گا (الغیاذ باللہ)۔

حقیقت کی وضاحت کیلئے متعدد کتب دستیاب ہیں تاہم ایسی کتب کی تعداد بہت کم ہے جن میں نہایت آسان انداز میں قرآن و حدیث کا ایسا کثیر ذخیرہ ایک جگہ جمع کیا گیا ہو۔ زیرِ نظر کتاب میں 100 قرآنی آیات و نجات، 288 احادیث مبارکہ اور متعدد واقعات و عبارات کے ذریعے نفسِ مسئلہ کی وضاحت کی گئی ہے۔

عربی عبارات درست پڑھنے اور یاد کرنے میں آسانی پیدا کرنے کے لیے تمام عربی عبارات پر مکمل اعراب لگائے گئے ہیں۔

طویل تہموں کی ضرورت دلچسپ اور جامع عنوانات کے ذریعے پوری کی گئی ہے۔
میں آخر میں اُن کرم فرماؤں کا حیرتِ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے نہایت قیمتی علمی مشوروں سے نوازا۔ تحریکِ مطالعہ قرآن کے اُن تمام ساتھیوں کی کوششیں بھی قابلِ تحسین ہیں جنہوں نے اس سیتِ دیگر کتب کی طباعت و اشاعت کے لیے مالی وسائل کی فراہمی میں بھرپور حصہ لیا۔

راقم الحروف دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کی اس کوشش کو اپنی بارگاہِ اقدس میں قبول فرمائے، ہماری غلطیوں سے درگزر فرمائے اور اسے افادۂ عام کا ذریعہ بنائے، آمین
بجاء سید المرسلین ؐ
احمد رضا خاں عفی عنہ

پہلا حصہ

اللہ تعالیٰ

اپنے محبوب بندوں کی

مرضی پوری فرماتا ہے

پہلا باب

قرآن کیا کہتا ہے؟

مکہ اور مدینہ میں دنیا بھر کی نعمتوں کا پس منظر کیا ہے؟

1- وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُمْ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ﴿سورة البقرة: 126﴾
 ”اور جب عرض کی حضرت ابراہیم ؑ نے کہ اے میرے رب اس شہر کو امن والا کر دے اور اس کے رہنے والوں کو طرح طرح کے پھلوں سے روزی دے جو ان میں سے اللہ تعالیٰ اور پچھلے دن پر ایمان لائیں“

مسلم شریف کی حدیث پاک میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

1-..... إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ بَيْتَ اللَّهِ وَآمِنَةً وَإِنِّي حَرَّمْتُ الْمَدِينَةَ مَا بَيْنَ لَهَا بَيْنُهَا لَا يُقْطَعُ عِصَا هَمَاءَ وَلَا يُصَادُ صَيْدُهَا.....

”بے شک حضرت ابراہیم ؑ نے بیت اللہ کو حرم بنا دیا اور اس والا کر دیا اور میں نے مدینہ

طیبہ کو حرم بنا دیا کہ اس کے خاردار درخت بھی نہ کاٹنے جائیں اور اس کے جانور بھی شکار نہ کیے جائیں“

مزید وضاحت: بخاری و مسلم میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

2-..... إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَدَعَا لِأَهْلِهَا وَإِنِّي حَرَّمْتُ الْمَدِينَةَ كَمَا

حَرَّمْتُ مَكَّةَ وَإِنِّي دَعَوْتُ فِي صَاعِهَا وَمِلْحَتِهَا بِمَنْعَتِي

فَمَا دَعَا بِهِ إِبْرَاهِيمُ لِأَهْلِهِ مَكَّةَ

”بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ (مکرمہ) کو حرم بنا دیا اور اہل مکہ کے لیے دعا کی اور بے شک میں نے مدینہ طیبہ کو حرم کر دیا جس طرح انہوں نے مکہ مکرمہ کو حرم کیا اور میں نے اس کے پنانوں (صاع اور غنہ) میں اس سے دوئی برکت کی دعا کی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اہل مکہ کے لیے کی تھی“

﴿بخاری کتاب فضائل ص 01 ج 253، مسلم کتاب الحج باب فضل

المدینہ ص 01 ج 440، مجمع الزوائد ج 03 ص 305﴾

جہاں ان احادیث مبارکہ سے یہ واضح ہوا کہ مکہ مکرمہ میں امن اور رزق کی فراوانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء و مرضی کی وجہ سے ہے وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ مدینہ طیبہ کی ساری بہاریں، اس کی حرمت اور اس میں رزق کی وسعت و فراوانی بلکہ مکہ مکرمہ سے دوگنی وسعت ہمارے حضور ﷺ کی دعاء و مرضی کا نتیجہ ہے۔

جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چاہا، اللہ تعالیٰ نے عطا فرمادیا:

2- قَالِ لَقَدْ أُؤْتِيتُ سُؤْلَكَ يٰمُوسٰى ۝ ﴿سورة طه: 36﴾

”(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: اے موسیٰ! تجھے عطا ہوا جو کچھ تو نے مانگا“

3- وَ اِذْ اَسْتَسْقٰى مُوسٰى لِقَاؤِ رَبِّهِ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ ۖ

فَاَنفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ نَضْرًا ۚ ﴿سورة البقرة: 60﴾

”اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا تو ہم نے فرمایا: اس پتھر پر اپنا عصا مار دو فوراً اس میں سے بارہ چشمے بہہ نکلے۔“

4- وَ اِذْ قُلْنَا لِمُوسٰى اِنِّ نَصَبْنَا لَكَ طَعَامًا وَّاحِدًا فَلَاذِعْ لَنَا رِزْقًا

يُخْرِجُ لَنَا مِمَّا ثَبُتَ الْاَرْضُ مِنْ تَحْتِهَا وَكَذٰلِكَهَا وَفُؤِهَا وَغَدَا سَهًا

وَبَصَلِهَا ۚ قَالَ اَتَسْتَعِدُّ لُوْنِ الْيَدِىْ هُوَ الَّذِىْ بِالْيَدِىْ هُوَ خَيْرٌ ۚ اِهْبِطُوْا

مِصْرًا ۚ لَئِنْ لَّكُم مَّا سَاَلْتُمْ ۚ ۝ ﴿سورة البقرة: 61﴾

”اور جب تم نے کہا: اے موسیٰ (علیہ السلام)! ہم سے تو ایک کھانے پر ہرگز صبر نہ ہوگا تو آپ اپنے رب سے دعا کیجیے کہ زمین کی آگائی ہوئی چیزیں ہمارے لیے نکالے کچھ ساگ اور گدڑی اور گھوڑا اور مسورا اور پیاز۔ فرمایا: کیا اللہ کی چیز کو بہتر کے بدلے مانگتے ہو؟ اچھا مصر یا کسی شہر میں آؤ۔ وہاں تمہیں ملے گا جو تم نے مانگا“

فوراً سامری کی زبان پر سزا کا جملہ جاری ہو گیا:

5- قَالِ لِمَا ذَهَبَ لِيْ اِنَّ لَكَ بِيْ الْخِيْلَةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا يَسْتَأْذِنُ ۚ وَ اِنَّ لَكَ

مَوْعِدًا ۚ اِنَّ تَخْلُقُهٗ ۚ ۝ ﴿سورة طه: 97﴾

”(حضرت موسیٰ علیہ السلام نے) کہا: تو چلتا بن کہ دنیا کی زندگی میں تیری سزا یہ ہے کہ تو کہے، چھو نہ جا اور بے شک تیرے لیے ایک وعدہ کا وقت ہے جو تجھ سے خلاف نہ ہوگا“

حضرت زکریا علیہ السلام کی مرضی ہمیشہ پوری ہوئی:

6- هٰذَا لَكَ دُعَاؤُكَ بِرَبِّكَ ۚ قَالِ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ

اِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاۗءِ ۝ ﴿سورة آل عمران: 38﴾

”یہاں (حضرت مریم کی عبادت گاہ میں) پکارا زکریا نے اپنے رب کو۔ کہا: اے

میرے رب! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد دے بے شک تو ہی دعا سننے والا ہے“

7- قَالِ رَبِّ اِنِّىْ وَهْنٌ اَعْظَمُ يَتِيْنِ وَ اَشْتَغَلَ الرَّأْسُ شَيْئًا وَّلَمْ اَكُنْ

بِلَدْعَاۡتِكَ رَبِّ شَقِيْقًا ۝ ﴿سورة مریم: 04﴾

”(حضرت زکریا علیہ السلام نے) عرض کی اے میرے رب! میری ہڈی کمزور ہو گئی اور

سر سے بڑھاپے کا بھجوا چھوٹا اور میرے رب! میں تجھے پکار کر کبھی ناراض نہیں رہا“

8- يٰزَكَرِيَّا اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اِسْمُهُ يَحْيٰى لَكُم مِّنْ قَبْلُ

سَمِيْعًا ۝ ﴿سورة مریم: 07﴾

سَمِيْعًا ۝

”اے ذکر کیا ہم تجھے خوش خبری دیتے ہیں ایک لڑکے کی جس کا نام بجایا ہے۔ اس سے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی نہیں کیا“
خدا چاہتا ہے رضاء محمد ﷺ:

9- قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوُتِّجْهُكَ ۚ فَوُتِّجْهُكَ لِمَسْجِدِ الْمَكَّةِ ۚ وَخُتِّبَ مَا كُنْتُمْ كَوَلُوا ۚ وَجُودُكُمْ سَطْرَةٌ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ ۚ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ ﴿سورة البقرة: 144﴾

”ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف مڑ کرنا تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے ابھی اپنا مذہب پھیر دو مسجد حرام کی طرف۔ اور (اے مسلمانو!) تم جہاں کہیں بھی ہو اپنا مذہب اسی کی طرف کرو اور اللہ ان کے کاموں سے بے خبر نہیں“
10- وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى ﴿سورة النبی: 05﴾

”اور بے شک عنقریب تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے“

اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب ﷺ کی سفارش کتنی پسند ہے:

11-..... فَاغْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ ﴿سورة آل عمران: 159﴾

”تو تم انہیں معاف فرماؤ اور ان کی سفارش کرو۔۔۔۔۔“

12- خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ ۚ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿سورة التوبة: 103﴾

”(اے محبوب ﷺ) ان کے مال میں سے زکوٰۃ تحصیل کرو جس سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کرو اور ان کے حق میں دعاء خیر کرو۔ بے شک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے اور اللہ محتاجا جانتا ہے“

13- فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا ۚ وَمِنْ آنَا فِي الْبَلَدِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضَى ﴿سورة طه: 130﴾

”تو ان کی باتوں پر صبر کرو اور اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے اور رات کی گھڑیوں میں اس کی پاکی بولو اور دن کے کناروں پر اس امید پر کہ تم راضی ہو“

14-..... فَإِذَا اسْتَأْذَنْتُكَ لِيُعْطِيَ سَأَلَهُمْ فَأَذَنٌ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ

وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿سورة النور: 62﴾

”پھر جب وہ تم سے اجازت مانگیں اپنے کسی کام کے لیے تو ان میں سے جسے چاہو اجازت دے دو اور ان کے لیے اللہ سے معافی مانگو۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے“

15- فَيَايُهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَغْفِرُوا لَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿سورة الممتحن: 12﴾

”تو ان عورتوں سے بیعت کرو اور اللہ سے ان کی بخشش چاہو، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے“

16- وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَكُلُوا وَشَرُّوا

إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ۚ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿سورة النساء: 64﴾

”اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب (ﷺ) تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی سفارش کرے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرے۔ نے والا مہربان پائیں“

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ہزار فرشتوں کی مدد و طلب کی:

17- اذْقُولُ لِمَعُوذِينَ اَنْ يُّكَلِّمَكَ اَنْ يُجِدَ كُمْ رَبُّكُمْ بِفَلَقِ الْاَلاَفِ

مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنَزَّلِيْنَ ﴿سورة ال عمران: 124﴾

”جب (اے محبوب!) تم مسلمانوں سے فرماتے تھے، کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تمہاری مدد کرے تین ہزار فرشتے اتار کر؟“

اور اللہ تعالیٰ نے پانچ ہزار فرشتے بھیج دیئے:

18- بَلٰى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوا وَنَاۤتُوْكُمْ مِنْ قُوۡرِهِمْ هَلَّا يُّعَذِّبَكُمْ

رَبُّكُمْ بِتَخَفِ مِثْلِهِ الْاَلاَفِ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنۡوٓبِيْنَ ﴿سورة ال عمران: 125﴾

”(رب تعالیٰ نے فرمایا) ہاں کیوں نہیں اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور کافر ای دم تم پر آپڑیں تو تمہارا رب تمہاری مدد کے لیے نشان والے پانچ ہزار فرشتے بھیجے گا“

19- وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَّكُمْ وَلِتَطْمَِٔنَّ قُلُوۡبُكُمْ بِهِۦٓ وَمَا النَّصْرُ

اِلَّا مِنْ جِنۡدِ اللّٰهِ الْعَلِيِّزِّ الْحَكِيۡمِ ﴿سورة ال عمران: 126﴾

”اور یہ فتح اللہ نے تمہاری خوشی ہی کے لیے کی اور اسی لیے کہ اس سے تمہارے دلوں کو چھن لے اور مدد نہیں مگر اللہ غالب حکمت والے کے پاس ہے“

حاصل کلام:

قرآن مجید کی ان انیس (19) آیات مبارکہ سے معلوم ہوا کہ.....

- 1- محبوبانِ خدا کو بارگاہِ الہی میں خاص قربت و محبوبیت حاصل ہے۔
- 2- اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کی مرضی پوری فرماتا ہے۔
- 3- اللہ تعالیٰ اپنے محبوب خاص صلی اللہ علیہ وسلم کی طلب سے بھی زیادہ عطا فرماتا ہے۔

دوسرا باب

محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا و مرضی

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے رب کا فیصلہ جاری ہوتا ہے:

3- حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

اِسْقِعُوْا وَلَدُوۡنَ جَبْرُوۡا وَلِيُفْضِلِ اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّہٖ مَا شَاءَ.....

”سفارش کرو اور ثواب حاصل کرو۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے جو چاہتا ہے فیصلہ کراتا ہے“

﴿ترمذی ابواب العلم۔ بخاری کتاب الادب باب قال اللہ من یشفع

شفاعة حسنة ج 2 ص 891، کتاب التوحید باب فی العشیة والارادة

ج 2 ص 1114۔ منہاج ج 4 ص 409۔ ابوداؤد باب فی الشفاعة

ج 2 ص 352۔ نسائی باب فی الشفاعة فی الصدقة ج 1 ابن حبان

ج 2 ص 245﴾

4- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم نے فرمایا:

يَا عَائِشَةُ لَا يَشْفُئُ لِسَانُ مَيِّمٍ جِبَالَ الْمُنَّجِبِ -

اے عائشہ! اگر میں چاہوں تو یقیناً میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں۔

﴿شرح الترمذی کتاب الفصائل ج 13 ص 248 مجمع الزوائد ج 9

ص 19۔ مشکوٰۃ ص 521﴾

معلوم ہوا کہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر وفاقہ مجبوراً نہیں، اختیار ہی تھا۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کی مرضی پوری فرماتا ہے:

5- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جن عورتوں نے اپنی ذات کو رسول کریم ﷺ کے لیے ہبہ کر دیا تھا، مجھے ان پر رشک آتا تھا۔ چنانچہ میں نے کہا کہ عورت کس طرح اپنے آپ کو ہبہ کر سکتی ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا:

ترجمہ: ”بیچے ہٹاؤ ان میں سے جس کو چاہو اور اپنے پاس جگہ دو جسے چاہو اور جسے تم نے کنارے کر دیا تھا اسے تمہارا جی چاہے تو اس میں بھی تم پر کچھ گناہ نہیں“

﴿سورۃ الاحزاب: 51﴾

اس پر میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا:

مَا أَرَىٰ دَهْلَكَ إِلَّا يُسَارِعُ فِيمُ هَوَاكَ

﴿بخاری کتاب التفسیر باب تفسیر آیت نمبر 51 سورۃ الاحزاب ج 02 ص

707- کتاب الزکاء ج 02 ص 266، مسلم ج 01 ص 473، سنن ابن

ماہم ص 145، سنن نسائی ج 05 ص 294﴾

”میں دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب تعالیٰ آپ کی مرضی پوری کرنے میں جلدی فرماتا ہے“

6- امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کعب نے بالاسناد روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کسی کے لیے دعا فرماتے تھے تو وہ اس کے اور اس کے بیٹوں اور پوتوں کے حق میں قبول ہو جاتی تھی۔

پھر ابو نعیم سے بالاسناد مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی دعا کسی آدمی اور اس کے

بیٹوں اور پوتوں کے حق میں ضرور قبول ہو جاتی تھی۔

﴿مسند احمد ج 05 ص 385- الشفاء ج 01 ص 455- تفسیر ابن کثیر ذیل

آیت نمبر 103 سورۃ الطوبہ- کنز العمال، مجمع الزوائد کتاب علا ماۃ النبوة

باب فہمین دعا لہ ج 08 ص 343 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت﴾

جلتے بجھا دیئے ہیں، روتے ہٹا دیئے ہیں:

7- حضرت علی ؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں بیمار ہوا اور حضور نبی کریم ﷺ کی

خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ نے مجھے اپنی جگہ بٹھایا اور خود کھڑے ہو کر نماز شروع فرما

دی اور اپنے کپڑے کا ایک کنارہ مجھ پر ڈال دیا۔ پھر نماز کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا: اے

ابن ابی طالب اللہ اب تم ٹھیک ہو گئے ہو کوئی فکر نہ کرو۔

مزید فرمایا: میں نے جو چیز بھی اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے مانگی اس جیسی تمہارے لیے

بھی مانگی اور میں نے جو چیز بھی اللہ تعالیٰ سے مانگی، وہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ضرور دی۔ بس اتنی

بات ہے کہ مجھ سے کہا گیا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

حضرت علی ؓ فرماتے ہیں میں وہاں سے اٹھا تو بالکل ٹھیک ہو چکا تھا اور ایسے لگ

رہا تھا کہ جیسے بیمار ہی نہیں ہوا تھا۔ ﴿طبرانی اوسط- منتخب ج 05 ص 43﴾

8- حضرت کل بن سعد ؓ فرماتے ہیں کہ جنگ خیبر کے دن نبی کریم ﷺ نے فرمایا

کل (عدا) میں یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر فتح ہوگی۔ وہ اللہ تعالیٰ اور اس

کے رسول ﷺ کو دوست رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ اس سے دوست رکھتے ہیں۔

رات لوگوں نے اسی انتظار میں گزار دی کہ دیکھیے جھنڈا کس کو عطا فرمایا جاتا ہے۔

اگلے دن ہر اک اس کا ترنا کی تھا۔

حضور ﷺ نے فرمایا علی کہاں ہیں؟ لوگ عرض گزار ہوئے کہ ان کی آنکھیں دکھتی

ہیں۔ فَبَصَّصْتُ لِمُنَىٰ عَمِّيهِ وَدَعَا لَہٗ قَبْرًا مَّحَا نَ لَمْ يَكُنْ بِہٖ وَجَعٌ..... تو آپ ﷺ

نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا اور ان کے لیے دعا فرمائی تو وہ ایسے شفا یاب ہو گئے جیسے انہیں کوئی تکلیف ہوئی ہی نہ تھی۔

﴿بخاری کتاب الجہاد ج 01 ص 422 کتاب المناقب ج 01 ص 525﴾
معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ”کل کیا ہو گا اور کون کیا کرے گا“ کا علم بھی عطا فرمایا ہے اور یہ بھی کہ قرآن مجید میں جہاں اس علم کی غیر اللہ سے نفی بیان کی گئی ہے جیسے سورۃ لقمان کی آیت نمبر 34، وہاں یہ مراد ہے کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے کوئی خود بخود نہیں جانتا۔ یہ مراد نہ لیا جائے تو آیات مبارکہ اور احادیث مجھ میں ٹکراؤ پیدا ہو جائے گا اور ایک کو ماننے سے دوسرے کا انکار لازم پھرے گا۔

اگلے دن ہر ایک اس کا تمنائی تھا..... اس سے حضور ﷺ کے علم غیب کے بارے میں صحابہ کا عقیدہ بھی معلوم ہوا۔

9۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک دفعہ میں پیار ہوا حضور نبی کریم ﷺ کا میرے پاس سے گزر ہوا۔ اس وقت میں یہ دعا مانگ رہا تھا اے میرے اللہ! اگر میری موت کا وقت قریب آ گیا ہے تو مجھے موت دے کر راحت عطا فرما اور اگر موت میں دیر ہے تو پھر مجھے شفا عطا فرما اور اگر آزمائش مقصود ہے تو پھر مجھے مہر کی توفیق عطا فرما۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم نے کیا کہا؟ میں نے اپنی دعا پڑھادی۔ آپ ﷺ نے اپنا پاؤں مجھے مار کر فرمایا: اے اللہ تعالیٰ! اسے شفا عطا فرما۔ اس دعا کے بعد کبھی مجھے یہ بیماری نہیں ہوئی۔

﴿ترمذی صحیح ابن حبان ج 10 ص 47۔ مستدرک حاکم۔ خصائص کبریٰ

03 ص 67۔ مشکوٰۃ باب مناقب العشرہ ص 565۔ دلائل النبوة ابو نعیم ج

02 ص 451﴾

10۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خیر کے دن جب میری آنکھیں دکھ رہی تھیں اور مجھے

کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا تو حضور ﷺ نے اپنی دونوں ہتھیلیوں پر اپنا لعاب دہن لگایا۔ پھر دونوں ہتھیلیاں میری آنکھوں پر مل دیں اور یہ دعا فرمائی: اے اللہ تعالیٰ! اس سے گرمی اور سردی دور فرما دے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس ذات کی قسم جس نے حضور ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اس کے بعد سے آج تک گرمی اور سردی نے مجھے تکلیف نہیں پہنچائی۔

﴿مجمع الزوائد ج 09 ص 113 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت بحوالہ

طبرانی اوسط باسناد حسن۔ خصائص کبریٰ ج 02 ص 53﴾

آپ سردی میں باریک اور گرمی میں موٹا لباس پہنتے تھے:

11۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک مرتبہ سردی لگی۔ آپ حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور سردی لگنے کی شکایت کی۔

حضور اکرم ﷺ نے دعا کی..... اَللّٰهُمَّ اَخْلِفْهُ الْخَوْرَ الْبَرْدَ.....

اے اللہ تعالیٰ! ان (۔۔۔) سے گرمی اور سردی دور فرما دے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دعا کے بعد نہ مجھے گرمی لگتی اور نہ سردی۔

بلکہ جب سرد موسم آتا تو آپ رضی اللہ عنہ باریک کپڑے پہنتے اور جب گرم موسم آتا تو آپ مٹھے کپڑے پہنتے۔

﴿خصائص کبریٰ ج 02 ص 53۔ سیرت حلبیہ ج 03 ص 36 مطبوعہ

المکتبۃ الاسلامیہ بیروت۔ دلائل النبوة ابو نعیم ج 02 ص 463۔ مجمع

الزوائد ج 09 ص 115 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔ بحوالہ طبرانی

اوسط۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج 12 ص 62-63﴾

ایسی شدید سردی کے موسم میں پچکھا جھلنا؟

12- حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے سردی کی ایک رات میں صبح کی اذان دی لیکن کوئی آدمی نہ آیا۔ میں نے پھر اذان دی لیکن پھر بھی کوئی نہ آیا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بلال رضی اللہ عنہ! لوگوں کو کیا ہوا؟ میں نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان، سردی بہت زیادہ ہے اس وجہ سے لوگ ہمت نہیں کر رہے ہیں۔

اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ تعالیٰ! لوگوں سے سردی دور کر دے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر میں نے دیکھا کہ لوگ صبح کی نماز میں اور اشراق کی نماز میں بڑے آرام سے آرہے ہیں انہیں سردی محسوس نہیں ہو رہی تھی بلکہ کچھ لوگ تو پچکھا جھلنے ہوئے آرہے تھے۔

﴿دلائل النبوة ابو نعیم ج 02 ص 464۔ البدایہ والنہایہ ج 06 ص 166۔ خصائص کبریٰ ج 06 ص 298۔ حجتہ اللہ علی العالمین ص 436﴾

اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کبھی بھوک نہیں لگی:

13- حضرت عمران بن حصین فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑی ہو گئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قریب سے قریب تر بلایا۔ میں نے دیکھا کہ ان کے چہرے پر بھوک اور کمزوری کی وجہ سے زردی چھائی ہوئی تھی اور خون کا نام و نشان نہیں تھا (یہ واقعہ عورتوں کے لیے پردے کے عقم سے پہلے کا ہے)۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیاں پھیلا کر اپنا ہاتھ ان کے سینے پر رکھا اور سر اٹھا کر دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! اے بھوکوں کا پیٹ بھرنے والے! اے حاجتیں پوری کرنے والے! اور

اے گرے پڑے لوگوں کو اونچا کرنے والے! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھوکا مت رکھ۔ میں نے دیکھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے چہرے سے وہ زردی چلی گئی اور خون کی سرخی آگئی۔ پھر میں نے اس کے بعد ان سے پوچھا تو انہوں نے بتایا: اے عمران! اس کے بعد مجھے کبھی بھوک نہیں لگی۔

﴿خصائص کبریٰ ج 02 ص 294۔ مجمع الزوائد ج 09 ص 203 بحوالہ طبرانی اوسط۔ حجتہ اللہ علی العالمین ص 435﴾

چورانوے (94) سال کی عمر میں تندرستی کا راز:

14- حضرت حمید بن عبد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کو چورانوے (94) سال کی عمر میں تندرست و توانا دیکھا تو (انہوں نے) فرمایا: میں تو یہی جانتا ہوں کہ میری سماعت اور بصارت (دونوں) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے فیض یاب ہیں۔ میری خالہ مجھے ساتھ لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئیں: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ میرا بھانجا بیمار رہتا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔

﴿بخاری کتاب المناقب ج 1 ص 501﴾

۔ دم قدم کی خیر اے جان مسیحا
ذر پہ لائے ہیں دلا بیمار ام

ایک سو بیس (120) سال کی عمر میں سیاہ بالوں کا راز:

15- حضرت ابو زید اخطب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور میرے لیے دعا فرمائی۔

حضرت عزہ راوی فرماتے ہیں کہ حضرت ابو زید ؓ، ایک سو بیس سال زندہ رہے اور ان کے سر میں صرف چند بال سفید تھے۔

﴿ترمذی ابواب المناقب ج 02 ص 203۔ مجمع ابن حبان ج 10 ص 151۔ مجمع الزوائد ج 09 ص 378 بحوالہ احمد و طبرانی﴾

اللہ تعالیٰ اپنے فرماں برداروں کی بات مان لیتا ہے:

16- حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کے چچا ابو طالب بیمار ہو گئے۔ نبی کریم ﷺ بیمار پری کے لیے تشریف لے گئے۔ چچا نے دیکھ کر کہا: اے میرے بھتیجے! تو جس رب کی عبادت کرتا ہے اس سے دعا کر کہ وہ مجھے شفا دے دے۔

حضور ﷺ نے ابھی یہ دعا کی ہی تھی..... اَللّٰهُمَّ اَشْفِ عَنِّي..... یا اللہ تعالیٰ! میرے چچا کو شفا عطا فرما۔ تو وہ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے جیسے اونٹ کی گوڑی کھول دی جاتی ہے تو وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور پھر عرض کیا: اے میرے بھتیجے! میں دیکھ رہا ہوں کہ تیرا رب تیری بات مان لیتا ہے۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا: اے چچا! اگر تو بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے تو وہ تیری بھی بات مان لے۔

﴿خصائص کبریٰ ج 01 ص 124۔ مدارج النبوة ج 01 ص 438﴾

دستِ مصطفیٰ ﷺ کا اعجاز:

17- حضرت زیاد بن حارث صدیقی ؓ فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کے ساتھ سفر میں تھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس پانی ہے؟ میں نے کہا: پانی تو ہے مگر تھوڑا ہے یہ آپ کو کافی نہیں ہوگا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کسی برتن میں ڈال کر میرے پاس لے آؤ۔ میں پانی آپ ﷺ کی خدمت میں لے آیا۔ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ اس میں رکھا تو میں نے

دیکھا کہ حضور ﷺ کے ہر دو انگلیوں کے درمیان میں سے پانی کا چشمہ پھوٹ رہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر مجھے اپنے رب تعالیٰ سے حیا نہ آتی تو ہم یوں ہی پانی پیتے پلاتے رہتے۔ جاؤ اور میرے صحابہ (ؓ) میں اعلان کرو کہ جو بھی پانی لینا چاہتا ہے وہ آئے اور چلو بھر کر پانی لے لے۔

﴿البدایہ والنہایہ اردو ج 05 ص 163﴾

اس کنویں کا پانی کیسے خشک ہو سکتا ہے:

18- حضرت زیاد ؓ فرماتے ہیں کہ میری قوم کا ایک وفد مسلمان ہو کر حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ وفد کے ایک آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہمارا ایک کنواں ہے سردیوں میں تو اس کنویں کا پانی کافی ہو جاتا ہے اور گرمیوں میں کم ہو جاتا ہے۔ اب ہم پہلے کی طرح ارد گرد کے چشموں پر بھی نہیں بکھر سکتے کیونکہ اب ارد گرد کے لوگ ہمارے اسلام لانے کے سبب دشمن ہو گئے ہیں، آپ (ﷺ) اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ کنویں کا پانی ہمیں گرمیوں میں بھی کافی ہو جایا کرے۔

حضور ﷺ نے سات کنگیاں منگوائیں اور ان کو اپنے ہاتھ پر الگ الگ رکھ کر دعا کی۔ پھر فرمایا: جب تم لوگ کنویں کے پاس پہنچو تو ایک ایک کر کے کنگیاں اس میں ڈال دو اور ان پر اللہ تعالیٰ کا نام لیتے رہو۔

چنانچہ وہیں جا کر انہوں نے ایسے ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کنویں کا پانی اتنا زیادہ کر دیا کہ پھر انہیں کبھی کنویں کی گہرائی نظر نہ آئی۔

﴿ترمذی، سنن ابوداؤد۔ دلائل النبوة ابو نعیم۔ مسند احمد۔ البدایہ والنہایہ اردو ج

05 ص 164، ج 06 ص 782 بحوالہ ابن ماجہ﴾

وہ زمین میں کریدتے تو پانی نکل آتا تھا:

19- حضرت سیدنا عمر بن کریم ؓ کو حضور ﷺ کی خدمت عالی شان میں پیش کیا گیا۔

آپ نے اپنے منہ کا پانی عطا فرمایا اور دعا دی۔ انہوں نے وہ پانی چوس لیا۔

مرکا ﷺ نے فرمایا: اِنِّیْ لَمُسِّیْ..... یہ پانی پلانے والا ہے۔

(بعد ازیں حضور ﷺ کی ایسی برکت ان کے شامل حال ہوئی کہ) وہ جہاں سے بھی

زمین کریدتے وہاں سے پانی نکل آتا تھا۔ ﴿حجۃ اللہ علی العالمین ص 438 بحوالہ حاکم﴾

وسعتِ رزق اور دعائے مصطفیٰ ﷺ:

20- حضرت عبداللہ بن مسر ؓ فرماتے ہیں: میں اور میرے والد محترم ہم دونوں اپنے

گھر کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ سامنے سے حضور ﷺ اپنے ٹھہر پر تشریف لائے۔

میرے والد نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ ہمارے گھر تشریف نہیں

لائے اور کھانا کھا کر ہمارے لیے برکت کی دعا نہیں کر دیتے؟

چنانچہ حضور ﷺ ہمارے گھر تشریف لے گئے اور کھانا کھا کر دعا فرمائی: اے اللہ

تعالیٰ! ان پر رحم فرما، ان کی مفقوت فرما اور ان کے رزق میں برکت نصیب فرما۔ حضرت

عبداللہ ؓ فرماتے ہیں: پھر ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق میں وسعت ہی دیکھتے رہے۔

﴿معصف ابن ابی شیبہ ج 10 ص 444۔ منتخب ج 05 ص 152 مستدرجہ﴾

ج 04 ص 180۔ ابن عساکر۔ مستدرجہ ج 04 ص 180

21- حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ گزرے۔ میری والدہ حضرت اُمّ

سلم ؓ نے آپ ﷺ کی آواز مہارک سنی۔ انہوں نے کہا:..... یَا یٰی وَ اَیُّیْ بِاَوْسُوْنِ اللّٰہِ

اُنَیْسُ قَدْ عَلَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَلَآ تَدْعُوْا بِ قَدْرَ اَنْتَ مِنْہَا اِنَّتَ تَعْنِی

اَللّٰہُ..... آپ پر میرے ماں باپ خربان ہوں یہ چھوٹا انس ہے (اس کے لیے دعا

فرمائیے)۔ پھر رسول ﷺ نے میرے لیے تین دعائیں کہیں جن میں سے دو کی قبولیت کو

میں نے دنیا میں دیکھ لیا اور تیسری کی مقبولیت کے متعلق میں آخرت میں اُمید رکھتا ہوں۔

﴿مسلم کتاب فضائل صحابہ باب من فضائل انس بن مالک ج 02 ص 299﴾

کثرتِ اولاد اور دعائے مصطفیٰ ﷺ:

22- حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ میری والدہ مجھے حضور ﷺ کے پاس لے کر گئیں۔

انہوں نے اپنا دوپٹہ پھاڑ کر آدھے دوپٹے کی میری چادر بنا دی۔ میری والدہ نے کہا:

یا رسول اللہ ﷺ! میں اسے آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئی ہوں آپ اس کے

حق میں اللہ سے دعا کیجیے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:..... اَللّٰہُمَّ اَسْخِرْ مَا لَہٗ وَوَلَدَہٗ..... اے اللہ تعالیٰ اس کے

مال اور اولاد کو زیادہ فرما۔

حضرت انس ؓ نے کہا:..... فَوَاللّٰہِ اِنِّیْ مَالِیْ لَکَیْہِ وَ اِنِّیْ وَلَدِیْ وَ وَلَدِیْ

لَکَیْہَا دُوْنِ عَلَی نَحْوِ اَلِیْمَا فَاَلِیْمُوْم..... اللہ تعالیٰ کی قسم میرا مال بہت زیادہ ہے اور آج

میرا اولاد اور اولاد کی اولاد سو کے قریب ہیں۔

﴿مسلم کتاب فضائل صحابہ باب من فضائل انس بن مالک ج 02 ص 298۔ صحیح ابن حبان ج 10 ص 155﴾

”اس کے بعد میں کبھی کھوڑے سے نہیں گرا“

23- حضرت جریر ؓ فرماتے ہیں کہ میں کھوڑے پر چم کر نہیں بیٹھ سکتا تھا، نیچے گر جایا کرتا

تھا۔ میں نے حضور ﷺ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک میرے سینے پر مارا

اور آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک کا اثر میں اپنے سینے میں محسوس کیا اور حضور ﷺ نے دعا فرمائی.....
 اَللّٰهُمَّ قُوَّتُہٗ وَاَجْعَلْہٗ هَادِیًا مَّہْدِیْنَا..... اے اللہ تعالیٰ! اسے (گھوڑے پر) چراوے اور اور دوسروں کو ہدایت پر لانے والا اور خود ہدایت یافتہ بنادے۔

حضرت جریرؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں کبھی گھوڑے سے نہیں گرا۔

﴿بخاری ج 2 ص 244 طبرانی۔ معتب ابن ابی شیبہ ج 12 ص

153۔ منتخب ج 5 ص 152۔ دلائل النبوة ج 2 ص 454۔ الہدایہ اردو ج

5 ص 156۔ حجتہ اللہ علی العالمین ص 467۔ مجمع ابن حبان ج 10 ص 165﴾

حضرت سلمان فارسیؓ کا اتنا قرض کیسے ادا ہوا؟

24۔ حضرت سلمان فارسیؓ غلام تھے۔ ان کے مالک نے ان سے کہا کہ اتنا مال مجھے لا دو گے تو تم میری طرف سے آزاد ہو جاؤ گے۔ وہ اتنا مال ادا نہ کر سکے اور اسی دوران وہ مسلمان ہو گئے۔

حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں ایک کان سے ایک مرغی کے اڑے جتنا سونا آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس فارسی مکاتب کا کیا بنا؟ لوگوں نے مجھے بتایا کہ حضور ﷺ یا دفرماتے ہیں۔ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے سلمان (ؓ) ایہ لے لو اور جتنا مال تمہارے ذمہ ہے وہ اس سے ادا کر دو۔ میں نے عرض کیا: یا رسول (ﷺ) ایہ تو تھوڑا سا ہے میرے ذمہ جتنا مال ہے وہ اس سے کیسے ادا ہو سکتا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: یہ لے لو، اللہ تعالیٰ اس سے سارا ادا کر دے گا۔ میں نے وہ سونا لیا اور اپنے مالک کو قول قول کر دینے لگا۔ اس ذات کی قسم، جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، چالیس اوقیہ میرے ذمہ تھے وہ سب ادا ہو گئے اور میں آزاد ہو گیا۔

دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت سلمانؓ نے فرمایا: جب میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ) ایہ تو تھوڑا سا ہے اس سے ادا ہوگی کیسے ہوگی؟ حضور ﷺ نے وہ سونے کراچی مبارک زبان پر اُٹا پٹا۔ پھر فرمایا: یہ لے لو اور اس سے ان کا حق ادا کر دو۔

﴿مجمع الزوائد ج 9 ص 336 بحوالہ طبرانی کبیر و مسند احمد۔ طبقات ابن

سعد ج 4 ص 75۔ الہدایہ اردو ج 6 ص 811﴾

حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ کے پختہ یقین کی وجہ کیا تھی؟

25۔ حضرت وہب بن کیسانؓ فرماتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ نے فرمایا: میرے والد ماجد نے وفات پائی اور ان پر قرض تھا تو میں نے قرض خواہوں سے عینکشی کی کہ لگا ہوا پھل لے لیں تو انہوں نے انکار کیا کیونکہ پھل انہیں قرض کے برابر نظر نہ آیا۔ میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم پھل تو ذکر کھیت میں رکھنا۔

میں نے حضور ﷺ کو بتایا تو آپ ﷺ تشریف لے آئے اور آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابو بکر اور عمرؓ تھے۔ آپ ﷺ اس پر بیٹھ گئے اور برکت کی دعا کی۔ پھر فرمایا: اپنے قرض خواہوں کو بلاؤ۔ پس میں نے انہیں پورا حق دیا کہ ان کا میرے والد پر کوئی قرض نہ رہا بلکہ میں نے سب ادا کر دیا اور تیرہ سو ق کھجوریں بیچ رہیں جن میں سات، چھ اور چھ لون یا چھ چھ اور سات لون تھیں۔ فَوَافَقَتْ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ الْمُعْجُزَاتُ فَذُكِرَتْ ذَٰلِكَ لَہٗ فَضَحِكَ فَقَالَ إِنِّي أَنَا بَكْرٌ وَعُمَرُوْنَا خَيْرٌ هُمَا فَقَالَ لَقَدْ عَلِمْتُمَا إِذَا صَنَعَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَا صَنَعَ أَنَّ سَيَكُونُ ذَٰلِكَ..... پس میں رسول اللہ ﷺ سے ملا اور یہ بات آپ کو بتائی تو آپ ﷺ مسکرا دیے اور فرمایا: جاؤ اور ابو بکر و عمرؓ کو بھی بتادو۔ دونوں نے کہا کہ ہم تو اسی وقت جان گئے تھے جب رسول کریم ﷺ نے دعا کی تھی کہ بہت جلد ایسا ہو ہی ہوگا۔ ﴿بخاری کتاب الصلح باب الصلح مع الفرماء واصحاب العیرات ج 1 ص 374﴾

مٹی کا منافع بخش کاروبار:

26- حضرت عروہ باریؓ فرماتے ہیں: حضور ﷺ کو ایک قافلہ ملا جو باہر سے تجارت کا سامان لے کر آیا تھا حضور ﷺ نے مجھے ایک دینار دے کر فرمایا: اس کی ہمارے لیے ایک بکری خرید لاؤ، میں نے جا کر ایک دینار کی دو بکریاں خریدیں۔ پھر مجھے ایک آدمی ملا۔ میں نے اس کے ہاتھ ایک بکری ایک دینار میں بیچ دی، پھر ایک دینار اور ایک بکری لا کر حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دی۔ حضور ﷺ نے خوش ہو کر مجھے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تیرے ہاتھ کے سودے میں برکت عطا فرمائے۔

حضرت عروہؓ فرماتے ہیں: بازار کنسار سے میں کاروبار کے لیے اٹھتا ہوں اور گھر جانے سے پہلے چالیس ہزار نفع کما لیتا ہوں۔ ﴿دلائل النبوة ابو نعیم ج 2 ص 461﴾

27- بخاری میں ہے کہ اگر وہ مٹی بھی خریدتے تو اس سے منافع حاصل کر لیتے۔

﴿بخاری کتاب المناقب ج 1 ص 514۔ فتح الباری ج 7 ص 445۔ ابو داود

حدیث نمبر 3384۔ ترمذی حدیث نمبر 1258﴾

ہر مسلمان حضرت ابو ہریرہؓ سے کیوں محبت کرتا ہے؟

28- حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ مشرکہ تھیں۔ میں ان کو اسلام کی دعوت دیتا تھا۔ ایک دن میں نے دعوت دی تو انہوں نے رسول کریم ﷺ کے متعلق ایسی بات کہی جو مجھ کو بری لگی۔ میں روتا ہوا آپ ﷺ کے پاس گیا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنی ماں کو اسلام کی دعوت دیتا تھا اور وہ انکار کرتی تھی۔ آج میں نے اسے دعوت دی تو اس نے آپ ﷺ کے متعلق ایسا کلمہ کہا جو مجھے ناگوار گزرا۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ ابو ہریرہؓ (رضی اللہ عنہ) کی ماں کو ہدایت عطا فرمادے۔

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اَللّٰهُمَّ اِهْدِنَاْ اَسَىْ هُوْبَرَةَ..... تو رسول کریم

ﷺ نے فرمایا: اے اللہ تعالیٰ! ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) کی ماں کو ہدایت عطا فرما۔

فَخَوَّجْتُ مُسْتَبَشِرًا بِدَعْوَةِ نَبِيِّ اللَّهِ ﷺ..... (حضرت ابو ہریرہؓ

فرماتے ہیں) نبی کریم ﷺ کی دعا کے سبب خوشی خوشی (وہاں سے) نکلا..... جب میں گھر

کے دروازہ پر پہنچا تو دروازہ بند تھا۔ ماں نے میرے قدموں کی آہٹ سن کر کہا: اے

ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ)! اپنی جگہ ٹھہرو..... پھر میں نے پانی گرنے کی آواز سنی میری ماں نے غسل کیا

قیض پہنی اور جلدی میں بغیر روپے کے باہر آئیں۔ پھر دروازہ کھولا اور کہا:

يَا بَا هُرَيْرَةَ أَشْهَدُكَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُكَ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

پھر میں خوشی سے روتا ہوا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ ﷺ! آپ کو بشارت ہو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی دعا قبول کر لی اور

ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت دے دی۔ آپ ﷺ نے حمد و ثناء کی اور کلمہ خیر فرمایا۔

قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اَذْعُ اللَّهُ أَنْ يُحْيِيَنِيْ أَنَا وَأُمِّيْ إِلَى عِبَادِهِ

الْمُؤْمِنِينَ وَيُحْيِيَهُمُ الْإِنْسَانُ..... میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ اللہ سے

دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ میری اور میری ماں کی محبت اپنے مومن بندوں (کے دلوں) میں ڈال

دے اور ہمارے دلوں میں ان کی محبت ڈال دے۔ رسول کریم ﷺ نے دعا کر دی۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں..... فَكَمَا خُلِقْتُ مُؤْمِنٌ يَسْمَعُ بِيْ وَلَا يَرَانِيْ

إِلَّا أَحْسَنِيْ..... پھر ایسا کوئی مسلمان پیدا نہیں ہوا جو میرا ذکر سے یا مجھ دیکھے تو مجھ سے

محبت نہ کرے۔

﴿مسلم کتاب فضائل صحابہ بن فضال ابی ہریرہ ج 2 ص 301۔ مشکوٰۃ ص 535﴾

”کاش وہ مرنے والا میں ہوتا“

29- حضرت حوف بن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ایک جنازے کی نماز پڑھی۔ میں نے اس جنازے میں آپ ﷺ کی دعا کے الفاظ یاد رکھے جو یہ ہیں:

”اے اللہ تعالیٰ! اس کی مغفرت فرما، اس پر رحم فرما، اس کو عالت میں رکھ اور اس کو معاف فرما، اس کی عزت کے ساتھ مہمانی کر، اس کے مدخل کو وسیع فرما، اس کو پانی، برف اور بادلوں سے دھو ڈال، اس کو گھنٹا ہوں سے اس طرح صاف کر دے جس طرح سفید کپڑے کو مکمل سے صاف کر دیا جاتا ہے، اس کے دنیاوی گھر کے بدلے میں اس سے بہتر گھر عطا فرما، اس کی دنیاوی بیوی کے بدلے میں بہتر بیوی عطا فرما، اسے جنت میں داخل فرما، اسے عذاب قبر اور عذاب بارے محفوظ رکھ“

حضرت حوف ؓ کہتے ہیں کہ اس وقت میں نے یہ تمنا کی کہ کاش وہ مرنے والا میں ہوتا (اور حضور ﷺ کی یہ دعائیں مجھے ملتیں)۔

﴿مسلم کتاب الجنائز فصل فی الدعاء للعت 01 ج 01 ص 311﴾

میدانِ محشر اور محبوبِ خدا کی رضا و مرضی:

30- حضرت حذیفہ بن یمان ؓ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ ایک دن دیر سے تشریف لائے اور پھر مسجدے میں سر رکھ دیا اور آپ ﷺ نے اتنی زیادہ دیر کی جیسے روح مبارک پرواز کر گئی ہو۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک مسجدے سے اٹھایا تو فرمایا کہ میرے رب تعالیٰ نے میری امت کے بارے میں مجھ سے مشورہ فرمایا تھا کہ ان کے ساتھ کیا کیا جائے؟ (سبحان اللہ! ہمارے حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کیسا اعزاز حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ سے مشورہ فرماتا ہے) تو میں نے عرض کیا: اے میرے رب! یہ تو میرے

نبی ہندے اور حیرتی مخلوق ہیں۔ دوسری بار پوچھا تو میں نے یہی جواب عرض کیا۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد ﷺ! امت کے بارے میں تمہیں رسوائی کروں گا اور مجھ سے فرمایا کہ میرے ساتھ ستر ہزار امتی جنت جائیں گے اور ہر ایک ایسے امتی کے ساتھ مزید ستر ہزار امتی ہوں گے جو سب کے سب بغیر حساب جنت میں داخل کئے جائیں گے۔۔۔۔۔ پھر فرمایا: مانگو تمہیں عطا کیا جائے گا۔ تو میں نے حضرت جبریل ؑ سے کہا: کیا اللہ تعالیٰ میرا سوال پورا کرنا چاہتا ہے؟ تو جبریل ؑ نے کہا: ہاں اللہ تعالیٰ نے مجھے اسی غرض سے آپ (ﷺ) کی خدمت میں بھیجا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سب کچھ عطا کر دیا اور میں اس پر غور نہیں کرتا (سبحان اللہ آپ ﷺ کے غزائے میں دنیا و آخرت کی کسی شے کی کوئی کمی نہ رہی)۔۔۔۔۔ الخ

﴿تفسیر ابن کثیر زیر آیت نمبر 118 سورۃ مائدہ پ ساتواں﴾

31- حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز دیکھوں گا۔ اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے سجدہ میں رکھے گا۔ پھر مجھ سے فرمایا جائے گا: اِرْقُوعِ رَأْسَكَ فَسَلْ تُعْطَہُ وَقُلْ تَسْمَعُ وَاشْفَعْ تُشْفَعُ۔ اپنا سر اٹھاؤ، مانگو ملے گا: کہو سنی جائے گی، سفارش کرو قبول ہوگی۔ پھر میں اپنے رب تعالیٰ کی وہ حمد کروں گا جو اللہ تعالیٰ مجھے سکھائے گا۔ پھر میں سفارش کروں گا۔ پھر میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی۔ ثُمَّ أَخْرَجَهُمْ مِنَ النَّارِ وَأَدْخَلَهُمُ الْجَنَّةَ۔۔۔۔۔ پھر میں ان کو (گناہگاروں کو) جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا۔۔۔۔۔ پھر میں دوبارہ سجدہ کروں گا اور پھر سفارش کروں گا۔۔۔۔۔ لیکن یا چار بار ایسا ہوگا۔۔۔۔۔ حشری کہ جہنم میں صرف وہ لوگ رہ جائیں گے جن کو قرآن نے روک لیا ہے۔ خدا وہ کہتے تھے، وہ وہ لوگ جن پر جہنم میں ہمیشہ رہنا واجب ہو چکا ہے (یعنی کافر)۔

﴿بخاری ج 02 ص 971۔ مسلم کتاب الایمان باب اثبات الخلفاء ج 01 ص 109﴾

32- ایک مرتبہ حضور ﷺ نے (دعا کے لیے) اپنے ہاتھ اٹھائے اور بارگاہ رب العزت میں عرض کیا: اَللّٰهُمَّ اُمِّیْ..... اے اللہ تعالیٰ! میری اُمّت..... اور آپ ﷺ کو رو رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے آکر رونے کا سبب پوچھا تو آپ ﷺ نے جو جواب دینا تھا وہ دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبریل (علیہ السلام) اچھ (ﷺ) سے جا کر کہو کہ ہم تمہاری اُمّت کے بارے میں تمہیں راضی کریں گے اور دل نہ دکھائیں گے۔

﴿مسلم ج 01 ص 113- مسند ابوعوانہ ج 10 ص 157- شرح المستدرک

بخاری ج 02 ص 284- انوار فی شمائل النبی المختار امام بغوی ج 01 ص

66- تفسیر ابن کثیر ذیل آیت نمبر 118 سورۃ مائدہ پ نمبر 07﴾

33- امام طبرانی، امام حاکم اور امام بیہقی (رحمۃ اللہ علیہم) نے اپنی اپنی سندوں کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: روزِ حشر انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے سونے کے منبر ہوں گے جن پر وہ تشریف فرما ہوں گے اور میں اپنے منبر پر نہیں بیٹھوں گا (بلکہ) اپنے رب تعالیٰ کے سامنے اس خوف سے کھڑا ہوں گا کہ ایسا نہ ہو کہ مجھے جنت میں بھیج دیا جائے اور میری اُمّت رد جائے۔

میں اپنے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کروں گا: اُمّت، میری اُمّت۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے محمد! وَمَا تَسْأَلُنَا مِنْهُ شَيْءٌ بِمَا عَرَفْتَ..... کیا چاہتے ہو جو میں تمہاری اُمّت کے ساتھ کروں؟..... میں عرض کروں گا: رب تعالیٰ! ان کو جلد حساب سے فارغ فرما دے حتیٰ کہ جن لوگوں کو جہنم کی طرف بھیجا جا رہا ہے، میں ان کو جنت کا پروانہ دے دوں۔

پھر جہنم کا واردہ "مالک" کہے گا: اے محمد! لَقَدْ صَبَّ رَأْسُكَ مِنْ تَقِيَّةٍ..... تم نے اپنی اُمّت پر اپنے رب تعالیٰ کے غضب کیلئے کچھ بھی نہیں چھوڑا۔

﴿مجمع الزوائد باب فی الکفایۃ ج 10 ص 380- خصائص کبریٰ المستدعی ج 2 ص 221﴾

34- حدیث مبارکہ میں ہے کہ جب سورۃ طہ کی شریف کی آیت نمبر 05- وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرَىٰ هَهُنَا رَبَّكَ قَرِيبًا..... (اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے) نازل ہوئی تو حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ جب تک میرا ایک اُمّتی بھی دوزخ میں رہے گا میں راضی نہ ہوں گا۔

احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ.....

1- اللہ تعالیٰ ہمارے حضور ﷺ سے مشورہ فرماتا ہے جب کہ وہ کسی سے مشورہ کرنے کا محتاج و پابند نہیں۔ اس سے آپ ﷺ کی عظمت و شان اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ ﷺ کی قدر و منزلت اور وجاہت معلوم ہوئی۔

2- اللہ تعالیٰ اپنے محبوب پاک ﷺ کی مرضی پوری فرماتا ہے بلکہ مرضی پوری کرنے میں جلدی فرماتا ہے۔

3- محبوب خدا کی زبان مبارکہ سے خدا تعالیٰ کا فیصلہ جاری و صادر ہوتا ہے۔

4- اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک ﷺ کو ہر شے عطا فرمادی اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اشیاء کے مالک و مقرر ہوئے ورنہ ملکیت اور تصرف و اختیار کے بغیر عطا کے کیا معنی۔ اس لیے یہ کہنا کسی طور درست نہیں کہ آپ ﷺ کسی چیز کے مالک و مقرر نہیں جیسا کہ بعض لوگوں نے لکھا ہے۔

5- قیامت کے دن جنت کا پروانہ حضور قاسم نعمت ﷺ کے دستِ کرم سے ہی عطا ہوگا اور سب جان لیں گے کہ دنیا کی نعمتیں تو ایک طرف آخرت کی نعمتیں بلکہ جنت بھی آپ ﷺ کی رضا و مرضی سے عطا ہوگی۔

6- حضرت جبریل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور ﷺ کے پاس حاضر ہو کر رونے کی وجہ پوچھی حالانکہ وہ خوب جانتا ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ سوال کرنا اور پوچھنا لاعلمی کی دلیل نہیں ہوتا۔

7- اللہ تعالیٰ اُمت محمدیہ کا فیصلہ کرتے ہوئے اپنے محبوب پاک ﷺ کی رضا و مرضی کا لحاظ فرمائے گا اور نہ تو آپ ﷺ کو شرمندہ کرے گا اور نہ آپ ﷺ کا دل رنجیدہ فرمائے گا۔

8- حضور ﷺ نے فرمایا: جب تک میرا ایک بھی اُمتی دوزخ میں رہے گا میں راضی نہ ہوں گا: اس سے آپ ﷺ کا اللہ تعالیٰ کے ہاں مقام و جاہت واضح ہوا نیز یہ کہ آپ ﷺ اپنے ایک ایک اُمتی کے لیے جتنے حریص اور مگر مند ہیں، کیا پوری کائنات میں کوئی عزیز سے عزیز اور قریبی رشتہ دار بھی اتنا مہربان اور مگر مند ہوتا ہے؟ کوئی رشتہ دار اپنی توقعات اور اپنے معیارات پر پورا نہ اُترے تو تمام قریبیں اور تمام جذبے ماند پڑ جاتے ہیں مگر یہاں صورت حال بالکل مختلف ہے۔ یہاں نیک اور اطاعت گزار ہی عزیز نہیں، گنہ گاروں سے تشدد ہوئے اُمتی بھی بہت پیارے ہیں۔ ہمارے آقا ﷺ ہم جیسوں کے لیے ایسے مگر مند ہیں کہ راتوں کو درودِ گہری بخشش کی دعائیں کرتے ہیں اور ہم ہیں کہ آپ ﷺ کی شفقت و مہربانی کا کوئی پاس و لحاظ ہی نہیں رکھتے۔

کاش! ہمیں احساس ہو جائے اور ہم غفلت و بے توجہی کا رویہ چھوڑ کر آپ ﷺ کے ساتھ محبت و عقیدت، ادب و احترام اور اطاعت و فرماں برداری کا تعلق مضبوط کر کے شکرگزاری کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ذمہ داری کا احساس عطا فرمائے، آمین۔

گستاخانِ مصطفیٰ کا انجام پڑھے اور عبرت حاصل کیجیے:

35- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن ابو جہل کے اکسانے پر بد بخت عقبہ ابن ابی معیط نے نماز میں سجدے کے دوران حضور ﷺ کی پشت پر اُٹھ کی بھاری اوچھڑی رکھ دی تو کفار آپس میں مذاق کرتے اور ہنستے ہوئے ایک دوسرے کے اوپر مرنے لگے۔ اس کی اطلاع ملنے پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور آپ ﷺ کی پشت مبارک سے اوچھڑی ہٹائی اور ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر انہیں نہ اُبھلا کہا۔

جب حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی نماز مکمل کر لی تو آپ ﷺ نے بلند آواز کے ساتھ ان کے خلاف دعا کی۔ آپ ﷺ جب بھی دعا کرتے تھے تو تین مرتبہ دعا کرتے تھے۔

قُمْ لَقَالَ اَللّٰهُمَّ عَلٰىكَ بِقُرْبَيْشٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَلَمَّا سَمِعُوْا صَوْتَهُ ذَهَبَ عَنْهُمْ الْحَبْحَبُ وَخَافُوْا دَعْوَتَهُ..... پھر حضور ﷺ نے تین مرتبہ کہا: اے اللہ تعالیٰ اقریش پر گرفت فرما۔ جب قریش نے آپ ﷺ کی آواز سنی تو ان کی ہنسی جاتی رہی اور وہ آپ ﷺ کی دعا سے خوفزدہ ہو گئے۔

پھر آپ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ، ابو جہل بن هشام، عقبہ اور شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عقبہ (منجج ولید بن عقبہ ہے)، اُمیہ بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط کی گرفت فرما۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سو اُس ذات کی قسم جس نے حضرت محمد ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں نے جنگ بدر کے دن دیکھا کہ جن کے نام لے کر آپ ﷺ نے گرفت کی دعا کی تھی، وہ سب بدر کے کنوئیں میں اوندھے پڑے تھے۔

﴿مُسْلِم کتاب الجہاد باب علفی العیسیٰ علیہ السلام من الذی المشرکین

والمدافقین ج 2 ص 108﴾

36- دشمن اسلام اُستی بن خلف حضور ﷺ کی ہجرت مدینہ سے پہلے حضور ﷺ سے کہتا تھا کہ میں نے ایک گھوڑا پالا ہے اور اس کو بہت کچھ کھانا پلاتا ہوں، اس پر سوار ہو کر (نحوہ باللہ تعالیٰ) جہیں تل کروں گا۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے اس سے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ میں ہی تجھے تل کروں گا۔ اُحد کی لڑائی میں وہ حضور ﷺ کو تلاش کرتا پھر تار اور کہتا تھا کہ اگر آج وہ بچ گئے تو میری غیرتیں۔ اس لیے حملہ کے ارادہ سے وہ آپ ﷺ کے قریب پہنچ گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ارادہ کیا کہ دور سے اس کا معاملہ صاف کر دیں مگر سرکار ﷺ نے فرمایا: اسے آنے دو۔

جب اُبی بن خلف حضور ﷺ کے قریب آیا تو آپ ﷺ نے ایک صحابی سے پرچھا لیا اور اس کو مارا۔ پرچھا ابن خلف کی گردن پر لگا اور اس کی گردن پر ہلکی سی خراش آئی (خراش معمولی ہونے کے باوجود) کئی دفعہ کھوڑے سے گرا۔ وہ اسی طرح کرتا پڑتا اپنے لشکر میں پہنچا۔ وہ چلاتے ہوئے کہتا جاتا تھا کہ خدا کی قسم، مجھے عمر نے قتل کر دیا۔ دوسرے کافروں نے اسے تسلی دی کہ خراش بہت معمولی سی ہے، ہلکری کوئی بات نہیں ہے مگر وہ کہتا تھا کہ عمر نے مکہ میں کہا تھا، میں تجھے قتل کروں گا خدا کی قسم، اگر وہ مجھ پر تموک بھی دیتے تو میں مرجاتا۔ منقول ہے کہ اس کے چلانے کی آواز ایسی ہو گئی تھی جیسے تل کی ہوتی ہے۔

ابوسفیان نے اسے شرم دلائی کہ ذرا سی خراش سے اتکا چلا تا ہے۔ اس نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ کس کی مار ہے، مجھے اس سے جتنی تکلیف ہو رہی ہے لات اور عزی دونوں جوں کی قسم، اگر یہ تکلیف سارے حجاز والوں میں تقسیم کر دی جائے تو سب ہلاک ہو جائیں۔ محمد (ﷺ) نے مجھے مکہ میں کہا تھا کہ میں تجھے قتل کروں گا۔ میں نے اسی وقت مجھ لیا تھا کہ میں ان کے ہاتھ سے ضرور مارا جاؤں گا۔ یہ کہنے کے بعد اگر وہ مجھے پر فطرت تموک ہی دیتے تو بھی مرجاتا۔ چنانچہ واپس مکہ پہنچنے سے ایک دن پہلے وہ راستے میں ہی مر گیا۔

﴿دلائل النبوة﴾ کتابی ج 02 ص 47۔ طبقات ابن سعد ج 02 ص 44۔

خصائص کبریٰ ج 01 ص 530۔ مستدرک حاکم ج 02 ص 327۔

البدایہ والنہایہ اردو ج 06 ص 937۔ شمس

37- حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے مروی ایک طویل حدیث پاک میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سعد بن معاذ ؓ بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے تھے۔ ابو صفوان امیہ بن خلف آپ ﷺ کے ہمراہ تھا کہ ابو جہل ادھر گیا اور طواف کے معاملہ پر حضرت سعد ؓ کی اس سے توکلار ہو گئی۔ امیہ بن خلف نے حضرت سعد ؓ سے کہا: اے سعد! ابوالہکم (ابو جہل) کے سامنے آواز بلند نہ کرو، یہ ہمارے سردار ہیں۔

حضرت سعد ؓ نے فرمایا: اے امیہ! زیادہ حمایت نہ کرو، خدا کی قسم میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ ﷺ تجھے قتل کریں گے۔ اس نے پوچھا کہ مکہ مکرمہ میں قتل کریں گے؟ میں نے جواب دیا، میں اور کچھ نہیں جانتا۔

امیہ بن خلف اس خبر سے بڑا خوف زدہ ہوا اور جا کر اپنی بیوی سے کہنے لگا: اے ام صفوان! کیا تجھے معلوم ہے کہ سعد نے میرے بارے میں کیا کہا ہے؟ اس نے پوچھا تو ابو صفوان امیہ نے اسے وہ بات بتادی جو حضرت سعد ؓ نے بتائی تھی۔

اس کے بعد امیہ کہنے لگا: خدا کی قسم میں مکہ معظمہ سے باہر ہی نہیں نکلوں گا۔

جب جنگ بدر کا موقع آیا تو ابو جہل نے لوگوں سے کہا کہ لڑائی کے لیے نکلنا اور اپنا قافلہ بچاؤ لیکن امیہ نے نکلنا پسند نہ کیا تو ابو جہل کہنے لگا: اے ابو صفوان! جب تک لوگ تمہیں رُکا ہوا دیکھیں گے تو وہ بھی رُکے رہیں گے کیونکہ تم وادی کے سردار ہو۔ ابو جہل اصرار کرتا رہا تو اس نے کہا، جب تم نے مجھے مجبور کر دیا تو خدا کی قسم! میں ایسا تیز رفتار اونٹ خریدوں گا جس کا مکہ مکرمہ میں جواب نہ ہوگا۔

پھر امیہ نے اپنی بیوی سے کہا: اے ام صفوان! میرے لیے سفر کا سامان تیار کرو۔ وہ کہنے لگی اے ام صفوان! معلوم ہوتا ہے کہ تم اپنے شرابی بھائی (حضرت سعد ؓ) کی بات بھول گئے ہو۔ اس نے جواب دیا: میں وہ بات نہیں بھولا بلکہ میں تھوڑی دور تک لوگوں کا ساتھ دینے لگا ہوں۔ جب امیہ نکل گیا تو ہر منزل پر اونٹ کو پیچھے باندھتا اور برابر اسی طرح کرتا رہا یہاں تک کہ میدان بدر میں پہنچ گیا جہاں اللہ تعالیٰ نے اسے قتل کر دیا۔

﴿بخاری کتاب المغازی باب ذکر النبی ﷺ من یقتل ببدر ج 02 ص 563﴾

بخاری مسلم اور دیگر کتب کی احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ:

- 1- حضور ﷺ نے گستاخوں کے خلاف وعاء ضرر کی جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور گستاخان مصلحتی اپنے انجیام کو پہنچے۔
 - 2- حضور ﷺ کے الفاظ سن کر قریش کی ہنسی جاتی رہی اور وہ خوف زدہ ہو گئے۔
 - 3- احد میں معمولی خراش کے باوجود اُسی بنی خلف موت کے خوف سے چلاتے ہوئے کہتا تھا کہ محمد (ﷺ) اگر مجھ پر تحوک بھی دیتے تو میں مر جاتا۔
 - 4- اُسی بنی خلف حضرت سعد بن ابی وقاص کی زبانی حضور ﷺ کی طرف سے اپنے قتل کی خبر سن کر ایسا خوف زدہ ہوا کہ قسم کھا کر کہنے لگا کہ میں کبھی مکہ سے باہر ہی نہیں نکلوں گا۔ جب ابو جہل وغیرہ نے اسے عار دلا کر جنگ بدر میں شرکت کے لیے تیار کر لیا تو اس کی بیوی نے اسے حضور ﷺ کا فرمان یاد دلایا۔
 - 5- ان سے خوب واضح ہوتا ہے کہ کفار مکہ تو انکار و مخالفت کے باوجود ایسا یقین رکھتے تھے کہ محمد کی زبان سے نکلی ہوئی بات کبھی نہیں ملتی اور یہ کہ آپ ﷺ کا رب تعالیٰ آپ ﷺ کی رضا و مرضی پوری فرماتا ہے۔
- نہایت افسوس کا مقام ہے کہ کفار مکہ تو انکار و مخالفت کے باوجود ایسا یقین رکھتے تھے مگر آپ ﷺ کے امتی کہلانے والے بعض لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ”رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔“
- آؤں کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں..... اے اللہ العالین! تجھے تیرے محبوب بندوں کے مقام محبوبیت کا واسطہ ہمیں سمجھ عطا فرما اور گستاخ اور بے ادب لوگوں کی محبت و قربت سے بچا کر ادب و احترام والوں کی محبت و قربت نصیب فرما آمین۔

تیسرا باب

اولیاء کرام ﷺ کی رضا و مرضی

- 38- حضرت حارث بن وہب خزاعی ؓ فرماتے ہیں: کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں تم کو اہل جنت کی خبر دوں؟ سچا کہ کرام ﷺ نے عرض کیا: کیوں نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: كُلُّ ضِعْفٍ مُّنتَضِعٍ لِّوَأَقْسَمَ عَلَی اللّٰهِ لَا بَرَّةَ..... ہر وہ شخص جو ضعیف ہو اور ضعیف سمجھا جاتا ہو، اللہ تعالیٰ کے اعتبار پر کوئی قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اس کو سچا کر دے گا..... پھر حضور ﷺ نے فرمایا: کیا میں تم کو اہل نار کی خبر دوں؟ حضرات سچا کہ کرام ﷺ نے عرض کی: کیوں نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر وہ شخص جو بد خو، سرکش اور تکبر ہو۔
- ﴿بخاری کتاب الادب باب الکبر ج 02 ص 897﴾ کتاب التفسیر تفسیر سورہ ن والقلم باب قوله عتق بعد ذالك ذنیم ج 02 ص 731۔ مسلم کتاب الجیز باب جہنم اعا ذل الله عنها ج 02 ص 382﴾
- 39- حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رَبِّ اشْفَعْ مَذْفُوعٍ بِالْأَنْبِيَاءِ لَوْ أَقْسَمَ عَلَی اللّٰهِ لَا بَرَّةَ..... بسا اوقات بکھرے بالوں والا جسے درد سے ٹھکرایا جاتا ہو، اگر وہ اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اس کو قسم میں سچا کر دے گا۔ ﴿مسلم کتاب البر والصلة والادب باب فضل الصدقاء ج 2 ص 329﴾
- 40- حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضرت ربیع بنت نضر ؓ نے ایک لڑکی کے سامنے والے دانت توڑ دیئے تو انہوں نے دانت کا مطالبہ کیا۔ یہ معافی کے لیے درخواست گزار

ہوئے تو انہوں نے انکار کر دیا۔ پس وہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے قصاص کا حکم فرمایا۔ حضرت انس بن نضر ؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا ربیع کے دانت توڑے جائیں گے؟ قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، اس کے دانت نہیں توڑے جائیں گے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے انس (ؓ)! اللہ تعالیٰ کی کتاب قصاص کا حکم دیتی ہے۔ پس وہ لوگ راضی ہو گئے اور معاف کر دیا۔ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنِّي مِنْ عِبَادِ اللَّهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَا تَبْرَأُ..... پس نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایسے بندے بھی ہوتے ہیں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے پھر سے پر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ اسے سچا کر دیتا ہے۔..... مزید یہ بھی ہے کہ وہ لوگ دنت لینے پر رضامند ہو گئے۔

بخاری کتاب الصلح باب الصلح فی الذبۃ ج 01 ص 372، کتاب

التفسیر آیت نمبر 178 سورة البقرہ ج 02 ص 646۔ کتاب التفسیر باب

الجروح و القصاص ج 02 ص 664

41- حضرت انس ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: عَنَّمْ مِنْ أَشْعَثِ أَغْبَرِ ذِي طَمَرَيْنِ شَمْرَيْنِ لَا يَبْرَأُ لَهُ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَا تَبْرَأُ مِنْهُمْ الْبَرَاءَةُ بَيْنَ مَالِكٍ..... کتنے نکھرے بالوں والے اخبار آلودہ پٹھے پرانے کپڑوں والے جنہیں (دنیا دار) لوگ حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ پر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ انہیں اس میں سچا کر دے۔ حضرت براء بن مالک (ؓ) بھی انہی میں سے ہیں۔

ترمذی ابواب المناقب باب مناقب البراء بن مالک۔ کنز العمال ج 13 ص 295

42- حضرت عمار بن یاسر ؓ کے بارے میں بھی منقول ہے کہ وہ جس بات کی قسم اٹھا لیتے تھے، اللہ تعالیٰ ہمیشہ ان کی قسم پوری فرما دیتا تھا کیونکہ حضور ﷺ نے ان کے بارے میں بھی ایسا ہی ارشاد فرمایا تھا۔ کنز العمال ج 11 ص 721۔ مجمع الزوائد ج 09 ص 294

بخاری و مسلم اور دیگر کتب کی احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ

- 1- ان احادیث مبارکہ میں جن ضعیف اور نکھرے بالوں والے افراد کا ذکر ہے، ان سے اہل اللہ یعنی اولیاء کرام ؓ کا گروہ مراد ہے جیسا کہ پہلی حدیث پاک میں انہیں اہل جنت کہا گیا ہے۔ علاوہ انہیں احادیث مبارکہ کا مضمون اور حضرت انس بن نضر، حضرت براء بن مالک اور حضرت عمار بن یاسر جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر بھی یہ ثابت کرتا ہے۔
- 2- دنیا دار لوگ عام طور پر اہل اللہ کی قدر شناسی کی بجائے ان کی ظاہری حالت کے پیش نظر انہیں حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

- 3- اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل اور اعتماد و بھروسہ کرتے ہیں۔
- 4- اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کا اعتماد اور بھروسہ سچا رکھتا ہے اور ان کے اعتماد و امید اور رضاء و مرضی کو پورا فرماتا ہے۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی دعاء و مرضی:

43- حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو بھی کوئی مصیبت پہنچے اور وہ کہے: **إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ** اَللّٰهُمَّ اَجِرْ لِيْ فِيْ مُصِيبَتِيْ وَاخْلُفْ لِيْ خَيْرَهَا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اس مصیبت میں اجر عطا فرماتا ہے اور اس کے لیے اس سے بہتر آنے والا مقرر فرما دیتا ہے۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، جب حضرت ابوسلمہ ؓ فوت ہو گئے تو میں نے رسول کریم ﷺ کے حکم کے مطابق دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بعد ان سے بہتر یعنی رسول کریم ﷺ کو میرے لیے مقرر فرما دیا۔

مسلم کتاب البیِّنات فصل فی الاسترجاع عبدالمصائب کلہا ج 1 ص 300

حضرت عمرؓ کا مقام و جاہت و قبولیت:

44- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے۔ اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمر (ؓ) ہے۔ ابن وہب نے فرمایا کہ محدث اس شخص کو کہتے ہیں جس پر الہام کیا جاتا ہو۔

﴿مسلم کتاب فضائل صحابہ باب من فضائل عمرؓ ج 2 ص 276﴾

45- حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں یعنی بنی اسرائیل میں ایسے لوگ بھی ہوا کرتے تھے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلام فرمایا جاتا تھا حالانکہ وہ نبی نہ تھے۔ اگر ان میں سے میری امت کے اندر بھی کوئی ہے تو وہ عمرؓ ہے۔

﴿بخاری کتاب المناقب باب مناقب عمر بن الخطاب ج 1 ص 521-مسلم

کتاب فضائل صحابہ باب من فضائل عمر بن الخطاب-ترمذی ابواب المناقب باب

مناقب عمر بن الخطاب﴾

46- حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کی زبان اور دل پر حق جاری فرمادیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: جب لوگوں کو کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو لوگ بھی اپنی رائے پیش کرتے اور حضرت عمرؓ بھی۔ پھر حضرت عمرؓ کی رائے کے مطابق قرآن نازل ہوتا۔

47- حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ! ہمارے لیے شراب کے بارے میں واضح حکم نازل فرما۔ اس پر سورۃ بقرہ کی آیت نمبر 219 نازل ہوئی۔ یَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ..... حضرت عمرؓ کو بلا کر ان کے سامنے

یہ آیت پڑھی گئی۔ آپؐ نے پھر دعا مانگی: اے اللہ تعالیٰ! ہمارے لیے شراب کے بارے میں واضح حکم نازل فرما تو سورۃ نساء کی آیت نمبر 43 نازل ہوئی یَسْأَلُهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا الْاَلَا تَقْرُبُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ اَتَقِمُوا مَسْجِدَی..... حضرت عمرؓ روقؓ کو بلا کر ان کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی۔ آپؐ نے پھر دعا مانگی: اے اللہ تعالیٰ! شراب کے بارے میں ہمارے لیے واضح حکم نازل فرما تو سورۃ مائدہ کی آیت نمبر 90 نازل ہوئی۔ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَقْرُبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَتَقِمُوا مَسْجِدَی..... ﴿جامع احکام القرآن للقرطبی ج 6 ص 285-286﴾

48- حضرت عمرؓ کو بلا کر ان کے سامنے آیت پڑھی گئی تو آپؐ نے عرض کیا: ہم باز آئے ہم باز آئے۔ ﴿ترمذی ابواب تفسیر القرآن باب تفسیر سورۃ مائدہ﴾

49- حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! آپؐ کی خدمت میں بھلے بُرے ہر قسم کے آدمی حاضر ہوتے ہیں اس لیے آپؐ ازواج مطہرات کو پردے کا حکم فرمادیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے پردے کا حکم نازل فرمادیا۔

﴿بخاری کتاب التفسیر باب قوله لا تدخلوا بیوت النبی ﷺ ج 2 ص 706﴾

50- حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: جب (ربیع النافثین) عبداللہ بن ابی فوت ہو گیا، اس کے بیٹے حضرت عبداللہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اس کے کفن کیلئے آپؐ سے قمیض مبارک عطا فرمانے کا سوال کیا۔ آپؐ نے اپنا کرتا مبارک عطا فرما دیا۔ پھر حضرت عبداللہؓ نے اپنے باپ یعنی منافقوں کے سردار ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کی درخواست کی تو (چونکہ تا حال منافقوں کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع نہ کیا گیا تھا اس لیے) اس کے منہ سے روپے سے بخوبی آگاہ ہونے کے باوجود حضور ﷺ اس کی نماز پڑھانے کیلئے کھڑے ہو گئے۔ ﴿مسلم کتاب فضائل صحابہ باب من فضائل عمرؓ ج 2 ص 276﴾

اب مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت جسے انہوں نے حضرت عمرؓ سے روایت فرمایا ہے۔

51- حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کا دامن تمام کر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھائیں گے حالانکہ اس نے فلاں دن یہ اور فلاں دن وہ بات کہی تھی۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی خرافات بیان کرنا شروع کر دیں تو رسول کریم ﷺ یہ سن کر مسکرائے اور فرمایا: اے عمرؓ! مجھے نہ روکو۔ جب میں نے زیادہ اصرار کیا تو فرمایا: مجھے اس کے بارے میں (احسان کرنے یا نہ کرنے کا) اختیار دیا گیا ہے تو میں نے یہ (احسان کا) پہلو اختیار کیا ہے اس لیے اگر مجھے معلوم ہو کہ ستر دفعہ سے زیادہ بخشش مانگنے پر اسے بخشش دیا جائے گا تو میں زیادہ دفعہ اس کے لیے بخشش کی دعا کروں گا۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر رسول کریم ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور جب واپس لوٹے تو تھوڑی دوری آئے تھے کہ سورہ برآۃ کی یہ دونوں آیات نازل ہوئیں جن میں فرمایا گیا کہ ان میں سے کسی کی میت پر بھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا بے شک انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کفر کیا اور وہ نافرمانی کی حالت میں ہی مرے۔ ﴿ترجمہ آیت نمبر 84 سورہ توبہ﴾

﴿مسلم کتاب صفات المنافقین ج 02 ص 368﴾

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے تعجب ہوتا تھا کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو روکنے کی جرأت کی تھی حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔

﴿بخاری کتاب التفسیر باب استغفر لهم اولاً استغفر لهم ج

02 ص 674- کتاب اللباس باب لبس القميص ج 02 ص 862-

کتاب الجنائز باب ما يكره من الصلوة على المنافقين ج 01 ص

183- ترمذی البواب تفسیر القرآن باب تفسیر سورۃ توبہ- مسلم کتاب فضائل

صحابہ باب من فضائل عمر بن خطاب ج 02 ص 276﴾

حضور ﷺ نے منافق کی نماز جنازہ کیوں پڑھی؟

- 1- اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے منافق کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع نہیں فرمایا تھا۔
- 2- اس کے بیٹے صحابی حضرت عبداللہؓ کی دل جوئی کے لیے۔
- 3- ایک مرتبہ منافقوں کے سردار ابن ابی نے آپ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ کو اپنا کرتب دیا تھا تو اب اس کا بدلہ اٹارنے کے لیے۔
- 4- اس امید پر کہ اس اقدام سے اس کے قبیلہ کے ایک ہزار افراد اسلام قبول کر لیں گے اور واقعی آپ ﷺ کی امید پوری ہوئی اور اس قبیلہ کے ایک ہزار افراد نے اسلام قبول کر لیا جیسا کہ مرقاۃ ج 04 ص 40 سے واضح ہے۔
- 5- اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو (احسان کرنے نہ یا کرنے کا) اختیار دیا تھا تو آپ ﷺ نے احسان کا پہلو اختیار کیا۔

52- حضرت انسؓ سے مروی ایک حدیث پاک میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ نبی کریم ﷺ کی بعض ازواج مطہرات (رضی اللہ عنہا) سے کچھ ناراضگی ہو گئی ہے تو میں نے اُن سے کہا کہ اگر آپ نے حضور ﷺ کو ناراض کرنا نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے لیے آپ سے بہتر خدمت کرنے والی عورتیں تبدیل فرما دے گا۔ یہاں تک کہ میں ایک زوجہ مطہرہ (رضی اللہ عنہا) کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے کہا: اے عمرؓ! کیا رسول کریم ﷺ اپنی بیویوں کو نصیحت نہیں فرماتے جو آپ سمجھانے لگے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ تحریم کی یہ آیت نمبر 05 نازل فرمائی:

”تَوَانِ كَارِبْ قَرِيبْ هِے كَا كَرُوْهُ جَمِیْیْنَ طَلَاقْ دِے دِیْ اَنْیَسْ تَمِ سِے بَہْتَرِ بَدَلْ دِے“

﴿بخاری کتاب التفسیر باب قوله و اتخذ وامن مقام ابراہیم

مصلیٰ (سورۃ بقرہ: 125) ج 02 ص 644﴾

بخاری کی نعمت اور نیکی کا جذبہ:

53- ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بخاری کے مریض کو بہت زیادہ نیکیاں عطا فرماتا ہے۔ حضرت اُہسی بن کعب ؓ نے سنا تو بارگاہ الہی میں عرض کیا: یا اللہ تعالیٰ! میں تجھ سے ایسے بخاری کی دعا مانگتا ہوں جو مجھے جہاد، بیت اللہ شریف کے سفر اور مسجد کی حاضری سے ندرہ کے۔

چنانچہ آپ ﷺ کے بیٹے کا بیان ہے کہ میرے باپ کو ہر وقت بخاری رہتا تھا اور بدن جلتا رہتا تھا مگر اس حالت میں بھی وہ حج اور جہاد کے لیے سفر کرتے اور مسجدوں میں بھی حاضری دیتے اور اسے جوش و جذبہ کے ساتھ کام کرتے تھے کہ کوئی محسوس بھی نہیں کر سکتا تھا کہ وہ بخاری کے مریض ہیں۔ ﴿کنز العمال ج 13 ص 263﴾

شراب سے شہد کیسے بنا؟

54- حضرت خثیمہ ؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت خالد بن ولید ؓ کے پاس شراب سے بھری ہوئی مشک لے کر آیا تو آپ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ اس کو شہد بنا دے۔۔۔۔۔ تھوڑی دیر بعد جب لوگوں نے دیکھا تو وہ مشک شہد سے بھری ہوئی تھی۔

﴿طبری ج 04 ص 04- حجتہ اللہ علی العالمین ج 06 ص 867﴾

دعا کرتے ہی وصال ہو گیا:

55- حضرت مقبری ؓ کہتے ہیں کہ مروان حضرت ابو ہریرہ ؓ کے مرض وفات میں ان کے پاس گیا اور کہنے لگا: اے ابو ہریرہ ؓ! اللہ تعالیٰ آپ کو شفاء عطا فرمائے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ نے کہا: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّ لِقَافَکَ فَاجِبْ لِقَافِیْ۔ اے اللہ تعالیٰ! میں تیری ملاقات کو محبوب رکھتا ہوں تو مجھ سے ملاقات کو محبوب بنائے۔

چنانچہ وہاں سے چل کر مروان ابھی اصحاب اقطا مقام تک نہیں پہنچا تھا کہ حضرت ابو ہریرہ ؓ کا انتقال ہو گیا۔ ﴿طبقات ابن سعد ج 04 ص 339﴾

یا اللہ! ہمیں بھی ایسی موت نصیب فرما، آمین:

56- حضرت ابو ثعلبہ خنی ؓ کے ہارے میں ہے کہ آپ اکثر دعا کرتے تھے کہ اے اللہ تعالیٰ! مجھے عام لوگوں کی طرح ایڑیاں رگڑ رگڑ کر اور دم گھٹ گھٹ کر مرنا پسند نہیں ہے۔ مجھے ایسی موت ملے کہ اس میں ایڑیاں رگڑنے اور دم گھٹنے کی تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔

حضرت امیر معاویہ ؓ کے دور حکومت میں ایک دفعہ یہ آدمی رات گزرنے کے بعد نماز میں مشغول تھے کہ ان کی بیٹی نے خواب میں دیکھا کہ ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔ وہ اسی وقت خواب سے گھبرا کر اُٹھ بیٹھیں اور اپنے والد کو آواز دی تو دیکھا کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد دوسری دفعہ آواز دی تو کوئی جواب نہ ملا۔ پاس جا کر دیکھا تو ان کا سر جگہ میں تھا اور روح پرواز کر چکی تھی۔ ﴿اسد الغابہ۔ اصحابہ﴾

کاش! ہم پر بھی ہو جائے ایسا کرم یا اللہ!

57- حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک! میں نے اور حمید طویل نے حضرت ثابت بنانی تابعی ؓ کو گد میں اتارا تھا۔ جب ہم کچی ایشیں برابر کر چکے تو ایک اینٹ گر گئی۔ میں نے انہیں دیکھا کہ وہ قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں۔

﴿حلیۃ الاولیاء امام ابو نعیم﴾

وہ دعا کیا کرتے تھے: اے اللہ تعالیٰ! اگر تو نے کسی مخلوق کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے تو مجھے بھی دینا۔ اللہ تعالیٰ کی شان سے بعید تھا کہ ان کی دعا زور فرما دے۔

﴿کشف النور عن ربی از علامہ عبد الغنی نابلسی ص 09﴾

یوم محشر اور اولیاء کرام کی رضاء و مرضی:

58- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث پاک میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (بروز قیامت) بعض مسلمان اس ہل (ہل مراد) سے پلک جھپکنے میں مگڑ جائیں گے اور بعض مسلمان اپنے گناہوں کی وجہ سے کانٹوں سے زخمی ہو کر جہنم میں گر جائیں گے..... عَنِّي إِذَا خَلَصَ الْمُؤْمِنُونَ مِنَ النَّارِ قَوْلَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مِمَّنْ أَخَذَ مِنْكُمْ بِأَشَدِّ مَنَاقِبَةٍ لِلَّهِ فِي الْأَشْفَاقِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لِلَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِأَخْوَالِهِمُ الَّذِينَ فِي النَّارِ..... یہاں تک کہ جب یہ مومن آگ سے نجات پالیں گے تو مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے وہ جہنم میں جانے والے اپنے (مسلمان) بھائیوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے (اس کی شفقت و رحمت پر اعتماد کرتے ہوئے لاڈ پیار سے) ایسا جھگڑا کریں گے جیسا جھگڑا تم میں سے کوئی شخص اپنا حق مانگنے کے لیے بھی نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ (ان کی سفارش قبول فرماتے ہوئے) انہیں حکم دے گا کہ وہ اپنے ان بھائیوں کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کر دیں تو وہ مسلمان بار بار بڑی تعداد میں مخلوق خدا کو جہنم سے نکال لائیں گے۔ یہاں تک کہ عرض کریں گے، اے اللہ (عز و جل) اب جہنم میں تنگی کا ایک ذرہ بھی نہیں ہے۔

بخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ وجوه يومئذ اضرة

02 ص 1107۔ مسلم کتاب الایمان باب البہات رویہ المؤمنین فی

الاحرة لربهم۔ ج 01 ص 102-103۔

59- امام بخاری حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب مومن جنت میں داخل ہو گا تو پوچھے گا: میرا باپ کہاں ہے؟ میری ماں کہاں ہے؟ میرے بچے کہاں

ہیں؟ میری بیوی کہاں ہے؟ اسے بتایا جائے گا کہ انہوں نے تیری طرح نیک اعمال نہیں کیے اس لیے وہ یہاں موجود نہیں تو وہ جنتی جواب میں کہے گا کہ میں تو اپنے لیے اور ان کیلئے نیک اعمال کرتا تھا پھر کہا جائے گا کہ ان لوگوں کو بھی جنت میں داخل کر دو۔ تفسیر مظہری رحمۃ اللہ علیہ 60- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِنَّ اللَّهَ لَيُوقِعُ ذُرِّيَّةَ الْمُؤْمِنِ مَعَهُ فِي الْجَنَّةِ وَإِنْ كَانَ لَمْ يَلْقَها لِنَقَرٍ بِهِمْ عَذَابُهُ ثُمَّ قُرَّةٌ وَالْغِلْمَنُ آمَنُوا..... اللہ تعالیٰ مومن کی اولاد کو بھی جنت میں اس کا درجہ عطا فرمائے گا اگرچہ وہ اپنے اعمال کے ذریعے وہاں رہنے کا حق دار نہ ہو۔ یہ اس لیے تاکہ اس مقام پر فائز دیکھ کر اس نیک بندے کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ طور کی آیت نمبر 21 کی تلاوت فرمائی۔

نوٹ: جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آخرت میں کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا اور تاکید میں کافروں کے بارے میں نازل ہونے والی آیات پیش کرتے ہیں ان کو ان احادیث مبارکہ پر غور کر کے اپنا عقیدہ درست کر لینا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ خوش نصیبوں کو کیسا راضی فرمائے گا:

61- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث میں ہے کہ (جب) اللہ تعالیٰ بندوں کے فیصلے سے فارغ ہو جائے گا اور صرف ایک آدمی باقی رہ جائے گا وہ جہنم سے نکلنے اور جنت میں جانے کے اعتبار سے آخری ہو گا، وہ عرض کرے گا: اے رب! میرا منہ جہنم کی طرف سے پھیر دے کیونکہ اس کی بدبونی نے مجھے تڑپا رکھا ہے اور اس کی تشنہ نے مجھے جھلسا دیا ہے۔ پس وہ اللہ تعالیٰ سے جس طرح دعا کرنا چاہے گا: کرے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اگر تجھے یہ چیز عطا فرمادی جائے تو کیا تو اس کے سوا کچھ اور چیز تو نہیں مانگے گا؟

وہ عرض کرے گا: تیری عزت کی قسم، میں اور کچھ نہیں مانگوں گا۔ پس وہ جس طرح

چاہے گا: اللہ تعالیٰ سے بچے عہد و بیان کرے گا۔ پس اللہ تعالیٰ اس کے منہ کو جہنم کی طرف سے پھیر دے گا۔

جب وہ شخص جنت کی طرف منہ کرے گا اور اسے دیکھے گا تو جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ خاموش رہے گا پھر عرض کرے گا: اے رب! مجھے جنت کے دروازے تک پہنچا دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تو نے پکا وعدہ نہیں کیا تھا کہ اب اس کے سوا کچھ اور نہیں مانگوں گا؟ وہ عرض کرے گا: تیری عزت کی قسم، میں اس کے سوا اور کچھ نہیں مانگوں گا اور جو چاہے گا عہد و بیان کرے گا..... پس اسے جنت کے دروازے تک پہنچا دیا جائے گا۔

پس وہ شخص جب جنت کے دروازے پر کھڑا ہوگا، اس کی طرف توجہ کرے گا اور جو اس کے اندر آسائش و سرور ہے اسے دیکھے گا تو جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ خاموش رہے گا اور پھر عرض کرے گا: اے رب! مجھے جنت میں داخل فرما دے۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تو نے بچے عہد و بیان نہیں کیے تھے کہ جو کچھ تجھے دیا تو اس کے سوا کچھ نہیں مانگے گا؟ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے ابن آدم! تجھ پر انصاف ہے تو کتنا وعدہ شکن ہے۔ وہ شخص عرض کرے گا: اے رب! میں تیری مخلوق میں سے زیادہ بد نصیب نہیں رہتا چاہتا۔ جب وہ برابر دعا کرتا رہے گا تو اللہ تعالیٰ مسکرانے لگے گا: فرمائے گا: جنت میں داخل ہو جا۔

فَإِذَا دَعَاهَا قَالَ اللَّهُ لَهُ تَمَنُّهُ لَسَأَلَ رَبَّهُ وَتَمَنَّى حَتَّىٰ إِنَّ اللَّهَ لَيَذْكُرُهُ وَيَقُولُ مَعًا أَوْ كَمَا حَتَّىٰ انْقَطَعَتْ بِهِ الْإِلَهَ مَا بِي قَالَ اللَّهُ ذَالِكَ لَكَ وَمِنْهُ مَعًا..... جب وہ داخل ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ کچھ اور تمنا کر۔ پس وہ رب تعالیٰ سے تمنا کرتا جائے گا یہاں تک کہ خود اللہ تعالیٰ اس کو یاد دلاتا جائے گا کہ فلاں چیز اور فلاں چیز۔ آخر کار اس کی تمام تمنائیں پوری ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تجھے یہ دیا اور اتنا ہی اور دیا۔ (حضرت ابوسعید خدری ؓ نے یہاں پر فرمایا: اس کے ساتھ دس تمنا اور)

﴿بخاری کتاب التوحید باب قول الله تعالى وجوه يومئذ باضراة﴾ ج 2 ص 1106

62- حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ حضور نبی کریم ﷺ سے مرفوعاً فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ ؑ نے رب تعالیٰ سے پوچھا: اے میرے رب! سب سے کم درجے کا جنتی کون ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ایک آدمی ہوگا جو تمام جنتیوں کے جنت میں داخلے کے بعد آئے گا۔ اس سے کہا جائے گا: داخل ہو جا۔ وہ کہے گا: کیسے داخل ہو جاؤں جب کہ تمام لوگ اپنی اپنی جگہوں پر پہنچ چکے اور انہوں نے جو کچھ لینا تھا وہ لے لیا۔

فَيَقَالُ لَئِذَا تَرَضَىٰ أَنْ يَكُونَ لَكَ مَكَانٌ لِمَلَكٍ مِنْ مَلَائِكَةِ اللَّهِ فَيَقُولُ
لَعَنَ نَبِيَّ رَبِّ فَلَقَدْ حَبِطْتُ۔ اس سے کہا جائے گا: تو کیا تو اس پر راضی ہے کہ تیرے لیے اتنا ہو جتنا کسی دنیاوی بادشاہ کے لیے تھا۔ وہ عرض کرے گا: ہاں! اے رب! میں راضی ہوں۔

..... پھر اسے کہا جائے گا: تیرے لیے اتنا ہے اور اس کے برابر (تین مرتبہ فرمایا یعنی تین گنا اور)۔ وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! میں راضی ہوں۔

فَيَقَالُ لَئِذَا قِيلَ لَكَ هَذَا وَعَشْرَةٌ أَقْبَلَهُ فَيَقُولُ رَحِيبْتُ أَيْ رَبِّ..... پھر اس سے کہا جائے گا: یہ سب کچھ تیرے لیے اور اس جیسا دس گنا مزید تو وہ کہے گا: اے رب! میں راضی ہوں۔

فَيَقَالُ لَئِذَا قِيلَ لَكَ مَعَ هَذَا مَا اشْتَهَتْ نَفْسُكَ وَلَكُلْتُ عَيْنُكَ..... پھر اس سے کہا جائے گا: اس کے علاوہ تیرے لیے وہ سب کچھ جو تیرا جی چاہے اور جس سے تیری آنکھیں غشٹی ہوں۔ ﴿ترمذی ابواب تفسیر القرآن باب ومن سورة السجدة﴾

گستاخانِ اولیاء کا انجام پڑھیے اور عبرت حاصل کیجیے:

63- ایک عورت حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کو جھانکا کرتی تھی۔ آپ ﷺ اس کو متع فرماتے مگر وہ باز نہ آتی۔ ایک دن اس نے جھانکا تو آپ ﷺ کی زبان سے دعا نکل..... فَسَاءَ وَجْهُكَ..... تیرا چہرہ بگڑ جائے..... آپ ﷺ کا دعا کرنا ہی تھا کہ اس وقت اس کا

چہرہ گندی کی طرف پھر گیا۔ ﴿جامع کرامات اولیاء ج 01 ص 138﴾

64۔ ایک شخص نے حضرت سیدنا علیؑ کو برا بھلا کہا حضرت سعدؓ نے سنا تو ہارگاہ الہی میں عرض کیا: یا اللہ! یہ شخص حیرے اولیاء میں سے ایک ولی کو برا کہہ رہا ہے اس لیے یہ جمع منتشر ہونے سے پہلے اسے اپنی قدرت دکھا۔

راوی فرماتے ہیں کہ ابھی ہم الگ الگ نہ ہوئے تھے کہ اس کی سواری نمودی اور اس بد بخت کو پتھروں میں پھینک دیا اور اس کا دماغ پھٹ گیا اور وہیں مر گیا۔

﴿جامع کرامات اولیاء ج 01 ص 138﴾

65۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا ایک ایسے شخص پر گزر رہا جو حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کی شان میں نامناسب الفاظ کہہ رہا تھا۔ حضرت سعدؓ نے سن کر فرمایا کہ اے شخص! تو ایسے لوگوں کو برا کہہ رہا ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیر کا وعدہ آچکا ہے اس لیے یا تو اس بد زبانی سے باز آجایا میں حیرے خلاف دعا کرتا ہوں۔ وہ شخص کہنے لگا کہ آپ تو مجھے ایسے ڈراتے ہیں جیسے آپ نبی ہوں۔ حضرت سعدؓ نے دعا کی: یا اللہ! یہ شخص حیرے دوستوں کی شان میں بد گوئی کر رہا ہے۔ آج کے دن اس کو سزا دے۔ اسی وقت ایک سختی اونٹ آیا اور لوگوں کو چیرتا ہوا آگے بڑھا اور اس بد نصیب شخص کو روند کر مار ڈالا اور بھاگ گیا۔

﴿مجمع الزوائد ج 09 ص 154 بحوالہ طبرانی و قال رجالہ و رجال

الصحيح۔ جامع کرامات اولیاء ج 01 ص 130﴾

66۔ مروان کے ہارے میں محلول ہے کہ وہ ایک دن ڈنگلیں مار رہا تھا کہ یہ مال ہمارا ہے ہم جہاں چاہیں گے خرچ کریں گے۔

حضرت سعدؓ نے ہاتھ اٹھائے ہوئے فرمایا: اے مروان دعا کروں ایہ سنتے ہی

مروان اچھلا اور جلدی سے قدموں میں گر گیا اور منت سماجت کرنے لگا کہ آپ دعا نہ فرمائیں، یہ مال اللہ تعالیٰ کا ہے۔ ﴿جامع کرامات اولیاء ج 01 ص 138﴾

67۔ حضرت ابوہریرہؓ عطار دی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حضرت علیؓ کو حضور ﷺ کے گھرانے میں سے کسی کو برا بھلا نہ کہو کیونکہ ہمارا ایک بڑا بیٹا بنو سلہم جس کا تھا اس نے گستاخی کی اور یوں کہا: کیا تم لوگوں نے اس قاسق حسین بن علیؓ کو دیکھا ہے؟ اللہ انہیں قتل کرے۔ (معاذ اللہ)

یہ گستاخی کرنا ہی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی دونوں آنکھوں میں دو سفید نقطے پیدا کر دیئے اور بیٹائی ختم کر دی۔

﴿مجمع الزوائد ج 9 ص 229 مملو مدار الکتاب العلمیہ بیروت بحوالہ طبرانی

اور کہلو رجالہ و رجال الصحيح..... کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں﴾

68۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں (کوفہ کے یزیدی گورنر) ابن زیاد کے پاس موجود تھا کہ حضرت امام حسینؓ کا سر مبارک لایا گیا تو وہ ایک چھری آپ کی ناک پر مارنے لگا اور کہا: میں نے ان کا ساق نہیں دیکھا تو پھر ان کا (حضرت امام حسینؓ) ذکر کیوں ہوتا ہے۔ ﴿ترمذی ابواب المناقب﴾

69۔ حضرت عمارہ بن عبیدؓ فرماتے ہیں کہ عبید اللہ ابن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر لا کر مسجد کے محن میں ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر رکھے گئے تو میں ان کے پاس گیا۔ لوگ کہہ رہے تھے: آگیا، آگیا۔ اچانک دیکھا کہ ایک سانپ آیا، وہ ان سروں کے درمیان سے نکلتا ہوا ابن زیاد کے تنہوں میں داخل ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد چلا گیا یہاں تک کہ غائب ہو گیا۔ لوگوں نے پھر کہا: آگیا، آگیا۔ دو یا تین مرتبہ اس نے اسی طرح کیا

﴿ترمذی ابواب المناقب۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے﴾

اولیاء کرام کا مقام محبوبیت:

70- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الْمَلَأَ لَأَنْ مَنْ عَادَى لِيْ وَرِيًّا فَقَدْ اَدْنَتْهُ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِيْ بِمَشْيٍ وَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا انْفَرَسَتْ عَلَيْهِ وَمَا يَمُوتُ عَبْدِيْ يُتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى اُحِبَّهُ فَإِذَا اُحِبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَبَذَهُ الَّذِي يَبْطِشُ بِهِ وَ رَجُلَهُ الَّذِي يَمْشِي بِهِ وَ إِنْ سَأَلْنِيْ لَأُعْطِيَنَّهُ وَلَئِنْ اسْتَعَاذَنِيْ لَأُعِيذَنَّهُ وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ وَ أَنَا لَعَالِيَهُ تَرَدَّدِيْ عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ بِكُفْرَةِ الْمَوْتِ وَ أَنَا لَأَكْرَهُ مَسَاءَةً.....

﴿بخاری کتاب الرقاق باب التواضع ج 06 ص 963﴾

”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جو میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے میں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں اور میرا بندہ ایسی کسی چیز کے ذریعے میرا قرب حاصل نہیں کرتا جو مجھے پسند ہیں اور میں نے اس پر فرض کیا ہیں بلکہ میرا بندہ برابر نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے (یعنی وہ معروفات و مستحبات کی ادائیگی اور منکرات و مکروہات سے اجتناب کر کے میری بارگاہ میں قبولیت و محبوبیت کا وہ مرتبہ حاصل کر لیتا ہے) یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کی سماعت بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ سنتا ہے اور اس کی بصارت بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ دیکھتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن کے ساتھ وہ چلتا ہے (یعنی وہ میری صفات کا مظہر بن جاتا ہے اور اسے علم و مشاہدہ کی خاص و صفت اور تصرف و اختیار کی خاص قدرت حاصل ہو جاتی ہے) اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اسے ضرور عطا کرتا ہوں (یعنی میں اس کا سوال اور اس کی

مرضی رد نہیں کرتا) اور اگر وہ میری پناہ چکے تو میں ضرور اسے پناہ دیتا ہوں اور کسی کام میں مجھے تردد نہیں ہوتا جس کو میں کرتا ہوں مگر مومن کے موت کو نہ سمجھنے میں کیونکہ میں اس کے اس نہ سمجھنے کو نہ سمجھتا ہوں (وہ جس کو ناپسند کرے میں بھی اس کام کو ناپسند کرتا ہوں)“

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كَذَلِكَ الْعَبْدُ إِذَا وَاظَبَ عَلَى الطَّاعَاتِ بَلَغَ إِلَى الْمَقَامِ الَّذِي يَقُولُ اللَّهُ كُنْتُ لَهُ سَمْعًا وَبَصَرًا فَإِذَا صَارَ نُورُ جَلَالِ اللَّهِ سَمْعًا لَهُ سَمِعَ الْقَرِيبُ وَالْبُعِيدُ وَإِذَا صَارَ ذَلِكَ النُّورُ بَصَرًا لَرَأَى الْقَرِيبُ وَالْبُعِيدُ وَإِذَا صَارَ ذَلِكَ النُّورُ يَدًا لَقَدَرَ عَلَى التَّصَرُّفِ إِلَى الصَّغْبِ وَالسَّهْلِ وَالْبُعِيدِ وَالْقَرِيبِ

﴿تفسیر کبیر ج 05 ص 688 مطبوعہ مصر ذریعہ آیت نمبر 09 سورۃ کہف﴾

.....ام حسب ان اصحاب الکہف﴾

..... اسی طرح جب بندہ اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری میں مستقل حراچی کے ساتھ پابندی اختیار کر لیتا ہے تو اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے اس بندے کے کان اور آنکھ بن جاتا ہوں۔ تو جب جلال الہی کان اور اس کی سماعت بن گیا تو اس بندے کے لیے قریب و دور کی آوازوں کا سننا برابر ہو جاتا ہے اور جب یہ نور اس کی بصارت یعنی بینائی بن گیا تو اس بندے کے لیے نزدیک و دور کا دیکھنا برابر ہو جاتا ہے اور جب یہ نور اس کا ہاتھ بن گیا تو اس بندے کو مشکل اور آسانی میں دور و نزدیک کے معاملات میں تصرف (یعنی عمل و دخل) کی قدرت حاصل ہو جاتی ہے۔

بخاری شریف کی اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ:

1- اولیاء کرام فراتر از دو اجابت ایک طرف نوافل و مستحبات پر بھی عمل پیرا ہوتے ہیں۔ وہ

معروف کاموں کی ادائیگی و پابندی اور صنوع و مہلکوں کاموں سے گریز و اجتناب پر نہایت مستعد ہوتے ہیں۔ انتخاب کام کرکین کو اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوبیت کے مقام پر فائز ہو جاتے ہیں۔

2- اس میں ان جاہل و بے عمل لوگوں کی بھی تردید ہے جو خود کو احکام شریعت کی پابندی سے آزاد و مبرا سمجھتے ہیں اور اپنی اعتقادی و عملی بد حالی کے باوجود اپنے لیے مقام ولایت کے دعوے دار ہوتے ہیں۔

3- بخاری شریف کی حدیث ولی اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اولیاء کرام کو احکام شریعت کی پابندی کرنے پر اپنے خاص فضل و کرم سے نوازتے ہوئے اپنے ہاں محبوبیت کے اعلیٰ مقام پر فائز کر کے ان کے حواس و قوتوں کو اپنی صفات عالیہ سے فیض یاب فرما دیتا ہے جس کے نتیجہ میں اولیاء کرام کا سنا، دیکھنا، چلنا اور گرفت کرنا نہایت کامل ہو جاتا ہے۔ ان کا علم و مشاہدہ نہایت وسیع اور ان کا تصرف و اختیار اور طاقت و تسلط نہایت مضبوط ہو جاتے ہیں۔

چونکہ وہ دوسرے لوگوں سے منفرد و ممتاز مقام پر فائز ہوتے ہیں اور ان کی صفات صفات باری تعالیٰ سے فیض یاب ہوتی ہیں اس لیے اولیاء کرام کو اپنے جیسا سمجھتے ہوئے ان کے حواس و قوتوں کو اپنے حواس و قوتوں پر قیاس کر کے ان کے علم و مشاہدے اور ان کے تصرف و اختیار کی وسعت و کاملیت کا انکار کرنا اور انہیں نادان و بے خبر اور مجبور لاچار سمجھنا پر لے درجے کی جہالت و حماقت ہے۔

4- اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کا سوال اور مرضی پوری فرماتا ہے اور وہ اپنے رب تعالیٰ کی خاص پناہ میں ہوتے ہیں۔

5- اللہ تعالیٰ ان کی پسند کو اپنی پسند قرار دیتا ہے۔ جسے وہ ناپسند کریں اللہ تعالیٰ بھی اسے ناپسند فرماتا ہے اور جو ان سے بغض و عناد رکھے، اسے اپنا دشمن قرار دے کر اس کے خلاف اعلان جنگ فرما دیتا ہے۔

71- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ عَادِي وَلِيِّ اللَّهِ فَقَدْ هَارَى اللَّهُ تَعَالَى بِالْمَعَارِيَةِ وَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْأَوْفِيَاءَ الْأَخْفِيَاءَ الَّذِينَ إِنْ غَابُوا لَمْ يُنْقَضُوا وَإِنْ حَضَرُوا لَمْ يُعْرَفُوا قُلُوبُهُمْ مَصَابِيحُ الْهَدَى يَخْرُجُونَ مِنْ كُلِّ غُتْرَاءٍ مُظْلِمَةٍ

ترجمہ مستدرک حاکم ج 4 ص 328 کتاب الرقاق باب خصائص اولیاء اللہ۔

امام ذہبی نے اپنی تفسیر میں اس حدیث پاک کی تصحیح کی توثیق کی ہے ﴿

”بے شک جو اللہ تعالیٰ کے ولی سے دشمنی کرے، اللہ تعالیٰ (اس کے خلاف) جنگ کا اعلان کر دیتا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ ان پوشیدہ نیکو کاروں سے محبت رکھتا ہے جو غائب ہوں تو تلاش نہ کیے جائیں اور اگر موجود ہوں تو پہچانے نہ جائیں۔ ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں وہ ہر اندھیری زمین میں سے نکلتے ہیں“

جیسا کہ ایک اور حدیث قدسی میں ہے:

72- إِيَّا لَآ قَارَ إِلَّا وَبِإِيَّائِي عَمَّا يَتَارُ الْكُذِبُ..... (اللہ تعالیٰ فرماتا

ہے) بے شک میں اپنے اولیاء (دوستوں) کا بدلہ لیتا ہوں جیسا کہ ایک لڑاکا شیر اپنے ساتھیوں کا بدلہ لیتا ہے۔

﴿منہاج المسلم ص 112 مولفہ ابو بکر جابر الجعفی مترجم محمد رفیع اثری

مطبوعہ دار السلام پبلشرز لاہور اریاض﴾

مزید احادیث مبارکہ کے لیے ملاحظہ ہو، مجمع الزوائد ج 01 ص 344 کتاب

الوفاء باب فی من آذى اولیاء اللہ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت۔

حضرات محترم! آپ نے دیکھا کہ صحابہ کرام اور اولیاء عظام رضی اللہ عنہم کے ساتھ

حسن اعتقاد رکھنا اور ان کا ادب و احترام کرنا ضروری ہے۔ ان کی شان میں گستاخی کرنے یا ان کے لیے نامناسب و نازیبا کلمات ادا کرنے والا کبھی بڑے انجام سے نہیں بچ سکتا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ خود اپنے محبوب بندوں کی عظمت و ناموس کی حفاظت فرماتا ہے اور جو ان محبوبان ہارگاہ کے ساتھ بغض و عناد رکھے یا گستاخانہ رویہ اختیار کرے، اسے یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ اس کی جنگ محض ان محبوبان الہی کے ساتھ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اولیاء کرام کے دامن کرم سے وابستہ رہتے اور ان کے ساتھ محبت و عقیدت، تعظیم و تکریم اور اطاعت و فرماں برداری کا تعلق مضبوط کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بھی محبت و عقیدت اور ادب و احترام کرنے والے خوش نصیبوں کی جماعت میں شامل فرما اور اولیاء کرام کی بے ادنیٰ و گستاخی سے محفوظ رکھنا، آمین۔

حاصل کلام:

قرآن پاک کی انیس (19) آیات مبارکہ اور بخاری و مسلم سمیت دیگر کتب کی پندرہ (72) احادیث مبارکہ، آثار مقدسہ اور مفسرین و محدثین کی عبارات سے بخوبی واضح ہوا کہ

1- انبیاء کرام ﷺ اور اولیاء عظام رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالیٰ کی ہارگاہ میں قربت و منزلت اور وجاہت و مقبولیت کا نہایت اعلیٰ مقام حاصل ہوتا ہے۔

2- اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کی مرضی پوری فرماتا ہے۔

3- ”رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا“..... ایسا عقیدہ رکھنا نہایت غلط اور قرآن و حدیث کے بالکل خلاف ہے۔

4- اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کے بارے میں گستاخانہ رویہ رکھنے والوں پر دنیا و آخرت میں سختی اور غضب و عذاب کا اظہار فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن و حدیث کا صحیح فہم عطا فرمائے اور اپنے محبوب بندوں کے ساتھ بھی محبت و عقیدت رکھنے اور ان کا ادب و احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، (آمین)۔

دوسرا حصہ

اللہ تعالیٰ

کے

محبوب بندوں

کا کام

اللہ تعالیٰ کا کام ہے

☆ فرشتے اعمال لکھتے ہیں:

02,01- وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِينَ ۝ ﴿الانفطار: 10, 11﴾

”اور بے شک تم پر کچھ حافظ ہیں۔ معزز لکھنے والے“

03- أَمْ يَحْسِبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ ۖ بَلَىٰ ۖ وَرُسُلْنَا

لَعَنَهُمْ يَكْذِبُونَ ۝ ﴿سورة الفرقان: 80﴾

”کیا اس سمجھت میں ہیں کہ ہم ان کی آہستہ بات اور ان کی مشورت نہیں سنتے، ہاں

کیوں نہیں اور ہمارے فرشتے ان کے پاس لکھ رہے ہیں“

فرشتوں کا لکھنا اللہ کا لکھنا ہے:

05,04- وَتُرَىٰ كُلُّ أُمَّةٍ جَالِئَةً ۖ كُلُّ أُمَّةٍ تُدْخِلُ إِلَيْهِ كِتَابُهَا ۖ ثُمَّ

تُجْزَوْنَ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ هَذَا كِتَابُنَا يَنْطَلِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۖ إِنَّا

كُنَّا نَسْتَنَسِخُ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ ﴿سورة الجاثية: 28, 29﴾

”اور تم ہر گروہ کو دیکھو گے گھٹنوں کے بل کرے ہوئے۔ ہر گروہ اپنے نامہ اعمال کی

طرف بلایا جائے گا۔ آج تمہیں تمہارے کیے کا بدلہ دیا جائے گا۔ ہمارا یہ لکھا ہوا تم پر حق بولا

ہے۔ ہم لکھتے رہے تھے جو تم نے کیا“

06- إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قُلْتُمْ وَإِلَازَهُمْ ۖ وَكُلُّ شَيْءٍ

أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ ۝ ﴿سورة قیامت: 12﴾

”بے شک ہم مردوں کو زندہ کریں گے اور ہم لکھ رہے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا

اور جو کتابیاں پیچھے چھوڑ گئے اور ہم نے ہر چیز کن رکھی ہے ایک جگہ والی کتاب میں“

☆ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے قرآن نازل فرمایا:

07- قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلْجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا

لَمَّا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهَدَىٰ وَبَشَّرَ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿البقرہ: 97﴾

”تم فرماؤ جو جبریل کا دشمن ہو تو اس نے تو (اے محبوب ﷺ) تمہارے دل پر اللہ کے حکم سے یہ قرآن اتارا اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتا اور ہدایت و بشارت مومنوں کیلئے“

ان کا نازل کرنا..... اللہ کا نازل کرنا ہے:

08- إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ..... ﴿سورۃ الزمر: 02﴾

”بے شک ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ اتاری“

09- وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ بَيِّنَاتٍ لِّكُلِّ شَيْءٍ ﴿النحل: 89﴾

”اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے“

☆ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور ﷺ پر قرآن پڑھتے تھے:

11,10- إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ﴿ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ﴾

﴿سورۃ النور: 19, 20﴾

”بے شک یہ عزت والے رسول (جبریل علیہ السلام) کا پڑھنا ہے جو قوت والا ہے،

مالک عرش کے حضور عزت والا“

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا پڑھنا اللہ کا پڑھنا ہے:

12- ذَٰلِكَ نَقُودُهُ عَلَيْكَ مِنَ الْأَيْتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ ﴿سورۃ آل عمران: 58﴾

”یہ ہم تم پر پڑھتے ہیں کچھ آیات اور حکمت والی نصیحت“

14,13- إِنْ عَلَيْنَا جُمُوعَةُ الْقُرْآنِ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ كَلَّا إِنَّهُ كَذَّابٌ أَفْتِنَ﴾ ﴿القصص: 17, 18﴾

”بے شک اس کا محفوظ کرنا اور اس کا پڑھنا ہمارے ذمہ ہے۔ تو جب ہم اسے پڑھ

چکیں اس وقت اس پڑھے ہوئے کا اتباع کرو“

15- وَلَقَدْ أَلَيْنَا مَخْمُورًا ﴿لَقَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً﴾

﴿سورۃ الفرقان: 32﴾

”اور کا فرما لے: قرآن ان پر ایک ساتھ کیوں نہ اتار دیا۔ ہم نے یوں ہی بتدریج

اسے اتارا ہے کہ اس سے تمہارا دل مضبوط کریں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا“

☆ فرشتوں نے کنکر برسائے..... اللہ نے فرمایا: ہم نے برسائے:

16- فَجَعَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلَّالًا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حَبًّا مِّنْ مَّسِينٍ ﴿سورۃ الحجر: 74﴾

﴿سورۃ الحجر: 74﴾

”تو ہم نے اس ہستی کا اوپر کا حصہ اس کے نیچے کا حصہ کر دیا اور ان پر پتھر کے کنکر برسائے“

☆ فرشتوں نے حضرت اسحاق علیہ السلام کی خوش خبری دی:

17- وَتَشْرُدُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ﴿سورۃ الذاریات: 28﴾

”اور فرشتوں نے اس (ابراہیم علیہ السلام) کو ایک علم والے لڑکے کی بشارت دی“

اللہ نے فرمایا کہ ہم نے خوش خبری دی:

19,18- فَلَمَّا رَأَىٰ أَن يُبَدِّلَهُمْ لَا تُبَدِّلُ إِلَيْهِ لِيَكْرَهُهُمْ وَأَلْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً

﴿سورۃ الحجر: 70, 71﴾

”پھر جب دیکھا کہ ان (فرشتوں) کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں نکلتے (حضرت

ابراہیم علیہ السلام) ان کو انجی سمجھا اور جی جی میں ان (کے آنے سے) سے ڈرنے

لگا۔ انہوں نے کہا: ڈریے نہیں ہم تو موط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ اور اس (ابراہیم) کی

بی بی مکڑی تھی وہ ہنسنے لگی تو ہم نے اسے اسحاق کی خوشخبری دی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی“

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اختیار اللہ تعالیٰ کے اذن و اجازت سے تھا:

20- وَرَسُولًا إِلَىٰ يَسِئَ إِسْرَءِيلَ لَا آتَيْنَاكَ جِئْنَكُمْ بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ

آتَيْنَا خَلْقَ لَكُمْ مِّنَ الطَّيْرِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنفِخْ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا

بِإِذْنِ اللَّهِ وَابْرَأَىٰ آلَ كَمَةَ وَآلَ بُرْصَ وَآخِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ

وَأَقْبَحَكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدْعُونَ فِي هَبْوَبِكُمْ ثَائِنًا فِي ذَٰلِكَ

لَا يَدْرِي لَكُمْ إِن كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ○ ﴿سورة آل عمران: 49﴾

”اور رسول ہو گا بنی اسرائیل کی طرف (یہ فرماتا ہوا کہ) میں تمہارے پاس ایک نشانی لایا ہوں تمہارے رب کی طرف سے کہ میں تمہارے لیے مٹی سے پرندے کی سی صورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ پرندہ ہو جاتی ہے اللہ کے حکم و اجازت سے اور میں شفا دیتا ہوں پیدا کی آندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مردے زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم و اجازت سے اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو، بے شک ان باتوں میں تمہارے لیے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو“

☆ حضور ﷺ کا کلام اللہ تعالیٰ کا کلام ہے:

21, 22- وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ○ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوَسَّلِي ○

﴿سورة النجم: 03, 04﴾

”اور وہ (حضور ﷺ) کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ وہ تو نہیں مگرونی جو انہیں کی جاتی ہے“

☆ آپ ﷺ کا کفار پر مٹی پھینکنا..... اللہ تعالیٰ کا پھینکنا ہے:

23- فَلَمَّ تَفَعَّلُوهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ قَلْبَهُمُ وَمَا مَتَّ إِفْرَمَتٌ وَلَكِنَّ اللَّهَ

زَلَمِي ○ وَلِيْلِي الْمَوْتُ مِنِّي بَلَاءٌ حَسَنًا ○ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ○

﴿سورة انفال: 17﴾

”تو تم نے انہیں قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا اور (اے محبوب ﷺ) اودھا کہ جو تم نے بھیجی تھی تم نے نہ بھیجی بلکہ اللہ نے بھیجی اور اس لیے کہ مسلمانوں کو اس سے اچھا انعام عطا فرمائے، بے شک اللہ مستجاب نکتا ہے“

☆ آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت..... اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت ہے

24- إِنَّ الْاٰدِیْنَ یَسِیْعُونَكَ اَلْمَا یَسِیْعُونَ اللَّهَ مَیْدَ الْاَلِ فَوْقَ اَیْدِیْہُمْ ○

فَمَنْ لَّحَّكَ فَلَا تَمَّا یُنْکُ عَلٰی نَفْسِہِ ○ وَمَنْ اَوْطٰی بِمَا طَہَدَ عَلَیْہِ

اللَّہُ فَسِیْرُوْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا ○ ﴿سورة الفتح: 10﴾

”بے شک جو لوگ تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہے تو جس نے عہد توڑا تو اس نے اپنے منہ کو عہد توڑا اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اس نے اللہ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ اسے بڑا ثواب دے گا“

حضور ﷺ کا سرگوشی کرنا..... اللہ تعالیٰ کا سرگوشی کرنا ہے:

73- حضرت حابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے طائف کے دن حضرت علیؓ کو

بلایا، ان سے سرگوشی کی تو لوگوں نے کہا: اپنے بچا زاد بھائی کے ساتھ آپ ﷺ کی سرگوشی

طویل ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اَللّٰہُ اَتَّجِیْتُہُ وَلَکِنِّیَّ اَللّٰہُ اَتَّجِیْتُہُ..... میں نے ان سے

سرگوشی نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے سرگوشی فرمائی۔ ﴿ترمذی ابواب المناقب﴾

حضور ﷺ کا کام..... اللہ تعالیٰ کا کام ہے:

74- حضرت محمد بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت براء بن عازبؓ کو سونے کی

انگوٹھی پہنے ہوئے دیکھا۔ لوگ ان سے کہتے تھے کہ آپ سونے کی انگوٹھی کیوں پہنتے ہیں حالانکہ حضور نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے؟

حضرت براءؓ نے فرمایا: ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ ﷺ کے سامنے غنیمت کا مال اور غلام موجود تھے۔ آپ ﷺ تقسیم فرما رہے تھے۔ سب اونٹ تقسیم کر چکے تو یہ انگوٹھی باقی رہی۔ آپ ﷺ نے نگاہ اٹھا کر اصحابؓ کو دیکھا، پھر نگاہ نیچی کر لی۔ پھر نگاہ اٹھا کر دیکھا، پھر نگاہ نیچی کر لی۔ پھر نگاہ اٹھا کر دیکھا اور مجھے بلایا: اے براءؓ (ﷺ) میں آکر آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے انگوٹھی لے کر میری کلائی تھامی، پھر فرمایا: پہن لے جو کچھ تجھے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ پہناتے ہیں۔

(حضرت براءؓ پوچھنے والے لوگوں سے فرماتے کہ تم لوگ مجھے کیوں کہتے ہو کہ میں وہ چیز اُٹا دوں جسے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اسے پہن لے جو کچھ اللہ تعالیٰ اور اس (اللہ تعالیٰ) کے رسول ﷺ نے پہنایا۔ ﴿مسند احمد ج 04 ص 294﴾
نوٹ: یہ حدیث پاک صحیح سند کے ساتھ مصنف ابن ابی شیبہ ج 08 ص 281 رقم الحدیث 5204 میں حضرت ابوالاسودؓ سے اور امام بغویؒ کی جدیدیات میں حضرت شعبہؒ کے ذریعے ابی اسحاقؓ سے بھی منقول ہے۔

علاوہ ازیں اس حدیث مبارکہ کو شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری ج 10 ص 261 مطبوعہ مصر کی کتاب المناسک کے باب نحو التیمم الدھب اور امام طحاویؒ نے شرح معانی الآثار ج 04 ص 64 رقم 6613 مطبوعہ بیروت کے کتاب التکرات کے باب التیمم باب الدھب میں نقل کیا ہے۔

تیسرا حصہ

اللہ تعالیٰ کے

محبوب بندوں کا

تصرف و اختیار

پہلا باب

قرآن پاک کیا کہتا ہے؟

فرشتے امور کائنات کا انتظام کرتے ہیں:

01- فَالْمُرْسَلَاتُ أَمْرًا ۝ "پھر کاموں کی تدبیر کریں" ﴿سورة النازعات﴾

مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے فرمایا: اِنَّهُمْ الْمَلَائِكَةُ وَتَحْمِلُوْا اِمْۡرًا مِّنْ عِزِّ رَبِّهِمْ اَللّٰهُ فَعَالِی الْعَمَلِ بَہَا..... "وہ فرشتے ہیں کہ ان کاموں پر مقرر کیے گئے جن کی کاروائی اللہ تعالیٰ نے انہیں تعلیم فرمائی" ﴿معالم التنزیل﴾

حضرت عبدالرحمن بن سابط ؓ نے فرمایا:

يُدَبِّرُ الْأُمُورَ فِي الدُّنْيَا أَرْبَعَةٌ جِبْرِيلُ وَمِيكَائِيلُ وَمَلَكُ الْمَوْتِ وَ
إِسْرَافِيلُ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَأَمَّا الْجِبْرِيلُ فَوُكِّلَ بِالرِّيحِ
وَالْجَنُودِ وَأَمَّا مِيكَائِيلُ فَوُكِّلَ بِالْغَطْرِ وَالنَّبَاتِ وَأَمَّا مَلَكُ الْمَوْتِ
فَوُكِّلَ بِقَبْضِ الْأَنْفُسِ وَأَمَّا إِسْرَافِيلُ فَهُوَ يُنْزِلُ بِأَلَا مَرِّ عَلَيْهِمْ.....

"دنیا میں چار فرشتے کاموں کی تدبیر کرتے ہیں حضرت جبریل، حضرت میکائیل،

حضرت ملک الموت اور حضرت اسرافیل (علیہم الصلوٰۃ والسلام)"

حضرت جبریل ؑ ہواؤں اور لشکروں پر مقرر ہیں (ہوائیں چلاتا اور لشکروں کو فتح

و شکست دیتا ان کا کام ہے) حضرت میکائیل ؑ بارش اور درختوں وغیرہ پر مقرر

ہیں (بارش برسانا اور درخت گھاس سبزہ وغیرہ اگانا ان کا کام ہے) حضرت ملک الموت

عزرائیل علیہ السلام جانیں قبض کرنے پر مقرر ہیں..... حضرت اسرافیل علیہ السلام ان سب پر حکم لے کر اتریں گے۔ ﴿معالم القرآن ج 04 ص 442﴾

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

بالکل اسی طرح انسان کا حال ہے کہ وہ اپنی دنیاوی زندگی میں کھانے پینے اور شہوت نفسانی اور اسی طرح کے دوسرے طبعی تقاضوں کو پورا کرنے اور زندگی کے مختلف مراسم و معاملات میں مصروف رہتا ہے لیکن اس کا قریبی تعلق ملائکہ ساقی سے ہوتا ہے اور ان کی طرف ہی اس کو زیادہ میلان اور کشش ہوتی ہے تو جب وہ مر جاتا ہے تو اس کے تمام جسمانی رشتے ٹوٹ جاتے ہیں اور وہ اپنی اصلی طبیعت کی طرف لوٹ آتا ہے اور پھر فرشتوں میں مل کر ان میں کاٹی ہو جاتا ہے اور فرشتوں کے سے الہامات اس کو بھی ہونے لگتے ہیں اور وہ بھی ویسے ہی کام کرنے لگتا ہے جیسے فرشتے کرتے ہیں۔ ﴿حجۃ اللہ بالباطن ص 74﴾

فرشتے حفاظت کرتے ہیں:

02- لَہٗ مُعَقِّبَاتٌ مِّنْ بَنِیْنٍ یَّکْفِیْہِ وَمِنْ خَلْفِہِ یَحْفَظُوْنَہٗ مِّنْ أَمْرِ اللّٰہِ..... ﴿سورۃ الزمر: 11﴾

﴿سورۃ الزمر: 11﴾

”آدمی کے لیے بدلی والے فرشتے ہیں اس کے آگے پیچھے کہ اللہ کے حکم سے اس کی

حفاظت کرتے ہیں“

فرشتے مومنوں کو ثابت قدم رکھتے ہیں:

03- اِذْ یُوحِیْ رُبُّکَ اِلَی الْمَلٰٓئِکَہِ اِنِّیْ مَعَکُمْ فَکَبَرُوْا لِلدِّیْنِ اٰمِنُوْا..... ﴿سورۃ الانفال: 12﴾

﴿سورۃ الانفال: 12﴾

”جب اے محبوب تمہارا رب فرشتوں کو وحی بھیجتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم

مومنوں کو ثابت قدم رکھو“

فرشتے فوت کرتے ہیں:

04- قُلْ یَعُوْذُکُمْ مَّلَکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُضِعَ بِکُمْ ثُمَّ اِلَی رَبِّکُمْ تُؤْجَعُوْنَ ﴿سورۃ السجدة: 11﴾

﴿سورۃ السجدة: 11﴾

”تم فرماؤ تمہیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے۔ پھر اپنے رب کی طرف واپس جاؤ گے“

05- اَلَّذِیْنَ تَتَوَفَّیْہُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ ظَالِمِیْنَ الْفٰسِیَہِمْ فَالْقَوُّوْا السَّلٰمَ مَا کُنَّا نَعْمَلُ

مِنْ سُوْءٍ ۭ ؕ بَلٰی اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌۢ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿سورۃ النحل: 28﴾

”وہ لوگ کہ ان کی جان نکالتے ہیں فرشتے اس حال پر کہ وہ اپنا برا کر رہے تھے۔ اب وہ فرماں برداری کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم تو کچھ برائی نہ کرتے تھے۔ ہاں بے شک اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو تمہارے اعمال تھے“

06- اَلَّذِیْنَ تَتَوَفَّیْہُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ حٰیِّیْنَ یَقُوْلُوْنَ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ

اِذْ حُلُوْا اِلَیْہِمْ ۭ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿سورۃ النحل: 32﴾

”وہ جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے سحرے بن میں یہ کہتے ہوئے کہ سلامتی ہو تم پر جنت میں جاؤ بدلائے اعمال کا“

فرشتے نافرمانوں کو ہلاک کرتے اور فرماں برداروں کو بچاتے ہیں:

08,07- وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا اِبْرٰہِیْمَ بِالنَّبَاسِیْرِ قَالُوْا اٰیٰتُنَا

مُہْلِکُوْا اَهْلَیْ طٰوِیْہِ الْقَرْیَۃِ ؕ اِنَّ اَهْلَہَا کَانُوْا کٰفِرِیْنَ ﴿سورۃ النحل: 12﴾

لَوْ کَا ۭ ؕ قَالُوْا اَنْھُنَّ اَعْلَمْنَ بِمَنْ فِیْہَا لَنَسَجِلْنَہٗنَّ وَاھْلَہٗ اِلَّا اَمْرًا ۭ ؕ

کَانَ مِنَ الْغٰیْبِیْنَ ﴿سورۃ النکبت: 31, 32﴾

”اور جب تمہارے فرشتے ابراہیم کے پاس آئے خوشخبری لے کر۔ بولے:

ہم ضرور اس شہر والوں کو ہلاک کریں گے۔ بے شک اس کے بسنے والے ظالم ہیں۔ (حضرت ابراہیم علیہ السلام نے) کہا: اس (ہستی) میں تو لوہ (لَوْح) ہے۔ فرشتے بولے: ہمیں خوب معلوم ہے جو کچھ اس میں ہے ضرور۔ ہم اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دیں گے سوائے اس کی عورت کے، وہ ورہ جانے والوں میں ہے۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت مریم کو بیٹا عطا فرمایا:

09- قَالِ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا ﴿۱۹﴾ ﴿سورۃ مریم: 19﴾
 ”(فرشتہ علیہ السلام) بولا: میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ میں تجھے ایک سچا بیٹا دوں“

حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہا نرم ہو جاتا تھا:

10- وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ مِنَّا مِثْلًا ضَلًّا مِّنْ جِبَالٍ آتَيْنَاهُ مَنَّةً وَالطَّيِّبَةَ ﴿۱۰﴾ وَالزَّكَاةَ
 الْحَمِيدَةَ ﴿۱۱﴾ ﴿سورۃ سبا: 10﴾

”اور بے شک ہم نے داؤد کو بڑا فضل دیا۔ اسے پہاڑوں اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو اور ہم نے اس کے لیے لوہا نرم کیا۔“

ہوا اور جنوں پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکمرانی:

11- وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحُ عَاصِفَةٌ تَجْرِي بِأَمْرِ إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَرَكْنَا
 فِيهَا مَوْجِدًا يَجْزِيهَا كُنُفٌ مِّنْ عِلْمِهِ ﴿۸۱﴾ ﴿سورۃ الانبیاء: 81﴾

”اور سلیمان کے لیے تیز ہوا سحر کر دی کہ اس کے حکم سے چلتی اس زمین کی طرف جس میں ہم نے برکت رکھی اور ہمیں ہر چیز معلوم ہے۔“

12, 13, 14- فَسُحِّرُوا لَهُ الرِّيحُ تَجْرِي بِأَمْرِ رُحَاءَ حَتَّىٰ
 أَصَابَ ﴿۸۲﴾ وَالشَّيَاطِينُ كُلٌّ يُنَادُّهُ خِذَا وَعِذَا وَعِذَا ﴿۸۳﴾ وَأَخْرَجُوا مَقْرُونَيْنِ

فِي الْأَصْفَادِ ﴿۸۴﴾ ﴿سورۃ ص: 36-38﴾

”تو ہم نے ہوا اس کے قابو میں کر دی اس کے حکم سے نرم نرم چلتی جہاں وہ چاہتا اور دیو قابو میں کر دیے ہر معمار اور غوطہ خور اور دوسرے چیزوں میں جکڑے ہوئے۔“

15- وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحُ عَاصِفَةٌ تَجْرِي بِأَمْرِ رُحَاءَ حَتَّىٰ
 أَصَابَ ﴿۸۲﴾ وَالشَّيَاطِينُ كُلٌّ يُنَادُّهُ خِذَا وَعِذَا وَعِذَا ﴿۸۳﴾ وَأَخْرَجُوا مَقْرُونَيْنِ

فِي الْأَصْفَادِ ﴿۸۴﴾ ﴿سورۃ ص: 36﴾
 ”اور سلیمان کے قابو میں ہوا کر دی۔ اس کی مچ کی منزل ایک مہینہ کی راہ اور شام کی منزل ایک مہینہ کی راہ اور ہم نے اس کے لیے پچھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہایا اور جنوں میں سے وہ جس کے آگے کام کرتے اس کے رب تعالیٰ کے حکم سے۔“

کسی کو دینے، نہ دینے کا پورا اختیار آپ ﷺ کو حاصل تھا:

16- هَذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾ ﴿سورۃ ص: 39﴾
 ”یہ ہماری عطا ہے۔ اب تو چاہے تو احسان کر یا روک رکھ۔ تجھ پر کچھ حساب نہیں۔“

حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کے تصرف و اختیار کا بیان:

حُتَّىٰ كَذَٰلِكَ (ذوالقرنین) جب سورج ڈوبنے کی جگہ پہنچا، اسے ایک سیاہ کچھڑ کے ٹکڑے میں ڈوبتا پایا اور وہاں ایک قوم ملی۔

17- قُلْنَا يَا ذَا الْقُرْنَيْنِ إِنَّمَا أَنْتَ مُعَذِّبٌ وَإِنَّمَا آتَيْنَاكَ لِيُحْيِيَهُمْ حُسْنًا ﴿۸۵﴾

﴿سورۃ الکہف: 86﴾
 ”ہم نے فرمایا: اے ذوالقرنین! تو انہیں عذاب دے یا ان کے ساتھ بھلائی اختیار کر۔“

18- إِنَّمَا مَكَّنَّا لَهُ فِي الْأَرْضِ وَالتَّنْذِيرُ مِنْ كُلِّ مَسْجِدٍ ﴿۸۶﴾

﴿سورۃ الکہف: 84﴾
 ”بے شک ہم نے تو اسے زمین میں قابو دیا اور ہر چیز کا سامان عطا فرمایا۔“

وضاحت: ممکنہ امرہ من التصرف لہا کیف یشاء..... ”ہم نے ذوالقرنین کو زمین میں تصرف کرنے کی قدرت عطا فرمائی جیسے چاہے تصرف کرے“ ﴿تفسیر جمل﴾
کس کی طاقت زیادہ تھی، جن کی پاؤں کی؟

20,19- قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ الْأَيْكُم يَا يُسُفَى بَعْرُهَا قَتَلَ أَنَّ يَا تُؤِي

مُسْلِمِينَ ۝ كَذَلِكَ عَصِيتُ مِنَ الْيَحْيَىٰ أَنَا وَإِنَّكَ بِهِ كَذِبٌ ۝ أَنْ تَقُومَ مِنْ

مَقَامِكَ وَإِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيٍّ أَمِينٌ ○ ﴿سورة النحل: 38, 39﴾

” (حضرت سلیمان علیہ السلام نے) کہا: اے دربارِ پوِا تم میں کون ہے جو اس (ملکہ و سبا بلقیس) کا تخت میرے پاس لے آئے اس سے پہلے کہ وہ لوگ میرے حضور فرماں بردار ہو کر حاضر ہوں۔ ایک غیثتِ جن بولا کہ میں حاضر کر دوں گا اس سے پہلے کہ آپ اپنا اجلاس برخواست کریں اور میں بے شک اس بر قوت والا امانت دار ہوں“

یہ واقعہ اولیاءِ کرام کے تصرف و اختیار کی واضح دلیل ہے:

21- قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ آتَاكَ بِكِتَابِكِ بِهِ كُنْتَ نَادِيًا ۖ إِنَّكَ تَرْتَدُّ إِلَيْكَ

كَرِهْتُكَ فَلَمَّا رَأَاهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهُ قَالَ هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي..... ○

﴿سورة النمل: 40﴾

”اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا (یعنی حضرت آصف بن برخیاؓ)۔“

کہ میں اسے حضور میں حاضر کروں گا آپ کے پاک چمکنے سے پہلے۔ پھر جب سلیمان نے تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا: کہا: یہ میرے رب کے فضل سے ہے۔“

ان آیات مبارکہ سے معلوم ہوا کہ:

۱۔ حفاظت کرنا، ثابت قدم رہ کر کھانا فوت کرنا، عذاب دینا، ہلاکت و بربادری سے بچانا، اولاد عطا کرنا، یہ سب اللہ تعالیٰ کے کام اور اس کی صفات ہیں لیکن ان قرآنی آیات میں ان

کی نسبت محبوبانِ خدا کی طرف بھی کی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے ان امور میں تصرف کرنے کا اختیار عطا فرماتا ہے اور اس کے محبوب بندوں کے لیے ایسا تصرف و اختیار ماننا شرک نہیں بلکہ قرآن کے عین مطابق ہے۔

2- کائنات کی ہر شے اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہے اور ہر شے پر اسی کا زور چلتا ہے لیکن ان آیات مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا اور ہوا پر ان کو ایسا اختیار حاصل تھا کہ آپ ﷺ جس سمت چاہے، ہوا اسی سمت چلتی تھی۔

3۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے صحابی حضرت آمنہ بنت برخیا نے بیٹھے بیٹھے دور دراز قاصد سے ملکہ سبا بقیس کا وسیع و عریض تخت تک محفوظ مقام سے نکال کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے قدموں میں حاضر کر دیا جس سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

3.1 دو درواز کی اشیاء اور مقامات انبیاء و اولیاء کرام سے بھی پوشیدہ نہیں ہوتے۔ اسی لیے حضرت آصف ؓ نے بیٹھے بیٹھے دیکھ لیا کہ تخت کہاں موجود ہے۔

3.2 فاصلوں کی درازی اور طوالت و مسافت اولیاء کرام کے تصرف و اختیار اور قدرت و طاقت کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتی اور وہ انبیاء و اولیاء ایک جگہ پر ہوتے ہوئے بھی متعدد مقامات پر متصرف و مختار ہوتے ہیں۔

یہ ایسی حقیقت ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی کو کبھی ماننا پڑا۔ یہ عبارت ملاحظہ ہو:

”اسی طرح ان مراعات عالیہ اور مناصب رفیعہ کے صاحبان عالم مثال اور عالم شہادت میں تعزنی (عمل و فعل) کرنے کے مازون مطلق اور مجاز ہوتے ہیں“

﴿اردو ترجمہ صراط مستقیم تیسرا شمارہ 103 مطبوعہ﴾

3.3 حضرت سلیمان علیہ السلام نبی ہیں اور حضرت آصف علیہ السلام کے فیض یافتہ صحابی ہیں۔ ان کو یہ مقام و مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی محبت و قربت، آپ کی اطاعت و اتباع اور آپ کے فضل و کرم کے منتقل حاصل ہوا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے اعلیٰ فضل و کمال اور اللہ تعالیٰ کے ہاں قربت و تقویٰ کے نہایت اعلیٰ مقام پر فائز ہونے کے باوجود اپنے غلاموں کو یہ کام کرنے کا حکم دینے اور حضرت آصف علیہ السلام کے یہ خلاف عادت کام سرانجام دینے سے معلوم ہوا کہ ادنیٰ کے فضل و کمال کا اظہار اعلیٰ کی بے بسی اور بے چارگی کی دلیل نہیں ہوتا بلکہ درحقیقت ولی کی کرامت نئی کا جزو ہوتی ہے اس لیے کہ غلاموں کی شان آقا کی شان پر دلالت کرتی ہے اور پھر کوئی استغنیٰ کتنا ہی اونچا مقام و مرتبہ حاصل کر لے، نبی کے مقام و مرتبے سے نہیں بڑھ سکتا۔

3.4 اس سے بالواسطہ طور پر ہمارے حضور ﷺ کا تعزف و اختیار اور آپ ﷺ کی قدرت و طاقت بھی ثابت ہوئی کہ آپ ﷺ حضرت آصف بن برخیا علیہ السلام کو کیا تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے بھی افضل و اعلیٰ ہیں۔

لہذا جب حضرت آصف علیہ السلام بے بس اور مجبور نہیں تو ہمارے آقا و جہاد انبیاء، مالک ہر دوسرے ﷺ کے ہارے میں یہ کہنا کیسے درست ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ بے بس اور مجبور محض ہیں اور آپ کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کچھ عطا فرمائے، آمین۔

3.5 جس طرح ہمارے حضور ﷺ تمام انبیاء سے افضل و اعلیٰ ہیں اسی طرح آپ ﷺ کی اُمت اور آپ ﷺ کے صحابہ و اولیاء علیہم السلام سابقہ تمام اُمتوں اور ان کے صحابہ و اولیاء علیہم السلام سے افضل ہیں تو جب اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک صحابی کو ایسی قدرت و طاقت اور ایسا تعزف و اختیار عطا فرمایا ہے تو اپنے محبوب اعظم، نبی اکرم، رسول مقیم، پورے جسم ﷺ کے صحابہ و اولیاء علیہم السلام کو کیسی امتیازی قدرت و طاقت اور کیسے مغفرت و تعزف و اختیار سے نوازا ہوگا۔

3.6 قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آصف علیہ السلام کے تعزف و اختیار اور علم کو نہایت لطیف و حسین اور پسندیدہ میراثے میں بیان فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے برگزیدہ بندوں، انبیاء و اولیاء علیہم السلام و علیہم الرضوان کے تعزف و اختیار اور علمی عظمتوں کا بیان کتنا پسند ہے لہذا ہمیں بھی سنت الہیہ پر عمل پیرا ہو کر ایسے واقعات

بیان کرتے رہنا چاہیے کیونکہ اس سے ان محبوب بندوں کی شان و عظمت کا اظہار ہوتا ہے اور ان پاکیزہ نفوس کے لیے محبت و تعظیم کے جذبے پر وہاں چڑھتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تعزف کرنے کا حکم:

22- وَلَقَدْ آوَحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ إِذْ أَنَسِرَ بَعْدَئِهِ قَا ضَرِبْ لَهُمْ طَرِيقًا إِلَىٰ الْبَحْرِ يَبَسًا لَا تَخَافُ دَرَكًا وَلَا فِتْنًا ۖ ﴿سورة طه: 77﴾
”اور بے شک ہم نے موسیٰ کو وحی کی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے چل اور

ان کے لیے دریا میں سوکھا راستہ نکال دے۔ تجھے ڈرنہ ہوگا کہ فرعون آنے اور نہ خطرہ“
23, 24- قَا ضَرِبْ بَعْدَئِهِ لِيَلَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتُمْ مُبَعُونَ ۖ ﴿سورة البقرة: 240﴾
إِلَهُمَّ جُنْدٌ مُّغْرَقُونَ ۖ ﴿سورة الدخان: 23, 24﴾

”(اے موسیٰ علیہ السلام!) میرے بندوں کو راتوں رات لے نکل، ضرور تمہارا چھپا گیا جائے گا اور دریا کو یوں ہی جگہ جگہ سے کھلا چھوڑ دے۔ بیشک وہ لشکر ڈوبیا جائے گا“

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو فرمایا، وہ پورا ہوا:

25- كَا نَ لَدُنْبِكَ لِيَا نَ الْخَيْلَةُ أَنْ تَقُولَ لَا مِسَاسَ ۖ وَإِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تَعْلَقَهُ ۖ ﴿سورة طه: 97﴾
”(حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے) فرمایا: تو چلتا بن کہ دنیا کی زندگی میں تیری سزا یہ ہے کہ تو کہے، چھو نہ جانا اور بے شک تیرے لیے ایک وعدہ کا وقت ہے جو تجھ سے خلافت نہ ہوگا“

نوٹ: اس واقعہ کی دلچسپ تفصیل باب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کیسا مشکل کشا اور حاجت روا بنایا گیا:

26- وَرَسُولًا إِلَىٰ ابْنِ مَرْيَمَ ۚ وَكَانَ يَلْمِزُكَ الْفٰسِقُونَ ۚ ﴿سورة مائده: 110﴾

أَتَعْلَقُ لَكُمْ مِنَ الطَّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَانْفُخْ فِيهِ فَتَكُونُ عَلْوًا بِإِذْنِ اللَّهِ
وَأَنْبَرِي الْأَكْمَةَ وَالْأَنْبَرِصَ وَأَنْحِي الْمَوْتَى بِإِذْنِ اللَّهِ وَأَتَبْكُم
بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَكْفُرُونَ فِي هَؤُلَاءِ لَكُمْ أَنْ يَكُنْ فِي ذَلِكَ لَكُمْ أَنْ
كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝

﴿سورۃ آل عمران: 49﴾

”اور رسول ہو گا نبی اسرائیل کی طرف (یہ فرماتا ہوا کہ) میں تمہارے پاس ایک
نشان لایا ہوں تمہارے رب کی طرف سے کہ میں تمہارے لیے مٹی سے پرندے کی سی
مورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرندہ ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ کے حکم
سے اور میں شفا دیتا ہوں پیدا کٹی اندھے اور سفید دان والے کو اور میں مردے زندہ کرتا ہوں
اللہ کے حکم سے اور جس میں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو۔
بے شک ان باتوں میں بڑی نشانی ہے تمہارے لیے اگر تم ایمان رکھتے ہو“
تجوہرہ:

اس آیت مبارکہ میں جہاں حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے کمالات جلیلہ کا دلکش بیان ہے
وہاں ہمارے ایمان و اعتقاد کی پختگی اور تازگی کا بھرپور سامان بھی ہے۔
آئیے اس آیت مبارکہ میں غور کریں اور اپنی روح کو ایمان کو تازگی اور ایقان کی
پختگی سے سرشار کریں۔

- 1- حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) انہوں کو پتائی دیتے، بیماروں کو شفا عطا فرماتے اور مردوں کو
زندہ کرتے تھے حالانکہ حقیقت میں یہ سب اللہ تعالیٰ کے کام ہیں۔
- 2- باذن اللہ..... سے مزید معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے ایسا اذن
(اجازت۔ حکم۔ اختیار) عطا فرماتا ہے۔
- 2- یہ کہنا درست نہیں کہ محبوبانِ خدا کو کوئی تعزیر و اختیار حاصل نہیں۔

3- اللہ تعالیٰ کی عطا کا اعتقاد رکھتے ہوئے محبوبانِ خدا کی طرف ان کاموں کی نسبت
کرنا جائز ہے۔

بعض لوگ تعزیر و اختیار اور مدد و استمداد کو مافوق الاسباب اور ماتحت الاسباب دو
قسموں میں تقسیم کر کے ایسے امور و واقعات کو مافوق الاسباب قرار دے کر محبوبانِ الہی سے
ان کی تلمی کرتے ہیں اور ایسے عقیدے کو شرک قرار دیتے ہیں۔ ذہ حضرت آصف بن برخیاہ
ؓ اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے ان امور کا بیان غور سے پڑھیں اور اپنے رویے پر نظر ثانی
کریں۔ ورنہ بتائیں کہ حضرت آصف ؓ نے تخت لانے کے لیے کون سے اسباب اختیار
کیے تھے اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) بیماروں کو شفا عطا فرمانے کے لیے کون سی دوا دیتے تھے؟

4- والہنکم..... اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو غیبی علم عطا فرمایا تھا۔
5- محبوبانِ خدا کے علمی و اختیاراتی کمالات اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانیاں ہوتے ہیں۔ ان
کمالات کا انکار کرنا گویا اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانیوں کا انکار کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہوائے نفس کی بجائے قرآن و حدیث کے مطابق عقائد اختیار کرنے
کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

نبی رب تعالیٰ کا با اختیار نمائندہ ہوتا ہے:

27- وَمُصَلِّيًا لِمَا نَهَىٰ مِنَ الْقَوْلِ وَلَاحِلٌ لَّكُمْ بَعْضُ الَّذِي
حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِآيَاتٍ مِنْ رَبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا
﴿سورۃ آل عمران: 50﴾

” (حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا) اور تصدیق کرنا آیا ہوں اپنے سے پہلے کتاب
توریت کی اور اس لیے کہ حلال کروں تمہارے لیے کچھ وہ چیزیں جو تم پر حرام تھیں“

سردار انبیاء ﷺ کا تشریحی (قانون سازی کا) اختیار:

28- يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْفَاحِشَاتِ وَيَنْصَحُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ فَاَلَّذِينَ أَمْتَا بِهِ وَعَزَّوْهُ وَلَبَّوْهُمُ النَّوَارَ الذِّئْبُ أَنْزَلَ مَعَهُ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿سورة اعراف: 157﴾

”(وہ رسول ﷺ) انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا اور سختی چیزیں ان کے لیے حلال فرمائے گا اور گندمی چیزیں ان پر حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے اتارے گا جو ان پر تھے۔ تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ نازل ہوا، وہی ہمارا رہوئے“

مومنوں کے مالک ہیں رسول عربی ﷺ:

29- أَلَيْسَ أُولَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ ﴿سورة الاحزاب﴾

”یہ نبی مومنوں کا ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں“

صحابی رسول کا عقیدہ:

75- حضرت عائشہ مازنی ؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو میں نے یہ شعر عرض کیا:

يَا مَالِكَ النَّاسِ وَدَيَّانِ الْعَرَبِ إِنِّي لَقَيْتُ ذُرِّيَّةَ مِنَ الذُّرْبِ

”اے لوگوں کے مالک اور عرب کے حاکم..... میں نے جنگوں میں سے ایک جنگ کو پایا یعنی مجھے ایک جنگ میں شرکت کا موقع ملا“

﴿شرح معانی الآثار للعلامة ابن حجر مٹہی کتاب الکراحت باب رواية الشعر ج 4 ص 115﴾

رقم 6872 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔ مسند احمد ج 2 ص 202﴾

تاجدار کائنات ﷺ کے اختیار کا مزید واضح اعلان:

30- وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُمْمِنَةٍ إِذَا قَضَىٰ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۚ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا ۝ ﴿سورة الاحزاب: 36﴾

”اور نہ کسی مسلمان مرد اور نہ کسی مسلمان عورت کو کچھتا ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کوئی اختیار رہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا، وہ بے شک کھلی کراہی بہکا“

جو آپ ﷺ کو دل و جان سے حاکم نہ مانے، وہ مومن ہی نہیں:

31- فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيهِ أُنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ حُجِّجُوا بِمَا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝ ﴿سورة النساء: 65﴾

”تو اے محبوب! تمہارے رب کی قسم وہ مومن نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تجھے حاکم نہ بنائیں۔ پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے ٹکائی نہ پائیں اور جی سے مان لیں“

حدیث مبارکہ سے آیت بالا کی تفسیر:

76- حضرت عروہ بن زبیر ؓ فرماتے ہیں کہ حضرت زبیر ؓ اور ایک انصاری ؓ کا کھیت کے پانی پر جھگڑا ہوا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ اے زبیر ؓ (ا) پہلے تم اپنے کھیت کو پانی دے لو پھر مسائے کے کھیت کی جانب چھوڑ دینا۔ اس پر انصاری نے کہا: یا رسول اللہ (ﷺ) کیا یہ اس لیے ہے کہ یہ آپ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں؟ اس پر آپ ﷺ کے چہرے کا رنگ سرخ ہو گیا اور فرمایا: اے زبیر ؓ (ب) پہلے تم اپنے کھیت کو پانی دو

اور وہیں بیٹھ جانا۔ جب پانی کھیت کی منڈیوں سے باہر نکلنے لگے تو اپنے مسائے کی جانب چھوڑ دینا اور حضور نبی کریم ﷺ نے اس دفعہ حضرت زبیر (رضی اللہ عنہ) کو ان کا پورا حق دلایا جب کہ آپ نے صاف لفظوں میں حکم فرما دیا ورنہ پہلے حکم میں انصاری کے لیے رعایت فرمائی گئی تھی اور اس حکم میں دونوں کے حقوق کی طرف اشارہ فرما دیا تھا۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اسی بارے میں نازل ہوئی۔

﴿بخاری کتاب التفسیر باب قولہ فلا ورتک ج 02 ص

660۔ ترمذی ابواب تفسیر القرآن﴾

سرکارِ ﷺ بلائیں تو سب کام چھوڑ کر حاضر ہونا ضروری ہے:

32- يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا

يُحْيِيكُمْ ؕ..... ﴿سورۃ انفال: 24﴾

”اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے بلائے پر حاضر ہو جاؤ جب رسول تمہیں اس چیز کے لیے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشنے کی“

احادیث مبارکہ سے آیت بالا کی وضاحت:

77- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ حضرت انس بن کعب رضی اللہ عنہ کی طرف تشریف لائے اور انہیں آواز دی: اے انس! (وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

انہوں نے آپ ﷺ کی طرف دیکھا لیکن جواب نہ دیا۔ پھر حضور نماز پڑھ کر نبی کریم ﷺ کی طرف پلٹے اور کہا ”اَلَسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ“ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”وَعَلَیْكَ السَّلَامُ“ اے ابی! جب میں نے تمہیں پکارا تو کس چیز نے تمہیں جواب دینے سے روکا؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نماز میں تھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو نے اس کلام میں جسے اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کیا، نہیں پایا کہ

”اللہ اور رسول کے بلائے پر حاضر ہو جاؤ جب رسول تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہیں زندگی بخشنے کی.....“

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! آجیدہ ایسا نہیں ہوگا، ان شاء اللہ تعالیٰ..... الخ

﴿ترمذی ابواب فضائل قرآن باب ما جاء فی فضل فاتحة الكتاب﴾

78- ایسا ہی ایک واقعہ حضرت ابوسعید بن معلی رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے۔

﴿بخاری کتاب التفسیر باب ما جاء فی فاتحة الكتاب ج 02 ص 669﴾

حاصل کلام:

قرآن پاک کی ان تیس (32) آیات مبارکہ سے معلوم ہوا کہ.....

1- اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کو بے بس اور مجبور محض نہیں رکھا بلکہ انہیں مختلف امور میں تصرف کرنے کا اختیار عطا فرمایا ہے۔

2- مختلف امور کی نسبت محبوبانِ خدا کی طرف کرنا جائز بلکہ قرآنی اسلوب کی پیروی ہے۔

3- اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کا اعتقاد رکھتے ہوئے محبوبانِ خدا کے لیے تصرف و اختیار کا حقدار رکھنا شرک نہیں۔

4- اسے شرک قرار دینا انتہائی درجہ کی حماقت و جہالت اور بے احتیاطی بلکہ قرآن مجید کی مخالفت ہے۔

حواشی

سامری کون تھا اور اس کا جرم کیا تھا؟

بعض کے نزدیک سامری کا نام بھی موسیٰ تھا۔ بعض کے نزدیک یہ شخص اسرائیلی تھا اور بعض کے مطابق قبطی۔ جمہور کے مطابق یہ شخص حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے دور کا منافق تھا اور اس نے نہایت مکر و فریب سے مسلمانوں کو شرک میں جتا کر دیا۔ حافظ ابن کثیر نے اسرائیلی کتابوں کے حوالے سے اس کا نام ہارون لکھا ہے۔

سامری کی سزا کا بیان:

حضرت موسیٰ (علیہ السلام) یعنی اسرائیل کے شرک پر حضرت ہارون (علیہ السلام) کو بھیجا کہ اسے فارغ ہو کر سامری کی طرف متوجہ ہوئے تو سامری نے بتایا کہ میں نے حضرت جبرائیل (علیہ السلام) کے گھوڑے کے پاؤں کی مٹی اس گھڑے کے منہ میں ڈالی تھی جس نے اس میں آواز پیدا کر دی اور لوگ اسے پوجتے گئے۔

حضرت موسیٰ (علیہ السلام) فرمایا: آپ (علیہ السلام) نے اس کے لیے سزا سنائی کہ تو ہمیشہ یہ کہتا رہے گا کہ مجھے نہ چھوٹا۔

آپ (علیہ السلام) کے کہتے ہی یہ جملہ سامری کی زبان پر جاری ہو گیا۔ جو شخص بھی سامری کے قریب آتا، وہ اسے یہی کہتا اور اسے اپنے سے دور کر دیتا ایک وہ وقت تھا کہ وہ لوگوں کا مرکز اور مرجع بنا ہوا تھا اور ایک یہ وقت کہ کوئی اس کے قریب نہ جاتا۔ اگر وہ کسی سے ملتا تو اسے اور دوسرے شخص دونوں کو بخار چڑھ جاتا تھا۔ وہ جنگل میں شور مچاتا پھرتا تھا کہ مجھے چھو نہ جانا اور وحشیوں اور بندوں کے درمیان زندگی کے دن نہایت تلخی اور وحشت میں گزارتا تھا۔ سچ ہے، اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کی زبان سے جو کلمہ ہے وہ پورا ہو کر رہتا ہے۔

دوسرا باب

افراد و اشیاء کائنات پر حضور ﷺ کا تصرف و اختیار

اے سورج! ٹھہر جا:

79۔ حضرت جابر بن عبد اللہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ أَمَرَ لِسُفْسِفٍ فَنَاقَحَتْ سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ

ترجمہ: جمع الزوائد باب حبس الشمس لہجہ 8 ص 797 قال: اسنادہ حسن۔ طبرانی

کبیر بسند حسن طبرانی اوسط ج 4 ص 402۔ خصائص کبریٰ ج 2 ص 137

”حضور نبی کریم ﷺ نے سورج کو حکم دیا تو وہ کچھ دیر چلنے سے رک گیا“

کیا اشارے سے پہچنتا تھا کھلونا نور کا!

80۔ حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ آپ کے ایک معجزے کو دیکھنا

میرے اسلام کا سبب بنا (اور مجھ کو یہ تھا کہ) وَأَتَيْتُكَ فِي الْمَهْدِ فَنَاقَحَ الْقَمَرَ وَكُنْتُ بِرَأْسِهِ بِأَصْبَعِكَ فَصَبَّحْتُ أَشْرَقَ إِلَيْهِ قَالَ ... میں نے دیکھا کہ آپ ہتھکڑے میں چاند سے باتیں کرتے اور اپنی انگلی سے جس طرف اشارہ فرماتے، چاند اسی طرف جھک جاتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں میں اس سے باتیں کرتا، وہ مجھ سے باتیں کرتا اور مجھے رونے سے بہلاتا۔ جب وہ عرش کے نیچے سجے میں گرنا تو میں اس کے گرنے کا دھماکہ سنتا تھا۔

اس حدیث پاک کو..... امام بخاری نے دلائل النبوة میں، امام شیخ الاسلام ابو عثمان اسمعیل اصفہانی نے ماتن میں، امام سیوطی نے خصائص کبریٰ ج 01 ص 91 میں،

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں اور امام ابن عساکر نے تاریخ دمشق ج 04 ص 360 حدیث نمبر 1111 میں نقل فرمایا..... رحمۃ اللہ علیہم..... (امام شیخ السلام صابونی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ حدیث معجزات میں حسن ہے)۔

اور مہ کا کیجہ چر گیا:

81- حضرت انس ؓ فرماتے ہیں:

إِنَّ أَهْلَ مَكَّةَ سَأَلُوا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَنْ يُرِيَهُمْ آيَةً كَمَا رَأَوْهُمْ
إِنْشِقَاقِ الْقَمَرِ مَرَّتَيْنِ ﴿مسلم کتاب حدیث النافین باب انشقاق القمر ج 2 ص 373﴾
”اہل مکہ نے رسول کریم ﷺ سے معجزہ دکھانے کا سوال کیا تو آپ ﷺ نے انہیں
دو مرتبہ چاند دو ٹکڑے کر کے دکھا دیا“

آپ ﷺ ہاتھ ہلاتے گئے، بادل چھٹتے چلے گئے:

82- حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے زمانہ مبارک میں ایک مرتبہ
مدینہ کے لوگ قحط میں مبتلا ہو گئے۔ اسی دوران آپ ﷺ جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ
ایک (دیہاتی) آدمی نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! گھوڑے ہلاک ہو گئے، بکریاں
مر گئیں، اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ وہ ہمیں پانی عطا فرمائے..... فَمَدَّ يَدَيْهِ (فَوَقَعَ يَدَيْهِ)
وَدَعَا.. تو آپ نے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی.....

حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ اس وقت آسمان شیشے کی طرح صاف تھا۔
آسمان میں بادل کا ایک بھی ٹکڑا نہ تھا لیکن ہوا چلنے لگی، بادل گھبرا آئے اور جمع ہو گئے اور
آسمان نے اپنا ایسا منہ کھولا کہ ہم برستی ہوئی بارش میں اپنے گھروں کو گئے اور متواتر اگلے
جمعہ تک بارش ہوتی رہی۔ پس وہی شخص یا کوئی دوسرا کھڑا ہو کر عرض گزار ہوا، یا رسول اللہ!
گھر گر رہے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ بارش روک دے..... فَحَبَسَهُمْ ثُمَّ قَالُوا

حَوَالَتُنَا..... تو آپ ﷺ مسکرائے اور فرمایا: ہمارے ارد گرد برسو۔

..... کہ آپ ﷺ آسمان کی جس طرف اپنے ہاتھوں سے اشارہ فرماتے اس طرف
کے بادل ہٹ جاتے تھے یہاں تک کہ مدینہ ایک کٹورے کی طرح ہو گیا اور نالوں کا پانی
ایک مہینہ تک بہتا رہا اور جو شخص بھی وہاں سے آیا، اس نے بارش کے فوائد کا ذکر کیا۔

﴿بخاری کتاب الحج باب استسقاء فی الخطبہ یوم الجمعہ ج

01 ص 127۔ أبواب الاستسقاء باب من تمطر فی المطر۔ کتاب

المناقب باب علماؤہ ج 1 ص 506﴾

پہاڑوں پر بھی سرکار ﷺ کا حکم چلتا ہے:

83- حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں..... صَعِدَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى أُخْدُ وَمَعَهُ
أَبُو تَمْرٍ وَغُمَرُ وَعُفْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ فَصَرَّتْهُ بِرُجُلِهِ فَقَالَ أَتَيْتُمْ أُخْدًا قُلْنَا
عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيًّا وَحَبِلَتْهُ الْأَذْهَانُ..... (ایک دن) نبی کریم ﷺ اُحد پہاڑ پر
چڑھے اور آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان (ؓ) تھے۔ پہاڑ
کو وجد آیا تو آپ ﷺ نے ٹھوکر مارتے ہوئے فرمایا: اُحد بٹھیر جا، تیرے اور پر ایک
نبی (ﷺ) ایک صدیق اور دو شہیدوں کے سوا اور کوئی نہیں۔

﴿بخاری کتاب المناقب باب مناقب عمر بن خطاب ؓ ج 01 ص 561﴾

تبصرہ:

1- حضور ﷺ کی آمد کی خوشی میں جموں اٹھنا ظاہر کرتا ہے کہ اُحد پہاڑ حضور ﷺ کو پہچانتا
ہے اور کیوں نہ پہچانتا، اس پہاڑ کو بلکہ کائنات کی ہر شے کو جو وہی آپ ﷺ کے صدقے
ملا۔ آپ ﷺ جان کائنات ہیں۔ بھلا کوئی آپ سے کیسے بے نیاز ہو سکتا ہے؟ کائنات کی
ہر شے آپ ﷺ کے زیر احسان ہے۔ آپ ﷺ کی رسالت عامہ اور رحمت کاملہ کا سایہ

جنوں اور انسانوں پر ہی نہیں، تمام جہانوں کے افراد و اشیاء پر ہے۔ اسی لیے قرآن نے جن اور انسان نہیں فرمایا بلکہ فرمایا: وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ

”اور اے محبوب (ﷺ)! ہم نے تمہیں تمام جہانوں کیلئے سرپارہت ہی بنا کر بھیجا ہے۔“
2۔ کوہِ احد حرکت کرنے لگا تو حضور ﷺ نے اپنا پائے اقدس پہاڑ پر مارا اور حکم دیا ٹھہر جا۔ پہاڑ نے فوراً اپنی حرکت بند کر دی جیسے کوئی ذی نفس اپنا سانس روک لے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے حضور ﷺ کو انسان تو انسان، پہاڑوں اور پتھروں پر بھی تصرف و اختیار حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو کائنات کی ہر شے پر حاکم و فرماں روا بنایا ہے۔

برسوں پہلے حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی شہادت کی نبی خبر دینے سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور پر نور ﷺ کو آئندہ کے حالات (ماضی غی) کل کیا ہوگا؟ کا علم بھی عطا فرمایا ہے اور یہ علم بھی کہ کون کس حال میں دنیا سے جائے گا؟

کاش اہم اشرف المخلوقات انسان بلکہ آپ ﷺ کے امتی بھی آپ ﷺ کو سچے دل سے اپنا حاکم و فرماں روا مانتے ہوئے آپ کے احکام کی تعمیل کرنے والے بن جائیں، آمین۔

مزید احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں:

84۔ اُم المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا..... بِأَعْيُنِنَا لَوْ شِئْنَا لَمَسَّاكُنتِ مَعِيَ جَبَّالُ اللَّحَبِ۔ اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! اگر میں چاہوں تو یقیناً میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلا کریں۔

﴿شرح الترمذی کتاب الفہائل ج 13 ص 248۔ مشکوٰۃ ص 521۔ مجمع

الزوائد ج 08 ص 418 کتاب غلامۃ اللہ باب فی تواضع﴾

حدیث ابو یعلیٰ نے بھی اسے باسناد حسن روایت کیا ہے ﴿مجمع الزوائد ج 08 ص 418﴾

85۔ حافظ ابن کثیر حدیث ابو نعیم کے حوالے سے فرماتے ہیں: اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ

نے حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے لوہا نرم کر دیا تھا ﴿س﴾ کہ آپ ﷺ نے اس سے کھل زر چیں بنائیں تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ حضور ﷺ کے لیے پتھر اور ٹھوس چٹانیں نرم کر دی گئیں اور وہ آپ ﷺ کیلئے غار بن گئیں جس میں آپ ﷺ میں آپ نے اُحد کے مشرکین سے اوٹ اختیار کی تھی۔ آپ ﷺ پہاڑ کی طرف گئے تاکہ اپنے وجود کو ان سے مخفی کر لیں۔ پس پہاڑ آپ ﷺ کیلئے نرم ہو گیا جیسا کہ آپ نے اپنا سراسر اس میں داخل کر دیا۔ مزید لکھتے ہیں کہ وہ جگہ اب بھی باقی ہے اور لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں۔

﴿دلائل النبوة ابو نعیم ج 02 ص 594۔ الہدایۃ والنہایۃ اردو ج 06 ص 1112﴾

86۔ حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہما) روایت کرتے ہیں کہ خانہ کعبہ کے ارد گرد زمین سو ساٹھ ہت رکھے ہوئے تھے بلکہ ان کو سکہ (قلعی) کے ساتھ مضبوط گاڑا ہوا تھا۔ فتح مکہ کے دن حضور ﷺ تشریف لائے اور اپنی چھتری مبارکہ کے ساتھ بتوں کی طرف اشارہ فرماتے جاتے اور بت منہ کے ٹل گرتے جاتے تھے۔

حضور ﷺ ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے تھے۔ قُلْ جَاءَ الْبَحْثُ وَزَهَّقَ الْبَاطِلُ (میرے محبوب ﷺ کا تم فرماؤ، حق آ گیا اور باطل چلا گیا)۔

﴿سیرت ابن ہشام ج 04 ص 59 الہدایۃ والنہایۃ اردو ج 06 ص

841۔ خصائص کبریٰ ج 02 ص 81۔ طبرانی۔ مجمع الزوائد۔ مصنف ابن

ابی شیبہ حدیث نمبر 18752۔ صحیح ابن حبان ج 09 ص 157۔ حجة اللہ علی

العالمین ص 452۔ بحوالہ بخاری و مسلم و مسند بزار﴾

درختوں پر بھی حضور ﷺ کا حکم چلتا ہے:

87۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) حضور پر نور ﷺ کوادی حنون میں

تھے اور مشرکین مکہ نے آپ ﷺ کو بہت ستایا تھا۔ (ایسے پریشانی کے عالم میں) سید عالم

ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا: یا اللہ! مجھے کوئی ایسی نشانی دکھا جس سے میں مشرکین مکہ کی ایذا و رسائی سے پریشان نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ ﷺ وادی کے کنارے کھڑے ہوئے اس درخت کو بلائیں۔ آپ ﷺ نے درخت کو حاضری کا حکم دیا تو وہ درخت زمین کو پھاڑتا ہوا حاضر خدمت ہو گیا اور سلام عرض کیا۔ پھر حضور ﷺ نے واپس جانے کا حکم فرمایا تو وہ اپنی جگہ پر جا کر کھڑا ہو گیا اور جم گیا۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے مشرکین مکہ کی ایذا و رسائی کی کوئی پروا نہیں، میرے لیے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔

﴿طبقات ابن سعد۔ مسند ابو یعلیٰ۔ مسند دار۔ خصائص کبریٰ ج 1 ص 302۔ مجمع

الزوائد ج 9 ص 10۔ حجتہ اللہ علی العالمین ص 441 بحوالہ بیہقی و ابوصمیم ہند حسن﴾

88۔ ایک اعرابی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ آپ کوئی ایسی نشانی دکھائیں جو سچائی کی دلیل ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جا اور اس درخت کو یہ پیغام دے کہ تجھے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ بکھلاتے ہیں۔ یہ حکم سننے ہی درخت نے دائیں ہاتھیں اور آگے پیچھے حرکت کر کے اپنی جڑیں زمین سے اکھاڑیں اور زمین چیرتے ہوئے آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا اور ”آلَسَلَامُ عَلَیْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ“ کہتے ہوئے سلام عرض کیا۔ اعرابی نے کہا کہ اب اسے واپس جانے کا حکم فرمائیں۔ حکم ملتے ہی درخت واپس اپنی جگہ پر آ گیا۔

حضور ﷺ کا یہ تصرف اور فرماں روائی دیکھ کر اعرابی مسلمان ہو گیا اور آپ ﷺ کے حضور سجدہ کرنے کی اجازت چاہی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے حضور سجدہ جائز ہوتا تو میں حکم دیتا کہ یہودی اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ پھر اعرابی نے آپ ﷺ کے مبارک ہاتھوں اور پاؤں کو چومنے کی اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ نے اجازت عطاء فرمادی اور اعرابی نے آپ ﷺ کے ہاتھوں اور قدمین شریفین کا بوسہ لیا۔

﴿شفاء شریف ج 01 ص 196۔ خصائص کبریٰ ج 02 ص 200۔ مجمع

الزوائد ج 09 ص 10۔ حجتہ اللہ علی العالمین ص 441﴾

89۔ مستدرک حاکم میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت مرثدہ سے فرمایا: اِنطَلِقْ اِلَى هَاتَيْنِ الشَّجَرَتَيْنِ فَقُلْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ نَزَلَ لَحْنًا اَنْ تَجْتَمِعَا..... ثَوْن (2) درختوں کی طرف جا اور اُن سے کہہ دے کہ بے شک تم دونوں درختوں کو رسول اللہ فرماتے ہیں کہ اکٹھے ہو جاؤ..... یہ حکم سن کر دونوں درخت اکٹھے ہو گئے۔

﴿مستدرک حاکم کتاب الآثار ج 02 ص 617۔ مصنف ابن ابی شیبہ

حدیث نمبر 11805۔ مجمع الزوائد ج 09 ص 06﴾

90۔ حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: مجھے کیسے معلوم ہو گا کہ آپ اللہ کے نبی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں مجبور کے اس درخت کے خوشہ کو بلاؤں تو میری رسالت کی گواہی دے دے گا؟

پس آپ ﷺ نے مجبور کے خوشے کو حاضری کا حکم دیا تو اس نے درخت سے اُترتا شروع کیا یہاں تک کہ وہ سرکار ﷺ کے سامنے آگرا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: واپس چلا جا تو وہ خوشہ واپس لوٹ گیا..... یہ دیکھ کر اعرابی مسلمان ہو گیا۔

﴿ترمذی ابواب المناقب ج 02 ص 226۔ حجتہ اللہ علی العالمین

ص 442 بحوالہ تاریخ امام بخاری۔ بیہقی۔ داری﴾

91۔ حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں: ہم حضور ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے کہ ایک اعرابی حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے اُسے ایمان کی دعوت دی تو اس نے کہا: آپ کے پاس رسول ہونے کی کیا دلیل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ جو درخت نظر آ رہا ہے، اگر یہ آ کر گواہی دے دے تو ثَوْن ایمان لے آئے گا؟ اس نے کہا: ہاں۔ تو آپ ﷺ نے اس درخت کو بلایا تو سب نے دیکھا کہ وہ درخت زمین کو چیرتا ہوا حاضر ہو گیا۔ آپ ﷺ کے گواہی طلب کرنے پر درخت نے یقین بار گواہی باوازا گواہی دی۔ پھر وہ درخت سرکار ﷺ کی اجازت سے واپس اپنی جگہ گیا۔

﴿داری ج 1 ص 18۔ مشکوٰۃ ص 541 باب فی الحجرات﴾

من کرسٹون نے بھی اختیار کیا کہ اسے جنت میں اگا دیا جائے۔

﴿دارنی حدیث نمبر 36۔ خصائص کبریٰ ج 02 ص 307۔ مجمع الزوائد

ج 02 ص 180۔ فتح الباری ج 07 ص 416﴾

97۔ یوں بھی ہے کہ وہ ستون ایسا زور سے رویا کہ اس کے رونے کی آواز سے مسجد کو بج اٹھی تو آپ نے فرمایا: اگر میں اسے چپ نہ کرنا تو یہ میرے غم میں قیامت تک روتا رہتا۔

﴿حجۃ اللہ علی العالمین ص 448-449۔ ترمذی۔ فتح الباری ج 3 ص 48۔

مجمع الزوائد ج 1 ص 182۔ ابن ماجہ۔ البدایہ والنہایہ اردو ج 6 ص 826﴾

نورانی ہاتھ لگتے ہی شاخ جگمگانے لگی:

98۔ حضرت ابوسعید خدری ؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رات کے وقت آسمان پر بہت زیادہ بادل آئے۔ حضور ﷺ نے جب دعا کی نماز کے لیے باہر تشریف لائے تو ایک دم بجلی چمکی جس میں آپ ﷺ کو حضرت قتادہ بن انعمان ؓ نظر آئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: رات کے اندھیرے میں کیسے آئے ہو؟ عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے خیال آیا کہ بارش کی وجہ سے آج لوگ نماز میں کم آئیں گے اس لیے میں آگیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا: جب تم نماز پڑھ چکو تو میرے آنے تک ٹھہرے رہنا۔ جب آپ ﷺ نماز پڑھ کر واپس آئے تو انہیں کھجور کی ٹہنی عطا فرمائی اور فرمایا: یہ لے لو، راستہ میں تمہارے آگے دس ہاتھ اور تمہارے پیچھے دس ہاتھ تک روشنی کرے گی۔ جب تم گھر میں داخل ہو جاؤ اور وہاں تمہیں ایک کوئے میں کالی چیز نظر آئے تو بات کرنے سے پہلے اس ٹہنی سے اس کو مارنا کیونکہ وہ شیطان ہے۔ ﴿مجمع الزوائد ج 02 ص 167 بحوالہ احمد و دیگر﴾

یہ بھی حضور ﷺ کے نورانی ہاتھ کا اعجاز ہے:

99۔ حضرت شہاک ؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوعبیس بن جبر ؓ کی بیوی کمزور ہو

گئی تو حضور ﷺ نے ان کو ایک لاشی دی اور فرمایا: اس سے روشنی حاصل کرو۔ چنانچہ اس لاشی سے ان کے لیے یہاں سے وہاں تک کی ساری جگہ روشن ہو جاتی تھی ﴿اصابیح 4 ص 130﴾

100۔ حضرت ام اطلق رضی اللہ عنہا کے بھائی کو ان کے خاوند نے قتل کر دیا تو وہ حضور

ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور روتے ہوئے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میرا

بھائی قتل ہو گیا تو آپ ﷺ نے ایک چلو پانی لے کر ان کے چہرے پر چھڑکا۔ حضرت ام

حکیم رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ان پر بڑی سے بڑی مصیبت بھی آتی تو آنسو ان کی آنکھوں

میں تو نظر آتے لیکن رخسار پر نہ گرتے۔ ﴿تاریخ نام بخاری۔ اصابیح 01 ص 48﴾

ٹہنی تلواریں کیسے بن گئی؟

101۔ حضرت زید بن اسلم ؓ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن حضرت عکاشہ بن محسن

ؓ کی تلوار ٹوٹ گئی تھی۔ حضرت رسالت مآب ﷺ نے ان کو درخت کی ایک ٹہنی دی جو ان

کے ہاتھ میں آتے ہی تلوار بن گئی جس کا نوہا بڑا صاف اور مضبوط تھا

﴿ابن سعد ج 01 ص 188۔ خصائص کبریٰ ج 01 ص 338۔ البدایہ

والنہایہ اردو ج 03 ص 290 ج 06 ص 1202۔ حجۃ اللہ علی العالمین ص

431 بحوالہ طبقات ابن سعد﴾

102۔ جب جنگ بدر میں حضرت سلمہ بن اسلم ؓ کی تلوار ٹوٹ گئی اور وہ خالی ہاتھ رہ گئے تو

حضور ﷺ نے انہیں اپنی چھری عطا فرمائی جو بہترین تلوار بن گئی۔

﴿حجۃ اللہ علی العالمین ص 432 بحوالہ بیہقی وابن عساکر۔ البدایہ والنہایہ

ج 03 ص 291﴾

103۔ حضور ﷺ کی عطا کردہ ٹہنی کے تلوار بن جانے کا واقعہ حضرت عبداللہ بن جحش ؓ

کے بارے میں بھی مروی ہے۔ ﴿حجۃ اللہ علی العالمین ص 432﴾

جانور بھی حضور ﷺ کا حکم مانتے ہیں:

104- حضرت جابر بن عبد اللہ ؓ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر سے واپس آئے اور جب نبی ہمارے ایک باغ کے پاس پہنچے تو وہاں ایک ایسا اونٹ دیکھا جو باغ میں داخل ہونے والے ہر شخص پر حملہ کرتا ہے۔ میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں اس اونٹ کے بارے میں عرض کیا۔ آپ ﷺ باغ میں تشریف لائے اور اونٹ کو بلایا تو وہ زمین پر اپنا ہونٹ رکھے ہوئے آیا حتیٰ کہ آپ ﷺ کے حضور بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تکبیل لاؤ۔ آپ ﷺ نے اسے تکبیل ڈال کر اس کے مالک کے حوالے کر دیا۔

﴿الهداية والنهاية﴾ اردو ج 06 ص 843 بحوالہ احمد مسند احمد

ج 03 ص 310۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج 11 ص 473۔ مجمع

الزواجر 09 ص 07 ﴿

105۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انصار کے ایک گھرانے کے پاس ایک اونٹ تھا جس پر وہ پانی لاتے تھے۔ اس اونٹ نے ان کے لیے دشواری پیدا کر دی اور ان کو اپنے اوپر سوار ہونے سے روک دیا۔

انصار نے حضور ﷺ کی خدمت میں اس کے بارے میں شکایت پیش کی۔ حضور ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا: اٹھ کھڑے ہو۔ وہ اٹھ کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ باغ کے اندر تشریف لے گئے اور وہ اونٹ باغ کے ایک گوشے میں تھا۔ آپ ﷺ اس کی طرف چلے تو انصار نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ اونٹ کتے کی طرح ہو گیا ہے، ہمیں خدشہ ہے کہ وہ آپ ﷺ پر حملہ کر دے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس کی طرف سے کوئی خوف نہیں۔

پس جب اونٹ نے تاجدار دو جہاں، حضور پر نور ﷺ کی طرف دیکھا تو وہ آپ ﷺ کی طرف آیا اور آپ ﷺ کی ہار کا دھس سجود ریز ہو گیا۔ آپ ﷺ نے اس کی پیشانی

کے بال پکڑ لیے۔ وہ اونٹن ایسا مطیع و فرماں بردار ہوا کہ کبھی ایسا مطیع نہ ہوا تھا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اسے کام میں لگا لیا۔ الخ۔

﴿مسند احمد ج 3 ص 158-159 البدایہ و النہایہ اردو ج 6 ص 842﴾

بحوالہ احمد۔ بزار۔ مجمع الزوائد ج 8 ص 399۔ ترغیب وترہیب امام منذری

ج 3 ص 55۔ نسائی۔ صحیح ابن حبان۔ دلائل النبوة البیہیم ج 2 ص 385۔

نوٹ: حافظ ابن کثیر نے اس حدیث کی اسناد کو حبیہ قرار دیا ہے۔

106۔ حضرت عبداللہ بن جعفر فرماتے ہیں کہ حضور مکی الخیم اپنی حاجت میں کعبہ کے گھنے

درختوں کی اوٹ پسند کرتے تھے۔ ایک دن آپ ﷺ انصار کے ایک باغ میں تشریف لے

مجھے تو ایک اونٹ آپ مولاؐ کو لے کر بلوانے لگا اور اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تو

آپ نے اس کی پشت اور کنپٹیوں پر ہاتھ پھیرا تو وہ بے سکون ہو گیا۔ آپ نے اس کے

فرماندار اور راونٹ کا کیا ایک کوئلہ ہے؟ انصاری نو جوان نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ راونٹ میرا

ہر آدمی نے فرمایا: کیا تو اس جو مانے کے مارے میں اللہ سے نہیں ڈرتا جس نے

تجھ کو کلاں کے چاروں طرف سے ماس شکار کی سی کہ تو اسے بھوکا رکھتا ہے اور

مسلسلہ شوق و انتظار

1993ء میں جب کہ انیسویں فروری کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت تھی، میں ایک

107۔ حضرت سیدنا ابن ابی اسیدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے پاس بلایا اور ان سے کہا کہ میں نے تم سے کچھ سنا ہے جس سے مجھے شک ہے کہ تم نے اسے جھوٹ کہا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے تم سے کچھ سنا ہے جس سے مجھے شک ہے کہ تم نے اسے جھوٹ کہا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے تم سے کچھ سنا ہے جس سے مجھے شک ہے کہ تم نے اسے جھوٹ کہا ہے۔

الصارى کا جنازہ پڑھنے کے بعد دیکھا گیا ایک سیر یا اپنا دو سواں کام میں بچہ ہے۔

میں بیٹھا ہے تو دوسرا سرم کھینچ کر اُسے فرمایا: یہ تم سے اپنا کھانا سرورہ لانا ہے۔ اچھا ہے! اس

لے حصہ مقرر کر دو۔ کوئلوں نے کیا یا رسول اللہ! آپ کی بیماریا کے لیے آپ نے کیا کیا؟

فرمایا: ہر سال ہر برے والے جانور سے ایک بھرتی لے لوں گے کہا: یہ زیادہ ہے۔

حضور میں آئے۔ نے بھیڑیے کی طرف اشارہ کیا کہ ان سے ۷۰ کین لینا کو وہ سمیریا چلا گیا۔
(23) (24) (25) (26) (27) (28) (29) (30) (31) (32) (33) (34) (35) (36) (37) (38) (39) (40) (41) (42) (43) (44) (45) (46) (47) (48) (49) (50) (51) (52) (53) (54) (55) (56) (57) (58) (59) (60) (61) (62) (63) (64) (65) (66) (67) (68) (69) (70) (71) (72) (73) (74) (75) (76) (77) (78) (79) (80) (81) (82) (83) (84) (85) (86) (87) (88) (89) (90) (91) (92) (93) (94) (95) (96) (97) (98) (99) (100) (101) (102) (103) (104) (105) (106) (107) (108) (109) (110) (111) (112) (113) (114) (115) (116) (117) (118) (119) (120) (121) (122) (123) (124) (125) (126) (127) (128) (129) (130) (131) (132) (133) (134) (135) (136) (137) (138) (139) (140) (141) (142) (143) (144) (145) (146) (147) (148) (149) (150) (151) (152) (153) (154) (155) (156) (157) (158) (159) (160) (161) (162) (163) (164) (165) (166) (167) (168) (169) (170) (171) (172) (173) (174) (175) (176) (177) (178) (179) (180) (181) (182) (183) (184) (185) (186) (187) (188) (189) (190) (191) (192) (193) (194) (195) (196) (197) (198) (199) (200) (201) (202) (203) (204) (205) (206) (207) (208) (209) (210) (211) (212) (213) (214) (215) (216) (217) (218) (219) (220) (221) (222) (223) (224) (225) (226) (227) (228) (229) (230) (231) (232) (233) (234) (235) (236) (237) (238) (239) (240) (241) (242) (243) (244) (245) (246) (247) (248) (249) (250) (251) (252) (253) (254) (255) (256) (257) (258) (259) (260) (261) (262) (263) (264) (265) (266) (267) (268) (269) (270) (271) (272) (273) (274) (275) (276) (277) (278) (279) (280) (281) (282) (283) (284) (285) (286) (287) (288) (289) (290) (291) (292) (293) (294) (295) (296) (297) (298) (299) (300) (301) (302) (303) (304) (305) (306) (307) (308) (309) (310) (311) (312) (313) (314) (315) (316) (317) (318) (319) (320) (321) (322) (323) (324) (325) (326) (327) (328) (329) (330) (331) (332) (333) (334) (335) (336) (337) (338) (339) (340) (341) (342) (343) (344) (345) (346) (347) (348) (349) (350) (351) (352) (353) (354) (355) (356) (357) (358) (359) (360) (361) (362) (363) (364) (365) (366) (367) (368) (369) (370) (371) (372) (373) (374) (375) (376) (377) (378) (379) (380) (381) (382) (383) (384) (385) (386) (387) (388) (389) (390) (391) (392) (393) (394) (395) (396) (397) (398) (399) (400) (401) (402) (403) (404) (405) (406) (407) (408) (409) (410) (411) (412) (413) (414) (415) (416) (417) (418) (419) (420) (421) (422) (423) (424) (425) (426) (427) (428) (429) (430) (431) (432) (433) (434) (435) (436) (437) (438) (439) (440) (441) (442) (443) (444) (445) (446) (447) (448) (449) (450) (451) (452) (453) (454) (455) (456) (457) (458) (459) (460) (461) (462) (463) (464) (465) (466) (467) (468) (469) (470) (471) (472) (473) (474) (475) (476) (477) (478) (479) (480) (481) (482) (483) (484) (485) (486) (487) (488) (489) (490) (491) (492) (493) (494) (495) (496) (497) (498) (499) (500) (501) (502) (503) (504) (505) (506) (507) (508) (509) (510) (511) (512) (513) (514) (515) (516) (517) (518) (519) (520) (521) (522) (523) (524) (525) (526) (527) (528) (529) (530) (531) (532) (533) (534) (535) (536) (537) (538) (539) (540) (541) (542) (543) (544) (545) (546) (547) (548) (549) (550) (551) (552) (553) (554) (555) (556) (557) (558) (559) (560) (561) (562) (563) (564) (565) (566) (567) (568) (569) (570) (571) (572) (573) (574) (575) (576) (577) (578) (579) (580) (581) (582) (583) (584) (585) (586) (587) (588) (589) (590) (591) (592) (593) (594) (595) (596) (597) (598) (599) (600) (601) (602) (603) (604) (605) (606) (607) (608) (609) (610) (611) (612) (613) (614) (615) (616) (617) (618) (619) (620) (621) (622) (623) (624) (625) (626) (627) (628) (629) (630) (631) (632) (633) (634) (635) (636) (637) (638) (639) (640) (641) (642) (643) (644) (645) (646) (647) (648) (649) (650) (651) (652) (653) (654) (655) (656) (657) (658) (659) (660) (661) (662) (663) (664) (665) (666) (667) (668) (669) (670) (671) (672) (673) (674) (675) (676) (677) (678) (679) (680) (681) (682) (683) (684) (685) (686) (687) (688) (689) (690) (691) (692) (693) (694) (695) (696) (697) (698) (699) (700) (701) (702) (703) (704) (705) (706) (707) (708) (709) (710) (711) (712) (713) (714) (715) (716) (717) (718) (719) (720) (721) (722) (723) (724) (725) (726) (727) (728) (729) (730) (731) (732) (733) (734) (735) (736) (737) (738) (739) (740) (741) (742) (743) (744) (745) (746) (747) (748) (749) (750) (751) (752) (753) (754) (755) (756) (757) (758) (759) (760) (761) (762) (763) (764) (765) (766) (767) (768) (769) (770) (771) (772) (773) (774) (775) (776) (777) (778) (779) (780) (781) (782) (783) (784) (785) (786) (787) (788) (789) (790) (791) (792) (793) (794) (795) (796) (797) (798) (799) (800) (801) (802) (803) (804) (805) (806) (807) (808) (809) (810) (811) (812) (813) (814) (815) (816) (817) (818) (819) (820) (821) (822) (823) (824) (825) (826) (827) (828) (829) (830) (831) (832) (833) (834) (835) (836) (837) (838) (839) (840) (841) (842) (843) (844) (845) (846) (847) (848) (

﴿البدایہ والنہایہ﴾ اردو سن 06ء 861ھ

108- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آل رسول کے پاس ایک جنگلی جانور تھا۔ جب حضور ﷺ کا ہر تشریف لے جاتے تو وہ کھینٹا اور دوڑتا اور آگے پیچھے آتا جاتا تھا۔ جب وہ محسوس کرتا کہ رسول کریم ﷺ کا اندر آگئے ہیں تو وہ بیٹھ جاتا اور جب تک آپ ﷺ گھر میں رہتے تو وہ اس وجہ سے خاموش رہتا کہ آپ ﷺ کو تکلیف نہ ہو۔

﴿الہدایہ والنہایہ اردو ج 06 ص 863۔ اس کی اسناد صحیح کی شرائط کے مطابق ہیں اور یہ مشہور حدیث ہے﴾

دستِ مصطفیٰ ﷺ کا یہ تصرف بھی ملاحظہ ہو:

109- حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کی بیٹی فرماتی ہیں کہ میرے والد ایک لڑائی میں گئے اور ہمارے لیے صرف ایک بکری چھوڑ گئے اور ہم سے کہہ گئے کہ جب اس کا دودھ نکالنا ہو تو اسے صفہ والوں کے پاس لے جانا، وہ اس کا دودھ نکال دیں گے۔ چنانچہ ہم وہ بکری صفہ والوں کے پاس لے گئے تو وہاں تاجدارِ انبیاءؑ ہر کارِ دودھ عالم ﷺ تشریف فرما تھے۔ آپ سرکارِ ﷺ نے اس بکری کو لیا اور اس کی ٹانگ باندھ کر اس کا دودھ دوہنے لگے اور ہم سے فرمایا: تمہارے ہاں جو سب سے بڑا برتن ہے وہ لے آؤ۔ میں گئی اور مجھے اس پیالے کے سوا کوئی برتن نہ ملا جس میں ہم آنا گوندھتے تھے۔ میں وہ پیالہ لے آئی۔ حضور ﷺ نے اس میں دودھ ڈالا تو وہ بھر گیا۔ پھر فرمایا: جاؤ خود بھی پیو اور بڑوسیوں کو بھی لاؤ اور جب اس بکری کا دودھ نکالنا ہو اسے میرے پاس لے آیا کرو میں اس کا دودھ نکال دیا کروں گا۔ ہم وہ بکری آپ ﷺ کی خدمت میں لے جاتے رہے اور ہمارے تو خوب مزے ہو گئے۔

پھر میرے والد واپس آگئے اور انہوں نے اس کی ٹانگ باندھ کر اس کا دودھ نکال تو وہ اپنے پہلے دودھ پر آگئی۔ میری والدہ نے کہا: آپ نے ہماری بکری خراب کر دی۔ انہوں نے کہا: کیوں؟ والدہ نے کہا: یہ تو آپ کے بعد اتنا (زیادہ) دودھ دیا کرتی تھی جس سے یہ بڑا پیالہ

بھر جاتا تھا۔ والد نے کہا: اس کا دودھ کون نکالے گا؟ والدہ نے جواب دیا: حضور ﷺ اس کا دودھ نکالتے تھے۔ والد نے کہا: تم مجھے حضور ﷺ کے برابر کر رہی ہو۔ اللہ کی قسم! آپ ﷺ کے مبارک ہاتھ میں میرے ہاتھ سے کہیں زیادہ برکت ہے ﴿طبقات ابن سعد ج 8 ص 291﴾

110- حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کے ساتھ مکہ مکرمہ سے چلا۔ چلتے چلتے ہم عرب کے ایک قبیلہ کے پاس پہنچے۔ کنارے کے ایک گھر پر حضور ﷺ کی نظر پڑی۔ آپ ﷺ وہاں تشریف لے گئے۔ جب ہم وہاں پہنچ کر سوار یوں سے نیچے اترے تو وہاں صرف ایک عورت تھی۔ اس نے کہا: اللہ تعالیٰ کے بندے! میں عورت ذات ہوں۔ میرے ساتھ اور کوئی نہیں ہے۔ آپ لوگ مہمان بننا چاہتے ہیں تو قبیلہ کے سردار کے پاس چلے جائیں۔ حضور ﷺ نے اس کی بات قبول نہ فرمائی بلکہ وہیں ٹھہر گئے۔ شام کا وقت تھا۔ کچھ وہی دیر میں اس عورت کا بیٹا اپنی کمریاں ہانکتا ہوا آگیا۔ عورت نے کہا: اے بیٹے! یہ بکری اور چھری ان دو آدمیوں کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہو کہ میری والدہ کہہ رہی ہیں، یہ بکری ذبح کر کے خود بھی کھا لیں اور ہمیں بھی کھلائیں۔

جب وہ لاٹا آیا تو حضور نبی ﷺ نے اس سے فرمایا: چھری لے جاؤ اور (دودھ کے لیے) پیالہ لے آؤ۔ اس لڑکے نے کہا: یہ بکری تو چراگاہ سے دور رہی تھی اور اس کا دودھ بھی نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: نہیں تم جاؤ۔ وہ لڑکا جا کر پیالہ لے آیا۔ حضور ﷺ نے بکری کے قطن پر ہاتھ پھیر کر دودھ نکالنا شروع کر دیا تو اتنا دودھ نکلا کہ سارا پیالہ بھر گیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اور اپنی والدہ کو دودھ دے آؤ۔ چنانچہ اس کی ماں نے خوب پیٹ بھر کر دودھ پیا۔ وہ لڑکا پیالہ لے آیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ بکری لے جاؤ اور دوسری بکری لے آؤ۔ وہ لڑکا دوسری بکری لے آیا۔ حضور ﷺ نے اس کا دودھ نکال کر مجھے بلایا۔ پھر وہ لڑکا تیسری بکری لے آیا۔ اس کا دودھ نکال کر خود سرکارِ ﷺ نے پیا۔ پھر وہ رات ہم نے وہیں گزار لی اور صبح وہاں سے روانہ ہو گئے۔ اس عورت نے آپ ﷺ کا نام مبارک رکھ دیا تھا۔ پھر

اللہ تعالیٰ نے اس کی بکریوں میں بہت برکت ڈالی اور وہ پیچھے کے لیے بکریوں کا پوڑ لے کر مدینہ آئی۔ میں وہاں سے گزرا تو اس عورت کے بیٹے نے دیکھ کر مجھے پہچان لیا اور کہنے لگا: اے اماں جان! یہ وہی آدمی ہے جو اس مبارک ہستی کے ساتھ تھا۔ وہ عورت میرے پاس آئی اور کہنے لگی: اے اللہ تعالیٰ کے بندے! وہ مبارک آدمی جو تمہارے ساتھ تھا وہ کون تھا؟ میں نے کہا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ وہ کون ہیں؟ اس عورت نے کہا: نہیں۔ میں نے کہا: وہ تو آقائے دو جہاں نبی ﷺ ہیں۔ اس کے کہنے پر میں اسے سرکار ﷺ کی بارگاہ میں لے آیا۔ آپ ﷺ نے اسے کھانا کھلایا، درہم و دینار دیئے اور ہدیہ کے طور پر اسے خیر اور دیہاتیوں والا سامان اور پہننے کے کپڑے بھی دیئے اور وہ عورت مسلمان ہو گئی۔

﴿دلائل النبوة تالیفی ج 02 ص 492-491۔ ابن عساکر ج 04 ص

379۔ کنز العمال ج 8 ص 330۔ البدایہ والنہایہ ج 03 ص 191﴾

111۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ فرماتے ہیں: میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرا رہا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اے لڑکے! کیا دودھ ہے؟ میں نے جواب دیا: دودھ تو ہے لیکن یہ بکریاں اور ان کا دودھ میرے پاس بطور امانت ہے اور میں امانت دار ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا کوئی ایسی بکری ہے جو اب تک جیانی نہ گئی ہو؟ میں ایسی بکری خدمت میں لے آیا۔ آپ ﷺ نے اس کے تھن پر ہاتھ پھیرا تو اس کے تھن میں دودھ اتر آیا۔ آپ ﷺ نے ایک برتن میں اس کا دودھ نکالا اور خود پیا اور حضرت ابو بکر صدیق ؓ کو پایا۔

پھر آپ ﷺ نے تھن سے (مخاطب ہو کر) فرمایا: سکر جا۔ تو وہ سکر گیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ فرماتے ہیں: اس کے بعد میں حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! مجھے بھی یہ کلام سکھا دیں۔ آپ ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے، تو تو سیکھا سکھایا ہے۔

﴿مسند احمد ج 01 ص 462۔ البدایہ والنہایہ اردو ج 06 ص 785۔

طبقات ابن سعد ج 03 ص 156۔ صحیح ابن حبان ج 09 ص 100۔

149۔ مسند علی ص 47﴾

112۔ حضرت ابو قرق صافہ ؓ جن کا اصل نام جندہ بن خبیہ ہے، ابتداء اسلام میں بنیم بچے تھے اس لیے پرورش والدہ اور خالہ نے کی۔ آپ بچپن میں بکریاں چرا کر لے جاتے تھے اور آپ کی والدہ اور خالہ آپ کو حضور ﷺ کی قربت اختیار نہ کرنے کی تاکید کرتی تھیں مگر یہ ہر روز بکریاں چرا گاہ میں چھوڑ کر حضور ﷺ کے پاس چلے جاتے تھے اور بکریاں چرانے میں وہ بیان نہ دیتے تھے جس کی وجہ سے بکریاں کمزور ہوئیں اور ان کے تھن خشک ہو گئے۔

ان کی والدہ اور خالہ نے اس بارے میں سخت پوچھ چمچ کی اور حضرت ابو قرق صافہ ؓ نے حضور ﷺ کی خدمت میں معاملہ عرض کیا آپ ﷺ نے ان کی بکریوں کے خشک تھنوں پر اپنا مبارک ہاتھ لگا دیا تو سب بکریوں کے خشک تھن دودھ سے بھر گئے۔

جب حضرت ابو قرق صافہ ؓ کی والدہ اور خالہ نے آپ سے اس کا سبب پوچھا تو آپ نے بتایا کہ یہ سب حضور ﷺ کے دستِ کرم کی عطا و بخشش ہے۔

یہ سن کر آپ کی والدہ اور خالہ بہت متاثر ہوئیں اور کہا کہ انہیں بھی حضور ﷺ کی بارگاہ میں لے جائیں چنانچہ وہ ان کو بھی سرکارِ مدینہ حضور ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ انہوں نے جیسے ہی آپ ﷺ کا روشن چہرہ دیکھا تو فوراً کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئیں۔

﴿مجمع الزوائد ج 09 ص 395 بحوالہ طبرانی و قال رجالہ ثقات﴾

113۔ حضرت عمران بن حصین ؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضور ﷺ کے ہمراہ تھا آپ ﷺ نے چند سواروں کے ساتھ مجھے پانی کی تلاش میں بھیجا۔ اس وقت ہم سخت پیاس کی حالت میں آ رہے تھے۔ چانک ہم نے ایک عورت دیکھی جو سواری پر اپنے دونوں پاؤں لٹکائے دو مکینزے رکھے ہوئے جا رہی تھی۔ ہم نے پوچھا: پانی کہاں ہے؟ اس نے کہا: پانی بہت دور ہے تمہیں نہیں مل سکتا۔ ہم نے پوچھا: تمہارے گھر سے کتنی دور ہے؟ اس

نے کہا: ایک دن رات کا قاصد ہے۔ ہم نے کہا: تم حضور ﷺ کی خدمت میں چلو۔ وہ کہنے لگی: وہ کون ہیں؟ پھر ہمارے پاس اس کو زبردستی لے جانے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔ رسول کریم ﷺ نے اس سے پوچھ گچھ کی تو اس نے وہی باتیں بتائیں جو ہمیں بتا چکی تھی..... پھر حضور ﷺ نے اس کی سواری بٹھانے کا حکم دیا۔ سواری بٹھا دی گئی..... فَمَجَّحَ لَهَا الْعِزُّ لَا وَبَيْنَ الْعُلُكَا وَبَيْنَ..... تو آپ ﷺ نے اس کے منگیزوں کے مونہوں میں کلی کی..... سواری کو کھڑا کر دیا۔ تو ہم سب نے پانی پیا اور ہم چالیس بیلا سے افراد تھے جو سب سیر ہو گئے اور ہم نے اپنی سب مشکیں اور برتن بھی بھر لیے اور ہمارے جس ساتھی کو جنابت لاحق تھی اس کو بھی غسل کرادیا گیا مگر اس کی اونٹنی کو پانی نہیں پلایا گیا اور اس کے منگیزے اسی طرح بھرے ہوئے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے ہم سے فرمایا: تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ لے آؤ۔ ہم لوگ روٹی کے بہت سے ٹکڑے اور کھجوریں لے آئے۔ آپ ﷺ نے ان سب کو ایک حلی میں باندھ کر اس عورت سے فرمایا: یہ چیزیں لے جاؤ اور اپنے بچوں کو کھلاؤ اور یہ کچھ لو کہ ہم نے تمہارے پانی سے کچھ کی نہیں کی ہے۔

وہ عورت اپنے گھر پہنچ کر کہنے لگی: آج میں انسانوں میں سب سے بڑے جاویدگر سے مل کر آئی ہوں یا پھر وہ شخص اپنے دعوے کے مطابق نبی ہے۔ آج اس کے ہاتھ پر ایسی ایسی نشانیاں ظاہر ہوئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی وجہ سے اس ساری بستی کو ہدایت عطا فرمادی۔ وہ خود بھی مسلمان ہوئی اور اس کی بستی والے بھی مسلمان ہو گئے۔

﴿مسلم کتاب المساجد باب قضاء الصلوة الفاسدة ج 01 ص 240﴾

114۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی بہن فرماتی ہیں کہ میری ماں عمرہ بنت رواحہ نے مجھے بلایا اور میرے کپڑوں میں کھجوروں کا ایک پیالہ دے کر کہا: اے بیٹی! اپنے باپ اور اپنے ماموں کے پاس صبح کا کھانا لے جا۔ میں یہ کھانا لے کر چلی گئی اور اپنے باپ اور ماموں کو

ڈھونڈتی ہوئی حضور نبی کریم ﷺ کے پاس سے گزری تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے بیٹی! آؤ تمہارے پاس کیا ہے؟ میں عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! یہ کھجوریں ہیں جو میری ماں نے مجھے دے کر میرے باپ بشر بن سعد اور میرے ماموں عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: انہیں لاؤ۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے وہ کھجوریں حضور ﷺ کی دونوں ہتھیلیوں میں ڈال دیں اور انہوں نے (کم ہونے کے باعث) ان ہتھیلیوں کو نہ بھرا۔ پھر آپ ﷺ کے حکم سے کپڑا بچھایا گیا۔ پھر آپ ﷺ نے کھجوریں کپڑے کے اوپر ڈال دیں۔ پھر آپ ﷺ نے ایک آدی سے فرمایا: اہل خندق میں اعلان کرو کہ وہ صبح کا کھانا کھانے کے لیے میرے پاس آ جائیں۔ پس اہل خندق جمع ہو گئے اور اس سے کھانے لگے اور وہ کھانا بڑھنے لگا یہاں تک کہ اہل خندق آپ ﷺ کے ہاں سے واپس چلے گئے اور کھجوریں کپڑوں کے کناروں سے نیچے گر رہی تھیں۔

﴿سیرۃ ابن اسحاق ج 2 ص 218۔ خصائص کبریٰ ج 1 ص 571۔ دلائل

النبوة البیہیم ج 2 ص 500۔ البدایہ والنہایہ اردو ج 6 ص 881﴾

115۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی..... وَالسَّارِعِشِيرُ نَلَكَ الْاَقْرَبِينَ ﴿اشعراء: 214﴾ اے محبوب (ﷺ)! آپ اپنے قریبوں کو ڈر سٹائیں..... تو حضور ﷺ نے فرمایا: اے علی! ایک صاع کھانا اور بکری کی ایک ٹانگ پکا کر تیار کرو (وہ کھانا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے تیار کیا تھا) اور ایک پیالہ دودھ کا میا کر دو اور عبدالمطلب کی اولاد جمع کرو۔ میں نے ایسا ہی کیا تو تقریباً چالیس سرداران قریش جمع ہو گئے جن میں آپ ﷺ کے چچا ابوطالب، حضرت حمزہ، حضرت عباس اور ابولہب بھی تھے اور ان میں ایسے افراد بھی تھے جو ایک ایک پوری بکری کھا جائے اور پورا پیالہ دودھ پی جائے۔

سرکار ﷺ نے اس کھانے سے ایک لقمہ لیا، اُسے اپنے دانتوں سے چبا کر ہضم کے کناروں میں ڈال دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نام سے کھاؤ۔ سب نے پیٹ بھر کر کھایا، پھر

دودھ پیش کیا تو سب نے سیر ہو کر دودھ پیا۔ پھر آپ ﷺ نے کلام ارشاد فرمایا تو ابولہب نے کہا: تم پر محمد ﷺ نے جادو کر دیا ہے۔ حضور ﷺ نے پھر کوئی بات نہ کی۔

پھر دوسرے دن کھانا تیار کرایا، ان لوگوں کو دعوت دی اور پھر کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ان کو ڈر سنایا۔

﴿تفسیر ابن جریر طبری ج 19 ص 74-75 تفسیر ابن کثیر ج 3 ص 351-350﴾

﴿تفسیر مظهری ج 7 ص 306﴾

87-86۔ مجمع الزوائد ج 8 ص 302 ﴿

116۔ حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر ؓ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں نبی کریم ﷺ کے ہمراہ ایک سوئیں افراد تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم میں سے کسی کے پاس کھانا ہے؟ اس وقت ایک آدمی کے پاس ایک صاع کے لگ بھگ کھانا تھا۔ پس اسے گوندھا گیا۔ اسے میں ایک لمبا ترخا مشرک ریوڑ بانٹتا ہوا آگیا۔ پس حضور ﷺ نے اس سے فرمایا: کیا تم بیچنے کے لیے یا عطیہ اور ہبہ کے طور پر (کوئی بکری) دینے کے لیے تیار ہو؟ اس نے کہا: نہیں بلکہ میں بیچتا ہوں۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے اس سے ایک بکری خرید لی۔

پس حضور ﷺ نے اس بکری کی کلیجی بھوننے کا حکم فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم ایک سوئیں آدمیوں میں ہر ایک کو اس کلیجی سے حصہ مل گیا۔ جو حاضر تھے انہیں حصہ دے دیا گیا اور جو موجود نہ تھے ان کا حصہ رکھ دیا گیا۔ پھر بکری کا گوشت دو کوٹروں میں نکالا گیا۔ پس ہم سب نے پیٹ بھر کر کھایا اور دونوں کوٹروں میں بچ بھی رہا جو ہم نے اونٹ پر لا دیا۔

﴿بخاری کتاب الاطعمہ ج 2 ص 811۔ فتح الباری ج 6 ص 591۔ مسلم﴾

117۔ حضرت جابر بن عبد اللہ ؓ فرماتے ہیں کہ میرے والد غزوہ احد میں شہید ہو گئے انہوں نے پیچھے چھ (06) لڑکیاں چھوڑیں اور ان کے اوپر کچھ قرض تھا۔ جب کھجوریں توڑنے کے دن آئے تو میں نے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ

(ﷺ)! آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ میرے والد محترم غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے اور انہوں نے کافی قرضہ پیچھے چھوڑا اور میں چاہتا ہوں کہ قرض خواہ آپ کی زیارت کر لیں۔

ختم خوار غم و غم گسار آقا ﷺ نے فرمایا تم جاؤ اور ہر قسم کی کھجوروں کے الگ الگ ڈھیر لگا دو۔ پس میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر میں آپ ﷺ کو بلا لایا۔ قرض خواہ آپ ﷺ کو دیکھ کر اور زیادہ سختی سے تقاضا کرنے لگے۔

آپ ﷺ نے یہ دیکھا تو بڑے ڈھیر کے گرد تین چکر لگائے اور اس کے اوپر بیٹھ گئے اور مجھے حکم دیا کہ اپنے قرض خواہوں کو بلاؤ (وہ آگئے تو) آپ ﷺ نے یہاں نہ بھر بھر کر انہیں دیتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے والد کا سارا قرض ادا کر دیا جب کہ خدا کی قسم میں تو یہ چاہتا تھا کہ سارا قرض ادا ہو جائے خواہ میں اپنی بہنوں کے پاس ایک کھجور بھی نہ لے جا سکوں۔ پس خدا کی قسم یہ ڈھیریاں بچ رہیں حقیقی کہ میں دیکھتا ہوں کہ جس کھجور کے ڈھیر پر رسول کریم ﷺ بیٹھتے تھے، یہیں لگتا تھا کہ اس میں سے ایک کھجور بھی کم نہیں ہے۔

﴿بخاری کتاب الوصایا ج 1 ص 390، کتاب المغازی ج 2 ص 580﴾

118۔ حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے شادی کی اور اپنی زوجہ کے پاس تشریف لے گئے۔ میری والدہ نے جیس تیار کی اور ایک پیالے میں ڈال کر مجھے فرمایا: اسے حضور ﷺ کی خدمت میں لے جاؤ اور عرض کرو: یا رسول اللہ (ﷺ) امیری والدہ نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور آپ کو سلام کہا ہے اور کہنا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) اٹھاری طرف سے آپ کے لیے یہ حقیر سا نذرانہ حاضر ہے۔ حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ میں اسے لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور اپنی والدہ کا سلام کہا اور گزارش عرض کر دی۔

حضور نے اسے رکھنے کا حکم دے کر فرمایا: جاؤ فلاں فلاں کو میرے پاس بلاؤ۔ چند آدمیوں کے نام لیے اور ان کے علاوہ جو بھی لے لے اسے بلاؤ۔ میں ان سب کو جن کے آپ ﷺ نے نام لیے تھے اور ان کے علاوہ جن جن حضرات سے میری ملاقات ہوئی، مان کو بھی

نکالا یا۔ راوی حضرت ابوعثمان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس ؓ سے پوچھا کہ ان کی تعداد کتنی تھی؟ انہوں نے فرمایا: تقریباً تین سو آدمی ہوں گے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: انس الاء۔ مجروحہ لوگ داخل ہوئے یہاں تک کہ چہو ترہ اور حجرہ بھر گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: دس دس کا حلقہ بنا لو اور ہر شخص اپنے سامنے سے کھائے۔

حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ ان سب لوگوں نے پیٹ بھر کر کھایا۔ ایک جماعت نکلتی تو دوسری آجاتی۔ اسی طرح سب نے کھایا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا: انس! اٹھا لو۔ تو مجھے اندازہ نہیں کہ میں جس وقت لایا تھا اس وقت زیادہ تھا یا اٹھاتے وقت زیادہ تھا۔

﴿ترمذی ابواب تفسیر سورۃ احزاب﴾

119۔ حضرت ابو رافع ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے لیے ایک بھیجی ہوئی بکری تیار کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابو رافع! مجھے دست (ہاتھ کا گوشت) دو۔ میں نے آپ ﷺ کو دست دیا۔ پھر فرمایا: اے ابو رافع! مجھے دست دو۔ میں نے دست پیش کیا میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! بکری کے دو ہی دست ہوتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر تم خاموش رہے تو میں جتنی دفعہ مانگتا، تم مجھے اتنے ہی دست دیتے۔

﴿مسند احمد ج 06 ص 08، ص 392۔ طبقات ابن سعد۔ خصائص

کبریٰ ج 02 ص 251۔ طبرانی اوسط۔ مجمع الزوائد ج 08 ص 392

مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔ البدایہ والنہایہ اردو ج 06 ص 819﴾

فرشتے بھی سرکارِ علیہ السلام کا حکم مانتے ہیں:

120۔ حضرت ابوسعید خدری ؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: مِمَّنْ نَّبْعَثُ اِلَیْہِمْ رُلَّہٗ وَرِیَّانَ مِنْ اَہْلِ السَّمَآءِ وَرِیَّانَ مِنْ اَہْلِ الْاَرْضِ لَمَّا وَرِیَّوْا مِنْ اَہْلِ اَسْمَآءِ فَمِنْہُمْ نَبِیُّلٌ وَاَمَّا وَرِیَّوْا مِنْ اَہْلِ الْاَرْضِ لَمَّا بُوْشِرُوْا

عَمَّوُ..... ہر نبی کے لیے دو وزیر آسمان والوں میں سے ہوتے ہیں اور دو وزیر زمین والوں

میں سے ہوتے ہیں میں میرے آسمانی وزیر حضرت جبریل ؑ اور حضرت میکائیل ؑ

ہیں اور زمین والے وزیر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر ؓ ہیں۔ ﴿ترمذی ابواب المناقب﴾

121۔ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے عرض

کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ پر کوئی ایسا دن آیا جو جنگِ اُحد سے زیادہ سخت ہو؟ حضور ﷺ نے

فرمایا: مجھے تمہاری قوم سے بہت زیادہ تکلیف پہنچی اور سب سے زیادہ عتبہ کے دن پہنچی جب

میں نے اپنے آپ کو ابنِ عبدی لیل پر پیش کیا لیکن اس نے وہ چیز قبول نہ کی جو میں چاہتا

تھا۔ پس میں غم زدہ ہو کر واپس چلا آیا اور قرنِ ثعالب پر پہنچ کر مجھے افاقہ ہوا۔ اچانک میں

نے سر اٹھا کر دیکھا تو مجھ پر ایک بادل نے سایہ کیا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا کہ سایہ میں

حضرت جبریل ؑ تھے۔ انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا: آپ نے اپنی قوم سے جو کچھ کہا

تھا اور انہوں نے جو جواب آپ کو دیا، وہ اللہ تعالیٰ نے سن لیا۔ لَقَدْ بَعَثَ الْاَبْنُکَ مَسَلَّکَ

الْحِجَابِ لِتَاْمُرَہٗ بِمَا شِئْتَ فَنِیْنِہُمْ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے

تاکہ آپ ان لوگوں کے بارے میں اسے جو چاہیں حکم دیں۔ حضور ﷺ نے

فرمایا: پھر پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے پکارا اور سلام کیا۔ پھر فرشتے نے عرض کیا: یا محمد! میں

پہاڑوں کا فرشتہ ہوں اور مجھے آپ کے رب تعالیٰ نے اس لیے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ

آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں۔ اگر آپ چاہیں تو میں ان دونوں پہاڑوں کو ان لوگوں پر

بچھا دوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: بلکہ مجھے یہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسے

لوگ پیدا فرمائے گا جو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک

نہیں کریں گے۔

﴿مسلم کتاب الجہاد باب مالتی النبی ﷺ ج 02 ص 109﴾

آپ ﷺ کو شیطان پر بھی غلبہ و اختیار حاصل ہے:

122- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پر نور ﷺ نے فرمایا: ایک مرتبہ میں سویا ہوا تھا کہ ایک شیطان میرے سامنے آیا۔ میں نے اس کا گلا پکڑ کر اس زور سے گھوٹا کر اس کی زبان باہر نکل آئی اور مجھے اپنے انگوٹھے پر اس کی زبان کی خنڈ تک محسوس ہوئی۔ اللہ تعالیٰ حضرت سلیمان علیہ السلام پر رحم فرمائے، مگر ان کی دعا نہ ہوتی تو شیطان بندھا ہوتا اور تم سب اسے دیکھتے۔ ﴿خصائص کبریٰ ج 02 ص 279۔ دلائل النبوة ابو نعیم ج 02 ص 367﴾

123- امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حید سند کے ساتھ روایت کیا کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے تو میں آپ ﷺ کے پیچھے تھا۔ آپ ﷺ نے قرأت کی تو قرأت آپ ﷺ پر مشتبہ ہو گئی اور آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: کاش تم مجھے اور انیس کو دیکھتے، میں نے اپنے ہاتھوں سے اشارہ کیا اور میں مسلسل اس کا گلا گھونٹتا رہا یہاں تک کہ میں نے اس کے تھوک کی خنڈ تک اپنی ان دو انگلیوں میں محسوس کی اور اگر میرے بھائی حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا نہ ہوتی تو وہ مسجد کے ایک ستون کے ساتھ بندھا ہوتا اور اہل مدینہ کے بچے اس سے کھیلتے۔ ﴿البدایہ والنہایہ ج 6 ص 1156﴾

124- حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول کریم ﷺ نے مجھے طائف کا عامل بنایا تو کوئی چیز آ کر مجھے نماز میں ستاتی تھی جیسی کہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ میں نماز میں کیا پڑھ رہا ہوں۔ جب مجھے اس کا احساس ہوا تو میں حضور پر نور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابن ابی العاص؟ میں نے عرض کیا: ہاں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا: تم کس لیے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! نماز میں مجھے کوئی چیز ستاتی ہے حتیٰ کہ مجھے پتہ نہیں چلتا کہ میں نماز میں کیا پڑھ رہا ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: یہ شیطان ہے قریب آؤ۔ میں آپ ﷺ کے قریب ہوا اور

اپنے قدموں کے بل بیٹھ گیا۔..... فَهَوَّبَ صَدْرِي بِدَمِهِ وَنَقَلَ بِي قَبِيضِي وَلَمَّا أُخْرِجَ عَدُوُّ اللَّهِ لَفَعَلَ ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ..... تو آپ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور میرے منہ میں اپنا لعاب مبارک ڈالا اور فرمایا: اے اللہ تعالیٰ کے دشمن نکل جا۔ آپ ﷺ نے تین مرتبہ ایسا کیا۔..... آپ ﷺ نے فرمایا: اب تم اپنے کام پر جاؤ۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اپنی زندگی کی قسم، میں نہیں سمجھتا کہ وہ اس کے بعد مجھے ملا ہو۔

﴿امین ماجہ ص 253۔ دلائل النبوة ابو نعیم ج 02 ص 466۔ مجمع الزوائد ج 09 ص 403﴾

125- حضرت ابو بعلی بن مرثد ثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک گھاٹ پر سے گزرے تو حضور پر نور ﷺ کی بارگاہ میں ایک عورت اپنا بچہ لائی جسے دیا گئی تھی تو آپ ﷺ نے اس بچے کے ناک کا تختہ پکڑ کر فرمایا:..... اُخْرِجْ لِي ابْنِي مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ..... نکل جا کہ بے شک میں اللہ کا رسول محمد ہوں۔

پھر ہم چلے۔ واپسی پر پانی کے اسی چشمے کے پاس سے گزرے تو حضور ﷺ نے اس عورت سے بچے کے بارے میں پوچھا۔ وہ بولی: اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا، آپ کے بعد ہم نے اس میں کوئی تکلیف اور بیماری نہیں دیکھی۔

﴿شرح الزیادۃ کتاب الفعائل ج 13 ص 296۔ مصنف ابن ابی شیبہ۔ مسند احمد ج 04 ص 170۔ دلائل النبوة ابو نعیم ج 02 ص 465﴾

126- مستدرک حاکم میں حضور ﷺ کا یہ حکم اس طرح ہے:..... اُخْرِجْ عَدُوَّ اللَّهِ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ اے اللہ تعالیٰ کے دشمن! نکل جا میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔

﴿مشکوٰۃ ص 540 باب فی الحجرات۔ مستدرک حاکم کتاب التاريخ ج

02 ص 617-618 البدایہ والنہایہ ج 06 ص 145-146﴾

حاصل کلام: اس باب کی احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ:

- 1- سورج، چاند، بادل، پہاڑ، درخت، فرشتے اور جن حضور ﷺ کے حکم کے تابع ہیں اور آپ ﷺ کو ان افراد و اشیاء کا نکات پر تصرف و تسلط اور قدرت و اختیار حاصل ہے۔
 - 2- حضور ﷺ کے تصرف و تسلط، قدرت و اختیار اور حکمرانی و فرماں روائی کے اعتقاد کا عین اسلام ہونا احادیث مبارکہ سے ثابت و واضح ہے اور ایسے پاکیزہ اعتقاد کو شرک قرار دینا ان احادیث مبارکہ سے اعراض و بیگانگی اور مخالفت کے سوا کچھ نہیں۔
 - 3- حضور ﷺ کا پورے اعتقاد و یقین کے ساتھ سورج کوڑکنے، چاند کو دو ٹکڑوں میں پھٹنے، بادلوں کو اگلی سے اشارہ کرنے، اُحد پہاڑ کو تھم جانے اور درختوں کو حاضر ہونے کا حکم دینے سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو اپنے تصرف و اختیار اور طاقت و قدرت کے بارے میں ذرہ برابر بھی شک نہ تھا اور نہ آپ ﷺ کیوں کر حکم صادر فرماتے۔
 - 4- کفار و مشرکین کے مطالبہ پر چاند توڑنے اور اعرابی کے مطالبہ پر درخت کو حاضر ہونے کا حکم دینے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان معجزات کے ظہور و صدور میں حضور ﷺ کے ارادہ و اختیار کو پورا دخل حاصل تھا۔
 - 5- صحابہ کرام کے ان احادیث مبارکہ کو بیان فرمانے اور محدثین کرام کے اپنی کتابوں میں نقل فرمانے سے ان نفوس قدسیہ کا عقیدہ بھی معلوم ہوا کہ وہ حضور ﷺ کو بے اختیار نہیں بلکہ صاحب اختیار مانتے تھے۔
- اللہ تعالیٰ ہمیں صحابہ کرام و محدثین کرام علیہم الرضوان کا سا پاکیزہ عقیدہ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

تیسرا باب

حضور ﷺ تمام نعمتوں کے مالک و مختار ہیں

ساری زمین کے خزانے آپ ﷺ کے قبضہ و اختیار میں ہیں:

127- حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ ہم مسجد میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے تو فرمایا کہ یہودیوں کے پاس چلو۔ جب ہم بیت المدراس پہنچے تو آپ ﷺ نے یہودیوں سے فرمایا: اٰمِنُ لِمُؤْتَسِلِمُوْا وَاَعْلَمُوْا اَنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہِ..... اسلام قبول کر لو، محفوظ ہو جاؤ گے اور جان رکھو کہ زمین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی ہے..... اور میں تمہیں اس زمین سے نکال دینا چاہتا ہوں۔ تم میں سے جس کے پاس مال ہو وہ اپنا مال فروخت کر دے ورنہ جان لو..... زمین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی ہے۔

﴿بخاری کتاب الجہاد باب اخراج الیہود من جزیرۃ العرب ج 01 ص 449﴾

128- حضرت عقبہ بن عامر ؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نکلے تو اُحد والوں کے لیے نماز پڑھی جس طرح مردوں پر پڑھی جاتی ہے۔ پھر منبر کی طرف آئے اور فرمایا: میں تمہارا فرط ہوں۔ میں تم پر گواہ ہوں۔ میں اپنے حوض کو اس وقت دیکھ رہا ہوں۔ وَارِئِیْ اَعْطِیْتُ خَلْقَیْنِیْ خَلَّیْنِیْ الْاَرْضِیْنَ اَوْ مَقَالِیْنِیْ الْاَرْضِیْنَ..... مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں یا (فرمایا) زمین کی کنجیاں..... اللہ کی قسم! مجھے اس بات کا اندیشہ نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرنے لگو گے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ تم دنیا حاصل کرنے میں لگ جاؤ گے۔

﴿بخاری کتاب الجہاد باب اصولہ علی الشہید ج 01 ص 179﴾

129- حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: **إِنَّ اللَّهَ رَوَى لِي الْأَرْضَ حَتَّى رَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَأَعْطَانِي الْكَنْزَيْنِ الْأَخْمَرَ وَالْأَبْيَضَ**.....
 بے شک اللہ تعالیٰ نے ساری زمین کو میرے لیے پیٹ دیا حُتھی کہ میں نے اس کے تمام مشرق اور مغرب کو دیکھ لیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے سرخ اور سفید دو خزانے عطا فرمائے۔

﴿مسلم کتاب القنن ج 02 ص 390﴾

130- حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے جامع کلمات کے ساتھ بھیجا گیا ہے اور رب کے ساتھ میری مدد فرمائی گئی ہے اور میں سویا ہوا تھا کہ میں نے دیکھا، زمین کی کھجیاں میرے پاس لائی گئیں اور میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو تشریف لے گئے اور تم ان خزانوں کو اپنے تصرف میں لارہے ہو یا ان سے فائدہ حاصل کر رہے ہو یا اسی طرح کا کوئی لفظ ارشاد فرمایا۔

﴿بخاری کتاب الجہاد باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم تَصْرُفُ بَالِغٍ عِبْ مَسْرُفًا

شہر ج 02 ص 229- کتاب الاعتصام باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بَعَثْتُ

بِجَوْلَعِ الْكَلْبِ ج 02 ص 1080- مسلم ج 01 ص 273﴾

اسماعیل دہلوی کی وضاحت: جس کے ہاتھ میں کئی ہوتی ہے قس اسی کے ہاتھ میں ہوتا ہے جب چاہے تو کھولے، جب چاہے نہ کھولے۔

﴿تفہیم الایمان باب نمبر 04، علم میں شرک ص 44 مطبوعہ مکتبہ شیش محل روڈ لاہور﴾

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ:

1- حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے فرط ہونے کے باعث آخرت میں ہمارے مددگار ہیں۔

2- اللہ تعالیٰ نے تمام خزانوں کی چابیاں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں دے دی ہیں

اور آپ کو خزانوں اور نعمتوں کی تقسیم کا اختیار عطا فرمایا ہے۔ اسی لیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **وَاللَّهُ يُعْطِي وَ إِنَّمَا أَنَا قَائِمٌ**..... ”اور اللہ تعالیٰ مجھے عطا فرماتا ہے اور میں تو تقسیم کرنے والا ہوں“ ﴿بخاری کتاب العلم باب من ہو ذا اللہ بہ خود آج 1 ص 17﴾
 3- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے یہ امت شرک میں جتنا نہ ہوگی۔

کاش حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کے باوجود شب و روز مسلمانوں کی اکثریت کو شرک قرار دینے والے اپنی روش پر نظر ثانی فرمائیں، آمین۔

جنت اور اس کی نعمتیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ و اختیار میں ہیں
 حوض کوثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت ہے:

131- حضرت سرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوْضًا وَإِنَّهُمْ يَنْكَبُونَ أَيْهُمَ أَكْثَرُ وَإِرْقَةً وَإِنِّي أَوْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرُهُمْ وَإِرْقَةً.....“

”بے شک ہر نبی کے لیے ایک حوض ہے اور وہ آپس میں فخر کرتے ہیں کہ کس کے حوض پر زیادہ لوگ آتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ میرے حوض پر آنے والوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے“
 ﴿ترمذی الواب معنی القیامت﴾

132- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمَسِيرَتِي رِجْلَانِ مِنَ الْجَنَّةِ وَمَسِيرَتِي عَلَى حَوْضِي

”میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے“

﴿بخاری کتاب فضائل المذہب ج 01 ص 253- کتاب الحوض ج 02

ص 975 باب فضل ما بين المنبر والمحرر﴾

نہر کوثر بھی حضور ﷺ کی ملکیت ہے:

133- حضرت سعید بن جبیر ؓ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے فرمایا: کوثر سے مراد بہت زیادہ بھلائیاں (خیر کثیر) ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو عطا فرمائی ہیں۔۔۔۔۔ ابوالبشر کا بیان ہے کہ میں نے حضرت سعید بن جبیر ؓ سے کہا: بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ جنت میں ایک نہر ہے۔ حضرت سعید ؓ نے فرمایا کہ جنت کی وہ نہر بھی اسی بھلائی کا ایک حصہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو عطا فرمائی۔

بخاری کتاب الرقاق باب فی الحوض ج 02 ص 974۔ کتاب التفسیر

باب انا اعطیناک الکوفہ ج 02 ص 742

134- حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جب میں جنت کی سیر کر رہا تھا تو ایک نہر پر پہنچا جس کے دونوں جانب کھوکھلے موتیوں کے گنبد بنے ہوئے تھے۔ میں نے کہا: اے جبرائیل! یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا۔۔۔۔۔ هَذَا الْكَوْثَرُ الَّذِي اَعْطَاكَ رَبُّكَ۔۔۔۔۔ یہ وہ کوثر ہے جو آپ کے رب تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے۔۔۔۔۔ اس کی مٹی یا خوشبو جیز محک کی ہے بخاری کتاب الرقاق باب فی الحوض ج 2 ص 974

تمام نعمتیں حضور ﷺ کے ہاتھ سے تقسیم ہوتی ہیں:

135- حضرت معاویہ ؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، اسے دین کی سمجھ عطا فرمادیتا ہے۔۔۔۔۔ وَ اِنَّمَا اَنَا كَايِسٌ وَاللّٰهُ يُعْطِي۔۔۔۔۔ اور میں تو تقسیم کرنے والا ہی ہوں اور اللہ عطا فرماتا ہے۔

بخاری کتاب العلم باب من یؤد اللہ بہ خیراً۔ ج 01 ص 17

136- حضرت جابر ؓ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری کے گھر میں ازکا پیدا ہوا تو ارادہ ہوا کہ

اس کا نام محمد رکھ دیا جائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میرا نام رکھ لو لیکن میری کنیت ابو القاسم نہ رکھنا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے (اپنی نعمتیں) تمہارے درمیان تقسیم کرنے کے لیے قاسم بنایا ہے۔ بخاری کتاب الجہاد باب قول اللہ تعالیٰ لمان للہ خمسہ ج 01 ص 439

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت:

حضور نبی کریم ﷺ علم اور مالی نعمت اور اس جیسی چیزیں تقسیم فرماتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ آپ نیک لوگوں کو خوشخبری اور بدکاروں کو وعید کی تقسیم کرتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ بلند یوں اور پستیوں کی تقسیم بھی آپ کی طرف مفلوس ہوا اور ان تمام معافی کا ارادہ کر لینے سے کوئی بات مانع نہیں ہے (یعنی یہ تمام معنی مراد لیے جاسکتے ہیں) جیسا کہ اس بات پر مفلوک کا مخدوف کرنا (کہ کیا چیز تقسیم کرتے ہیں) دلالت کرتا ہے تاکہ ہر شخص اپنے ذوق کے مطابق کہہ سکے کہ اللہ تعالیٰ یہ چیز دیتا ہے اور حضور ﷺ اسے تقسیم فرماتے ہیں۔

اردو ترجمہ عبارت مرتقاہ شرح مشکوٰۃ باب الاسامی ج 9 ص 105 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

انور شاہ کشمیری کا بیان:

حقیقت میں دینے والا بھی اللہ تعالیٰ ہے اور تقسیم کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہے اور ظاہر اور صورتاً دینے والے بھی رسول اللہ ہیں اور تقسیم کرنے والے بھی آپ ﷺ ہیں اور یہاں ظاہر یہی مراد ہے کیونکہ تمام لوگوں کی نظر حقیقت کی طرف منتقل نہیں ہوتی اور عرف میں بھی ظاہر ہی کا اعتبار ہوتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ جب ظاہر کے اعتبار سے دینے والے بھی حضور ﷺ ہیں اور تقسیم کرنے والے بھی حضور ﷺ ہیں تو آپ ﷺ نے عطا کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف اور تقسیم کی نسبت اپنی طرف کیوں کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عطا کا مرتبہ تقسیم سے بلند ہوتا ہے اس

لیے حضور ﷺ نے تو انشاء اللہ تعالیٰ کی طرف عطا کی نسبت کی اور اپنی طرف تقسیم کی نسبت کی ﴿فیض الباری از انور شاہ کشمیری ج 01 ص 171 مطبوعہ مطبعہ مجازی قاہرہ مصر﴾

مشہور محدث حافظ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَلِيفَةُ اللَّهِ الَّذِي يَجْعَلُ خَزَائِنَ كُزُبِهِ وَمَوَائِدَ يَمُومِهِ طَوَّاعٌ يَدِينُهُ وَتَخْتِ إِزَادَتِهِ يُعْطَى مِنْهُمَا مَنْ يَشَاءُ وَيَمْنَعُ مَنْ يَشَاءُ.....

”بے شک حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم کے خزانے اور اپنی نعمتوں کے خوان آپ ﷺ کے دست کرم یعنی قبضہ و اختیار میں دیے ہیں اور آپ ﷺ کے ارادہ کے تحت فرما دیے ہیں آپ ﷺ ان خزانوں اور نعمتوں میں سے جسے چاہیں عطا فرمادیں اور جسے چاہیں محروم رکھیں“ ﴿جواہر العظم ص 42﴾

امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان:

نَحْصُ حَيْبَةٍ بِإِعْطَاءٍ مَخَائِلِ خَزَائِنِ الْمَوَاهِبِ فَلَا يَخْرُجُ مِنْهَا شَيْءٌ إِلَّا عَلَى يَدِهِ ﴿فیض القدر شرح جامع صغیر ج 01 ص 546﴾
 ”(اللہ تعالیٰ نے) اپنے حبیب ﷺ کو عطاؤں کے خزانوں کی چابیاں دے کر خاص فرمایا تو ان خزانوں میں سے ہر چیز صرف آپ ہی کے ہاتھ سے نکلتی ہے“

نعمتیں بانٹنا جس سمت وہ ذی شان گیا:

137۔ امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق ؓ کے دور خلافت میں ایک مرتبہ شہزادہ رسول حضرت امام حسین ؓ نے حضرت فاروق اعظم ؓ کے کاشانہ پر حاضری کی اجازت طلب فرمائی۔ ابھی اجازت نہ آئی تھی کہ حضرت امیر المومنین ؓ کے صاحب زادے حضرت عبداللہ ؓ نے دروازے پر حاضر ہو کر اجازت چاہی۔ حضرت امیر المومنین ؓ نے

اجازت عطا نہ فرمائی۔ یہ دیکھ کر حضرت امام حسین ؓ بھی واپس چلے گئے حضرت امیر المومنین ؓ نے آپ ؓ کو بلا بھیجا۔ آپ ؓ نے فرمایا کہ میں یہ خیال کر کے واپس چلا گیا کہ آپ نے جب اپنے بیٹے کو اجازت نہیں دی تو مجھے بھی نہیں دیں گے۔

حضرت عمر ؓ نے فرمایا..... أَنْتَ أَحَقُّ بِأَلَا ذَنْ مِنْهُ وَقُلْ أَتَيْتَ الشُّعْرَ فِي رَأْسِ بَعْدَ اللَّهِ إِلَّا أَنْتُمْ..... آپ ان سے زیادہ اجازت کے حق دار ہیں اور سر کے بال اللہ تعالیٰ کے بعد آپ لوگوں کے سوا کس نے اُگائے ہیں (یعنی یہ عزت اللہ تعالیٰ کے بعد آپ ہی کی عطا کی ہوئی ہے) ﴿دار قطنی﴾

138۔ حضرت امام حسین ؓ فرماتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت فاروق اعظم ؓ نے مجھ سے کہا: اے بیٹے! میری تمنا ہے کہ آپ میرے پاس آیا کریں۔ ایک دن میں گیا تو معلوم ہوا کہ آپ تنہائی میں حضرت معاویہ ؓ سے باتیں کر رہے ہیں اور آپ کے بیٹے حضرت عبداللہ ؓ دروازے پر زکے ہوئے ہیں۔ حضرت عبداللہ ؓ واپس ہوئے تو میں بھی واپس آگیا۔ اس کے بعد حضرت امیر المومنین ؓ مجھے ملے۔ فرمایا: آپ تشریف نہیں لائے۔ میں نے کہا: یا امیر المومنین! میں آیا تھا آپ حضرت معاویہ ؓ کے ساتھ تنہائی میں تھے۔ میں آپ کے بیٹے کے ساتھ واپس آگیا۔ آپ ؓ نے فرمایا:

أَنْتَ أَحَقُّ بِأَلَا ذَنْ مِنْهُ وَقُلْ أَتَيْتَ الشُّعْرَ فِي رَأْسِ بَعْدَ اللَّهِ إِلَّا أَنْتُمْ.....
 ”آپ ابن عمر ؓ سے زیادہ حق دار ہیں۔ آپ جو بال ہمارے سروں پر دیکھ رہے ہیں یہ اللہ تعالیٰ ہی نے تو اُگائے ہیں اور پھر آپ لوگوں نے“

﴿اسابہ بنی تمیم الصحابہ ج 01 ص 333۔ ابن عساکر ج 14 ص 176۔

سمر الاعلام ج 03 ص 285۔ تاریخ بغداد خطیب ج 01 ص

141..... امام حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے﴾

139۔ ایک روایت میں حضرت امیر المومنین عمر فاروق ؓ کے یہ الفاظ مروی ہیں۔

..... هَلْ أَتَيْتُ الشَّعْرَ عَلَى رُؤُسِنَا إِلَّا أَبْوَكَ ﴿طَبَقَاتُ ابْنِ سَعْدٍ﴾
 ”ہمارے سروں پر یہ بال کس نے آگائے ہیں سوائے آپ کے ہاں حضور کے“

آخرت کی عزت بھی آپ ﷺ کے اختیار میں ہے:

140۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میں سب سے پہلے قبر سے باہر آؤں گا جب لوگ اٹھائے جائیں گے اور میں ان کا پیشوا ہوں گا جب بارگاہ میں پیش ہوں گے اور میں ان کا خلیف ہوں گا جب وہ خاموش ہوں گے اور میں ان کا سفارشی ہوں گا جب وہ جیس زورہ ہوں گے اور میں خوش خبری دینے والا ہوں گا جب وہ ناامید ہوں گے۔ مزید فرمایا: اَلْكَوَامَةُ وَالْمَقَامَاتُ يَوْمَئِذٍ بِرِجْلِي وَ لَوْ اَنَّ الْعَمَلِ يَوْمَئِذٍ بِرِجْلِي..... عزت اور کجیاں اس دن میرے ہاتھ میں ہوں گی اور حمد کا جھنڈا اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا۔

﴿سنن داری ج 01 ص 30- ترمذی ج 02 ص 201- شرح

الترمذی للبخاری ج 13 ص 203- مشکوٰۃ ص 514- مرقاۃ ج 10

ص 36 المکتبۃ الشّامیۃ مکتبۃ المکرمۃ﴾

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بزرگی دادوں و کلید ہائے بہشت والہاب رحمت آں روز بدست من است..... بزرگی دینا اور جنت اور رحمت کے دروازاں کی چابیاں اس دن میرے ہاتھ میں ہوں گی۔

﴿احمد للمعات شرح مشکوٰۃ ج 04 ص 477﴾

آپ ﷺ جنت کا چشمہ بھی عطا فرماتے ہیں:

141۔ جب مہاجرین مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ لائے تو یہاں کا پانی انہیں پسند نہ آیا اس لیے کہ یہ کھاری تھا۔ بنی غفار کے ایک شخص کی ملکیت میں چھ پانی کا ایک چشمہ تھا جس کا نام رومہ تھا۔ وہ اس کا ٹک بھر پانی نصف صاع میں پیتے تھے۔

حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ یہ چشمہ میرے ہاتھ جنت کے ایک چشمہ کے بدلے دے دو۔ اس شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا اور میرے بچوں کا روزگار اسی میں ہے۔ مجھ میں یہ طاقت نہیں۔

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو وہ چشمہ مالک سے قیما خرید لیا اور سرکار ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! اَتَجْعَلُ لِيْ وَفَلِ الْيَدِيْ جَعَلْتَ لَهٗ عَيْنًا فِي الْجَنَّةِ اِنْ اَشْرَيْتُهَا؟ یا رسول (ﷺ)! آپ جس طرح اس شخص کو جنت کا چشمہ عطا فرماتے تھے۔

میں یہ چشمہ اس سے خرید لوں تو کیا آپ مجھے بھی جنت کا چشمہ عطا فرمائیں گے؟ قَالَ نَعَمْ..... حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں..... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے بیڑ رومہ خرید لیا اور مسلمانوں پر وقف کر دیا۔ ﴿طبرانی معجم کبیر۔ ابن عساکر﴾

حضور ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دوبار جنت عطا فرمائی:

142۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اَشْرَى عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانٍ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ الْجَنَّةَ مَرَّتَيْنِ يَوْمَ رُؤْمَةِ وَيَوْمَ جَيْشِ الْعُسُورَةِ..... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دوبار حضور ﷺ سے جنت خریدی۔ بیڑ رومہ کے دن اور لشکر کی غمی کے دن۔

﴿مستدرک حاکم کتاب معرفۃ الصحابہ ج 03 ص 107۔ ابن عساکر ج 39 ص 72﴾

اپنے خدمت گار کو جنت کی رفاقت بھی عطا فرمائی:

143۔ خاص خدمت گار رسول حضرت سیدنا ربیعہ بن کعب السلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

..... كُنْتُ اَبْرَأَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَاتَّبَعَهُ يَوْمَ حُؤَيْيَ وَحَاجَّجَهُ فَقَالَ لِيْ سَلِ الطَّبْرَانِيَّ فَقَالَ يَوْمًا يَا رَبِّعَةُ سَلْنِيْ فَأَعْطَيْتَكَ قَالَ فَقُلْتُ اَسْتَلُّكَ مَرَّةً فَقَالَ لِي الْجَنَّةُ فَقَالَ اَوْ غَيْرَ ذَلِكَ قُلْتُ هُوَ ذَلِكَ قَالَ فَأَعْتَبَنِي عَلَى نَفْسِكَ بِكُنْفَرَةِ السَّجُودِ

”میں حضور ﷺ کی خدمت میں رات کو حاضر رہتا۔ ایک رات حضور ﷺ کے لیے پانی وغیرہ برائے وضو (دیگر) ضروریات لایا حضور ﷺ کی عطا و بخشش کا دریام رحمت جوش میں آیا) ارشاد فرمایا: کچھ مانگ لو۔ طبرانی میں ہے (ایک دن فرمایا: اے ربیعہ مجھ سے مانگ لو تو میں تمہیں عطا کروں)۔ میں نے کہا: میں جنت میں آپ کی رفاقت (آپ کا ساتھ) مانگتا ہوں تو فرمایا کچھ اور؟ میں نے عرض کیا: میں تو یہی مانگتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تو میری اعانت کر اپنے نفس پر بعدوں کی کثرت سے“

﴿مسلم کتاب الصلوٰۃ باب فضل السجود والحث علیہ ج 01 ص 193﴾

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے:

يُؤْخَذُ مِنْ اِطْلَاقِهِ اِلَى الْاَمْرِ بِالسُّؤَالِ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى مُكِنٌّ مِّنْ اِعْطَاءٍ كُلِّ مَا اَرَادَ مِنْ خَزَائِنِ الْحَقِّ ﴿مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج 2 ص 323﴾
”حضور ﷺ نے مانگنے کا مطلق حکم دیا۔ اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عام قدرت بخشی ہے کہ خدا کے خزانوں میں سے جو چاہیں عطا فرمادیں“

اشعۃ للمعات میں ہے:

از اطلاق سوالی کہ فرمودش بخلاف تخصیص مکرر و مطلق ہے خاص معلوم می شود کہ کار بعد بدست است و کرامت است علیہ السلام ہر چه خواہد و کرا خواہد باذن پروردگار خود دهد سوال مطلق رکھنے سے کہ آپ کا فرمانا کہ کچھ مانگ لو۔ کسی خاص چیز کی قید نہ لگائی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سارا معاملہ حضور ﷺ کے کریم ہاتھ میں ہے۔ جو چاہیں جس کو چاہیں اپنے رب کے حکم سے عطا فرمادیں۔ ﴿اشعۃ للمعات شرح مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب السجود وفضلہ ج 1 ص 396﴾

اہل حدیث عالم نواب صدیق حسن بھوپالی کا بیان:

حضور ﷺ نے فرمایا: مانگو اس کا معنی یہ ہے کہ دنیا و آخرت کی جو خیر چاہتے ہو مانگ

لو۔ آپ ﷺ کے فرمان مطلق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی مخصوص شے کے ساتھ مقید نہیں۔ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهُ بِیَدِہِمْ وَحُورَاتِہِمْ یُعْطٰی مَا شَآءُوْا لِمَنْ شَآءَ بِاِذْنِ رَبِّہِ تَعَالٰی اس لیے کہ سارا معاملہ آپ ﷺ کے مبارک ہاتھ میں ہے۔ عطا کریں جس کو جتنا چاہیں اللہ تعالیٰ کی اجازت سے۔ ﴿مسک الختام ج 01 ص 276﴾

جنت کی ضمانت دینا اختیار کی واضح دلیل ہے:

144۔ حضرت کھل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

مَنْ یُّضْمَنْ لِّیْ مَا یُکِنُّ لِحَبِیْہِ وَمَا یُکِنُّ دِجْلَہُ اَضْمَنْ لَّہُ الْجَنَّةَ.....

”جو میرے لیے اپنی زبان اور شرم گاہ کا ضامن ہو جائے (ان سے میری نافرمانی نہ

کرے) میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں“ ﴿بخاری کتاب الزقاق ج 2 ص 959﴾

جنت میں بغیر حساب داخلہ بھی حضور ﷺ کے اختیار میں ہے:

145۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ

فرمایا ہے کہ میری امت میں سے چار لاکھ افراد کو حساب کتاب کے بغیر جنت میں داخل

فرمائے گا..... حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا..... زِدْنَا بِاَرْسُولِ اللّٰہِ.....

یا رسول اللہ! ہم پر اضافہ فرمائیے..... حضور ﷺ نے عرض قبول کی اور فرمایا: وَهَكَذَا فَتَحْنَا

بِغَفْوِہِ فَجَمَعَهَا فَقَالَ اَبُو بَكْرٍ زِدْنَا بِاَرْسُولِ اللّٰہِ قَالَ وَهَكَذَا..... اپنے دونوں

ہاتھ مبارک جمع کر کے جیسا کہ عطا کرتے وقت دونوں ہاتھوں سے کوئی چیز دی جاتی ہے

فرمایا: چار لاکھ پر اسے اور زیادہ..... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اور اضافہ

فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے اور زیادہ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (عمل کی اہمیت اجاگر کرنے کیلئے) فرمایا: اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہمیں

اسی حال پر رہنے دیجیے تاکہ عمل کریں اور حساب و عذاب (کے خوف) کی وجہ سے کوشش کریں

اور کرم و بخشش کے اعتقاد کی وجہ سے عمل سے محروم نہ رہ جائیں۔ حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ بغیر حساب و کتاب ہم سب کو جنت میں داخل فرمادے تو یہ آپ پر کیسے ناگوار ہو سکتا ہے۔ حضرت عمر فاروق ؓ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق کو ایک ہی جگہ سے جنت میں داخل فرماتا چاہے تو فرمادے۔ بار بار اضافہ کرانے کی ضرورت نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ہجر ؓ نے حج اور حج کہا ہے۔

﴿مسکوة باب الفداء ص 494 بحوالہ شرح السنہ، مجمع الزوائد کتاب اہل البیت باب فی کثرۃ﴾
نوٹ: مجمع الزوائد میں مذکورہ باب میں مسند احمد، طبرانی اوسط، مسند ابویعلیٰ وغیرہ کے حوالے سے مزید صحیح و احادیث مبارکہ نقل کی گئی ہیں اور یہ بھی کہ ان میں کئی احادیث مبارکہ کی اسناد حسن اور ان کے رجال کو حج کے رجال لکھا ہے۔

حضرت موسیٰ ؑ نے بھی بڑھیا کو جوانی اور جنت عطا فرمائی تھی:
 146- حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ فرماتے ہیں کہ قاسم نعمت ؓ انجین میں ہوازن کی نعمتیں تقسیم فرما رہے تھے۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے مجھ سے کچھ وعدہ فرمایا تھا۔ سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو اب جو جی میں آئے کہہ دے۔ وہ شخص عرض کرنے لگا: اسی (80) دے اور انہیں چارے والا ایک غلام عطا فرما دیجیے۔ سرور عالم ﷺ نے فرمایا کہ یہ تجھے عطا ہوا اور تو نے بہت تھوڑی چیز مانگی اور بے شک وہ عورت جس نے حضرت موسیٰ ؑ کو حضرت یوسف ؑ کا تابوت بتایا تھا، تجھ سے زیادہ سمجھ دار تھی جب کہ حضرت موسیٰ ؑ نے اسے اختیار عطا فرمایا تھا کہ جو چاہے مانگ لے۔ اس عورت نے کہا: میں تو قلعی طور پر یہی مانگتی ہوں کہ آپ ﷺ میری جوانی لوٹا دیں اور میں آپ کے ہمراہ جنت میں داخل ہوں۔ اسی طرح ہوا کہ وہ ضعیف عورت فوراً جوان ہو گئی، اس کا حسن و جمال واپس ملا اور حضرت موسیٰ ؑ نے جنت میں رفاقت کا وعدہ بھی فرمایا۔

﴿مجمع ابن حبان۔ مستدرک حاکم کتاب تاریخ ج 2 ص 571۔ امام حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح الا سناد ہے۔ امام ذہبی نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے، تخفیف مستدرک ج 2 ص 571﴾

147- حضرت علی ؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سے جب کوئی شخص سوال کرتا، اگر سرکار ﷺ منظور ہوتا تو نعمت یعنی ہاں فرما دیتے اور منظور نہ ہوتا تو خاموش رہتے۔ کسی چیز کو مانا نہیں فرماتے تھے۔ ایک روز ایک اعرابی نے حاضر ہو کر سوال کیا، حضور ﷺ خاموش رہے۔ اعرابی نے پھر سوال کیا، حضور ﷺ نے سکوت فرمایا۔ اعرابی نے پھر تیسری بار سوال کیا، اس پر حضور ﷺ نے جلالت کے ساتھ فرمایا: سَلْ مَا شِئْتَ يَا أَهْرَابِي اے اعرابی! جو تیرا جی چاہے مانگ لے۔

حضرت علی ؓ فرماتے ہیں: لَعَنَ كُنَانُ الْقُلُقَنَّا الْاَنَ يَسْتَأْذِنُ الْجَنَّةَ ہمیں اس اعرابی پر رشک آیا۔ ہم نے کہا: اب یہ سرکار سید عالم ﷺ سے جنت مانگے گا۔ اعرابی نے کہا کہ میں حضور ﷺ سے سواری کا ایک اونٹ مانگتا ہوں۔ سرکار ﷺ نے فرمایا: یہ تو عطا ہوا۔ اعرابی نے پھر عرض کیا کہ حضور ﷺ سے سامان سفر مانگتا ہوں۔ سرکار ﷺ نے فرمایا کہ یہ بھی عطا ہوا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کتنا فرق ہے اس اعرابی کے سوال اور بنی اسرائیل کی بڑھیا کے سوال میں۔ پھر حضور ﷺ نے اس بڑھیا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ ؑ کو دریا میں اترنے کا حکم ہوا آپ ﷺ اور باکے کنارے تک پہنچے سواری کے جانوروں کے ساتھ اللہ پاک نے پھر دیکھے کہ جانور خود بخود پلٹ آئے۔ حضرت موسیٰ ؑ نے بارگاہ الہی میں عرض کیا: یہ کیا حال ہے؟ ارشاد ہوا کہ تم (اس وقت) حضرت یوسف ؑ کی قبر کے پاس ہو، ان کا جسم مبارک اپنے ساتھ لے لو۔ حضرت موسیٰ ؑ نے قبر معلوم کرنے کے لیے بنی اسرائیل کی ایک بڑھیا کی طرف آ دی بھیجا۔ بڑھیا سے مدعا بیان کیا اور اس نے بتایا کہ ہاں مجھے حضرت یوسف ؑ کی قبر معلوم ہے۔

فرمایا: مجھے بتادو۔ بڑھیا نے عرض کیا: لَا وَاللَّهِ حَتَّى تُعْطِيَنِي مَا أَسْأَلُكَ..... اللہ کی قسم، میں نہ بتاؤں گی جب تک کہ آپ مجھے منہ مانگا عطا نہ فرمادیں۔ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا: ذَٰلِكَ لَكَ..... تیری مرض منظور ہے۔ فَأَنْتَ لِإِنِّي أَسْأَلُكَ أَنْ أَكُونَ مَعَكَ فِي السَّوْجَةِ الْوَعْدِ تَكُونُ فِيهَا فِي الْجَنَّةِ..... بڑھیا نے عرض کیا: میں آپ سے یہ مانگتی ہوں کہ جنت میں آپ کے ساتھ وہاں درجے میں ہوں جس میں آپ ہوں گے..... لَئِنْ سَلَى الْجَنَّةَ..... حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا کہ مجھ سے (فقط) جنت مانگ لو..... بڑھیا نے عرض کیا: اللہ کی قسم، میں نہ مانوں گی سوائے اس کے کہ آپ کے ساتھ ہوں..... فَجَعَلَ مُوسَىٰ بَرْدَةً لَهَا فَأَوْحَى اللَّهُ أَنْ أُعْطَاَهَا ذَٰلِكَ لِأَنَّهُ لَنْ يَنْقُصَكَ..... حضرت موسیٰ (علیہ السلام) اس سے بھی رد و بدل کرتے رہے۔ اللہ پاک نے وحی بھیجی کہ اے موسیٰ (علیہ السلام)! بڑھیا جو مانگ رہی ہے تم اسے وہی عطا کر دو کہ اس میں تمہارا کوئی نقصان نہیں۔ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے اسے وہی (جنت میں اپنی رفاقت) عطا فرمادیا..... اس بڑھیا نے حضرت یوسف (علیہ السلام) کی قبر کا پتہ بتا دیا۔ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) حضرت یوسف (علیہ السلام) کا جسم مقدس ساتھ لے کر دریا پار کر گئے۔ ﴿طہراتی نعم اوسط۔ غرائلی مکارم الاخلاق﴾

چوتھا باب

موت و حیات کے انتخاب کا اختیار

ہر نبی کو موت کے بارے میں اختیار دیا جاتا ہے:

148۔ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا..... مَا مِنْ نَبِيٍّ يَمُوتُ إِلَّا خُيِّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ..... کوئی نبی بیمار ہوتا تو اسے دنیا و آخرت (میں سے ایک کو اختیار کرنے کا) اختیار دیا جاتا..... چنانچہ آپ ﷺ مرض وصال میں مبتلا ہوئے اور جب یہ مرض شدت اختیار کر گیا تو میں نے آپ ﷺ کو سورۃ النساء کی آیت نمبر 69 پڑھے ہوئے سنا..... پس میں سمجھ گئی کہ آپ ﷺ نے آخرت کو اختیار فرمایا ہے۔

﴿بخاری کتاب التفسیر باب آیت نمبر 69 سورۃ النساء ج 2 ص 660﴾

149۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے حضور ﷺ سے سنا تھا..... أَنَّهُ لَا يَمُوتُ نَبِيٌّ حَتَّى يُخَيَّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ..... کسی نبی (ﷺ) کا اس وقت تک وصال نہیں ہوتا جب تک اسے دنیا اور آخرت میں سے کسی ایک کو اختیار کر لینے کا اختیار نہ دیا جائے..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پس میں نے حضور ﷺ کو آپ کے مرض وصال میں یہ فرماتے ہوئے سنا..... أُنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ (سورۃ النساء: 69)..... ان لوگوں کے ساتھ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا..... اس وقت میں بھی کہ آپ ﷺ کو بھی اختیار دیا گیا۔ ﴿بخاری کتاب المغازی باب مرض النبی و وفاته ج 2 ص 637﴾

150۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے تندرستی کی حالت میں فرمایا: کسی نبی کی اس وقت تک جان نہیں قبض کی جاتی جب تک جنت میں اس نبی کو اس کا مقام نہ دکھا دیا جائے، پھر چاہے زندہ رہے یا آخرت اختیار کرے۔ جب آپ ﷺ بیمار ہوئے اور وصال کا وقت قریب آیا تو آپ ﷺ کا سر مبارک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے زانو پر تھا تو آپ ﷺ کو وحشی آگئی۔ جب اتفاقاً وہ اتواپی لگا جس گھر کی چھت کی جانب فرمائیں اور کہا: اے اللہ! رفیق اعلیٰ میں رکھنا..... میں جان گئی کہ جو بات آپ ﷺ نے تندرستی کے ایام میں فرمائی، وہ صحیح ہو رہی ہے۔

﴿بخاری کتاب المغازی باب مرض النبی ووفاته ج 02 ص 636﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہزاروں سال جینے کا اختیار:

151۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حضرت ملک الموتؑ آئے اور کہا: اپنے رب تعالیٰ کے پاس چلیے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو پتھر مارا اور ان کی آنکھ نکال دی۔ حضرت ملک الموتؑ واپس گئے اور کہا: تو نے مجھے ایسے بندے کے پاس بھیجا ہے جو موت کا ارادہ ہی نہیں رکھتا اور اس نے میری آنکھ نکال دی تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی آنکھ لوٹا دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے کے پاس جاؤ، کہ۔ آپ زندگی کا ارادہ رکھتے ہیں، اگر آپ کا زندگی کا ارادہ ہے تو اپنا ہاتھ نیل کی پشت پر رکھیے۔ جتنے بال آپ کے ہاتھ کے نیچے آئیں گے، اتنے سال آپ کی عمر بڑھادی جائے گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: پھر کیا ہوگا؟ حضرت ملک الموتؑ نے عرض کیا: پھر آپ کو موت آئے گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: پھر اب قریب ہی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: اے میرے رب! ارض مقدسہ سے ایک پتھر پھینکے جانے کے فاصلہ پر میری روح قبض کرنا۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا: بخدا اگر میں اس جگہ ہوتا تو میں تمہیں کلیپ احمر (سرخ ٹیلے) کے پاس راستہ کی ایک جانب ان کی قبر دکھاتا۔

﴿مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل موسیٰ علیہ السلام ج 2 ص 267۔ بخاری

کتاب الجنائز باب من احب الدفن فی الارض المقدمہ ج 1 ص 178﴾

اور حضور ﷺ کو بھی یہ اختیار دیا گیا:

152۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ انبرہ روثیٰ افروز ہوئے اور فرمایا:..... عَنْهُ حَيَوَةُ اللَّهِ بَيْنَ أَنْ يُؤْتِيَهُ زَهْرَةَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ فَأَخْتَارَ مَا عِنْدَهُ فَهَكَذَا أَبُوبَكْرٍ وَهَكَذَا لَقَاءُ لَقَدْ بَيَّنَّاكَ بِأَتَايَا وَمُتَّهِاتَا قَالَ فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ هُوَ الْمُصْخَرُ وَكَانَ أَبُوبَكْرٍ أَعْلَمُنَا بِهِ..... الخ..... اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو یہ اختیار دیا کہ وہ دنیا کی نعمتیں لے لے یا اللہ کے پاس رہے۔ اس بندے نے اللہ کے پاس رہنا اختیار کر لیا۔ یہ سن کر حضرت ابو بکرؓ روئے اور خوب روئے اور کہا: ہمارے ماں باپ آپ ﷺ اندا ہوں۔

حضرت ابوسعیدؓ نے کہا کہ جس شخص کو اختیار دیا گیا تھا وہ رسول کریم ﷺ تھے اور حضرت ابو بکر صدیقؓ، ہم سب سے زیادہ اس کے بارے میں جانتے تھے۔

﴿مسلم کتاب فضائل صحابہ من فضائل ابی بکر الصديق

ج 02 ص 272۔ بخاری کتاب الصلوٰۃ باب المصنوعه والمنبر فی

المسجد ج 01 ص 66﴾

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ

حیات اور امور حیات ایک طرف، اللہ تعالیٰ اپنے پیارے انبیاء کرام علیہم السلام

کو موت کے بارے میں بھی اختیار عطا فرماتا ہے حالانکہ جب موت کا وقت مقرر آتا ہے تو کسی کوٹا لئے کی قدرت حاصل نہیں ہوتی۔ کوئی شخص فرار کی ہنسی چاہے کوشش کر لے، بالآخر بے بس ہو کر اپنے آپ کو موت کے حوالے کرنے پر مجبور ہوتا ہے لیکن انبیاء کرام علیہم السلام کا معاملہ قطعی جدا ہوتا ہے۔ انہیں عام لوگوں پر قیاس کرنا انتہائی حماقت ہے۔ ان کی بارگاہ میں تو حضرت ملک الموت عزرائیل علیہ السلام بھی اجازت کے ساتھ باادب حاضر ہوتے ہیں اور موت کو وارد کرنے میں ان کی مرضی و نشاط اور اجازت کے منتظر ہوتے ہیں۔

اس سے اندازہ کرنا چاہیے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کیسا خاص مقام و مرتبہ حاصل ہے۔

ایک طرف یہ احادیث مبارکہ ہیں جن سے انبیاء کرام علیہم السلام کے ایسے اختیارات واضح ہوتے ہیں اور دوسری طرف بعض ناپسندیدہ کتابوں میں ایسی گندی گستاخانہ مہارات ہیں جن میں انبیاء کرام علیہم السلام بھی مقتدر مستیوں کو بے کار اور ناکارہ مخلوق بتایا گیا ہے، الامان والحفیظ۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے، آمین۔

انبیاء تو ایک طرف حدیث مبارکہ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اولیاء کرام علیہم الرضوان کا حال و مقام بھی عام لوگوں سے مختلف ہوتا ہے اور ان کی پسند و ناپسند کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بہت اہم مقام حاصل ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو بخاری شریف کی حدیث ولی۔

﴿ج 02 ص 963﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام والی حدیث پاک پڑھنے کے بعد تو کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔ یہ حدیث ایک مرتبہ پھر پڑھیے اور خود کیجیے۔

1- کیا حضرت عزرائیل علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں پیغام موت لانے میں کوئی مداخلہ ہوا تھا اور کیا حضرت عزرائیل علیہ السلام کو اپنی ذمہ داری سمجھنے اور اسود کے انجام دینے میں کوئی غلط فہمی لاحق ہو سکتی ہے جب کہ قرآن مجید میں ہے.....

33- ﴿حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمُ الْمَوْتُ تَوَلَّيْتَهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفْعَلُونَ﴾

﴿سورة الانعام: 61﴾

”یہاں تک کہ جب تم میں کسی کو موت آتی ہے، ہمارے فرشتے اس کی روح قبض کرتے ہیں اور وہ کوتاہی نہیں کرتے“

2- اگر ان سے امور کی انجام دینے میں کوئی کوتاہی نہیں ہوتی اور بھینا نہیں ہوتی تو پھر کیا حضرت عزرائیل علیہ السلام کی آنکھ پھوڑ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کوئی گناہ صادر ہوا تھا۔

3- اور اگر ایسا تھا تو کیا اللہ تعالیٰ نے کوئی تادیبی کارروائی کوئی صحیحہ کی یا معافی طلب کرنے کا حکم دیا؟

قارئین محترم ایسی کوئی بات بھی یہاں نہیں پائی جاتی۔ نہ حضرت عزرائیل علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں موت وارد کرنے کے سوا کسی اور کام سے آئے تھے اور نہ غلط فہمی میں مبتلا ہو کر کسی دوسرے شخص کی موت آپ علیہ السلام پر طاری کرنے آئے تھے اور نہ ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تھپڑ سید کر کے کوئی گناہ کیا تھا اس لیے کہ انبیاء کرام علیہم السلام ملوث ہوتے ہیں گناہوں سے معصوم ہیں۔

در اصل اس واقعہ اور اس کی ترتیب سے یہ واضح کرنا مقصود تھا کہ حضرت ملک الموت علیہ السلام جیسے معزز و مقرب فرشتے بھی انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے یہ امور انجام دینے میں ان کی اجازت اور ارادے کے پابند اور تابع ہوتے ہیں اور دوسرے یہ کہ اگر انبیاء کرام علیہم السلام ملک الموت علیہ السلام کے آجانے کے باوجود بھی ہزاروں برس مزید دنیا میں رہنے کا ارادہ رکھتے ہوں تو ان کی موت مؤخر ہو سکتی ہے۔

4- حدیث پاک میں ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ رب العزت میں عرض کیا: اے میرے رب ارض مقدسہ سے ایک پتھر پیچھے جانے کے فاصلہ پر میری روح قبض کرنا۔

چونکہ اس جگہ اللہ رب تعالیٰ کے پیارے بندوں کے مدفن و مزارات ہیں اس سے معلوم ہوا کہ صالحین کے قرب میں وصال و دفن کی تمنا کرنا حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی سنت مبارکہ ہے اور یہ کہ صالحین کے مزارات اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتوں کے مقام ہوتے ہیں اور ان سے رحمت و برکت اور نفع حاصل ہوتا ہے۔

5- حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) حدیث پاک سن کر روئے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:..... میں جان گئی کہ جو بات حضور ﷺ نے تمہارے لئے فرمائی تھی، وہ سچ ہو رہی ہے۔

صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے یہ احادیث مبارکہ آگے روایت فرمائیں۔ امام بخاری، امام مسلم اور دیگر محدثین کرام علیہم الرضوان نے انہیں اپنی اپنی کتب میں نقل فرمایا۔

ان تمام باتوں سے ان اصحاب قدسہ کا یہ عقیدہ ثابت ہوا کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کو عاجز و مجبور اور بے بس نہیں بلکہ محض رف و حقار مانتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان اصحاب قدسہ علیہم الرضوان کا سا عقیدہ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

پانچواں باب

اولیاء کرام (رضی اللہ عنہم) کا تصرف و اختیار

حضرت خضر (علیہ السلام) نے ہاتھ لگایا اور دیوار سیدھی کر دی:

153- حضرت اُبی بن کعب (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے مجھے بتایا: (حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام) دونوں چلے تو ایک یسیدہ دیوار دیکھی..... فَسَالَ سَعِيدٌ بِيَدَيْهِ هَكَذَا وَرَفَعَ يَدَيْهِ لِمَسْتَقَامَ قَالَ يُعْلَى حَسِبْتُ أَنَّ سَعِيدًا قَالَ فَمَسَحَهُ بِيَدَيْهِ لِمَسْتَقَامَ..... الخ

”حضرت سعید راوی نے فرمایا کہ حضرت خضر (علیہ السلام) نے اس طرح ہاتھ سے اشارہ کیا اور دیوار سیدھی ہو گئی۔ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ حضرت سعید نے یوں فرمایا کہ حضرت خضر (علیہ السلام) نے دیوار پر اپنا ہاتھ پھیرا تو وہ سیدھی ہو گئی“

بخاری کتاب الحجۃ باب الاغتسا ج ۱ ص ۶۸۹۔ کتاب التفسیر باب قوله

فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنَهُمَا ج ۲ ص ۲۶۹۔ مسلم کتاب الفضائل باب

من فضائل الخضر ج ۲ ص ۲۶۹

فرشتوں کا تصرف و اختیار:

انگلی کے اشارے سے پتھر توڑ دیا:

154- حضرت بریدہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:..... لَمَّا انْتَهَيْنَا إِلَى

بَيْتِ الْمُقَدَّسِ قَالَ جِبْرِيلُ بِأَصْبَعِهِ فَنَحَرَتْ بِهِ الْحَجَرَ وَشَدَّ بِهَا الْبَرَقَ

..... جب ہم بیت المقدس پہنچے تو حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنی اہلی کے اشارے سے پتھر توڑ کر اس کے ساتھ براق ہمارا دیا۔

﴿ترمذی ابواب تفسیر القرآن باب من سورۃ بنی اسرائیل﴾

فرشتے حفاظت کرتے ہیں:

155۔ حضور ﷺ نے فرمایا: جو شخص نماز مغرب کے بعد دس مرتبہ یہ کلمات کہے "لا الہ الا اللہ"..... اللہ تعالیٰ اس کے لیے فرشتوں کی ایک فوج بھیج دیتا ہے جو صبح تک شیطان سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ ﴿ترمذی ابواب الدعوات﴾

صحابہ کرام اور اولیاء عظام کا تصرف و اختیار:

حضرت عمرؓ نے طاقتور جن کو پچھاڑ دیا:

156۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کے ایک صحابیؓ کو ایک جن ملا۔ انہوں نے اس جن سے کشتی لڑی اور اسے گرا دیا۔ جن نے کہا کہ دوبارہ کشتی لڑو۔ دوبارہ کشتی لڑی گئی تو پھر صحابی رسولؐ نے جن کو گرا دیا۔

پھر اس صحابیؓ نے جن سے پوچھا کہ تم مجھے دبلے پتکے نظر آرہے ہو اور تمہارا رنگ بھی بدلا ہوا ہے اور تمہارے بازو کتے کے بازوؤں کی طرح چھوٹے چھوٹے ہیں تو کیا تم سب جن ایسے ہوتے ہو یا ان میں سے تم ہی ایسے ہو؟ جن نے کہا: نہیں اللہ کی قسم، میں تو جنوں میں بڑے جسم والا اور طاقتور ہوں۔ آپ مجھ سے تیسری مرتبہ کشتی لڑیں۔ اگر اس دفعہ آپ نے مجھے گرا دیا تو میں آپ کو ایسی چیز سکھاؤں گا جس سے آپ کو قائدہ ہوگا۔ چنانچہ تیسری مرتبہ پھر کشتی لڑی گئی۔ اس دفعہ بھی صحابیؓ نے اسے گرا دیا۔ اور اس سے کہا کہ اب مجھے سکھاؤ۔ اس جن نے کہا: کیا آپ آیت الکرسی پڑھتے ہیں؟ صحابیؓ نے فرمایا: ہاں

پڑھتا ہوں۔ جن نے کہا: آپ یہ آیت جس گھر میں پڑھیں گے اس گھر سے شیطان نکل جائے گا اور نکلے ہوئے گدھے کی طرح اس کی ہوا خارج ہو رہی ہوگی اور وہ صبح تک پھر اس گھر میں نہیں آئے گا۔

ایک شخص نے حضرت ابن مسعودؓ سے پوچھا: اے عبدالرحمن! یہ نبی کریم ﷺ کے کون سے صحابی تھے؟ اس سوال پر چلیں بہ چلیں ہو کر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس شخص کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: یہ امیر المومنین حضرت عمرؓ کے سوا کون ہو سکتا ہے؟ ﴿مجمع الرواۃ ج 09 ص 71-72 بحوالہ طبرانی۔ دلائل النبوة ابو نعیم ج 02 ص 369-370﴾

حضرت عمارؓ نے شیطان کو زیر کر دیا:

157۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور پر نور ﷺ نے حضرت عمار بن یاسرؓ کو پانی بھرنے کے لیے بھیجا۔ شیطان ایک کالے غلام کی صورت میں حضرت عمارؓ کو پانی بھرنے سے روکنے لگا اور لڑنے پر آمادہ ہو گیا۔ حضرت عمارؓ نے اس کو پچھاڑ دیا تو وہ عاجزی کرنے لگا۔ اسی طرح تین مرتبہ شیطان نے پانی بھرنے سے آپ کو روکا اور لڑنے پر تیار ہوا اور تینوں مرتبہ آپؓ نے اسے پچھاڑ دیا۔ ادھر شیطان سے آپؓ کی کشتی ہو رہی تھی ادھر حضور پر نور ﷺ نے اپنی مجلس میں صحابہ کرامؓ کو بتا دیا کہ آج عمارؓ نے تین مرتبہ شیطان کو پچھاڑ دیا ہے جو ایک کالے غلام کی صورت میں اس سے لڑ رہا ہے۔ (حضور ﷺ کو دیوار کے چبھکے کا علم نہیں) کا عقیدہ رکھنے والوں کے لیے مقام غور ہے۔ حضرت عمارؓ جب پانی لے کر آئے تو میں نے ان سے کہا کہ تمہارے بارے میں حضور کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم نے تین مرتبہ شیطان کو پچھاڑا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمارؓ نے کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے معلوم ہوتا کہ یہ شیطان ہے تو میں اسے مار ہی ڈالتا۔ واپس تیسری مرتبہ اس کی ناک

ناک کاٹ لینے کے لیے جب میں نے اپنا منہ اس کے قریب کیا تو مجھے بہت گندمی بو محسوس ہوئی اس لیے میں پیچھے ہٹ گیا اور اس کی ناک چٹکی گئی۔ ﴿شواہد ۱۵۰ ص 218﴾

اللہ والے بزدل نہیں ہوتے:

158- حضرت ابوسلمہ بن داراتی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ چاندنی رات میں اپنی سواری پر نکلے اور جا کر تنوک میں پڑاؤ والا۔ اچانک ان کی نظر پڑی تو آپ نے اپنی سواری پر ایک بوڑھا شخص بیٹھا ہوا دیکھا جس کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ نے اس پر حملہ کیا جس سے وہ سواری سے ایک طرف ہو گیا اور حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ اپنی سواری پر سوار ہو کر آگے چل دیئے۔

اس بوڑھے شخص نے بلند آواز سے کہا: اے ابن زبیر! اللہ کی قسم اگر آپ کے دل میں بال کے برابر بھی میرا ڈر بیٹھ جاتا تو میں آپ کی عقل خراب کر دیتا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ نے فرمایا: ملعون! کیا تیری وجہ سے میرے دل میں ذرہ برابر بھی ڈر پیدا ہو سکتا ہے؟ ﴿الہدایۃ والنہایۃ ج 08 ص 335﴾

حضرت عمر فاروق ؓ کا تصرف ملاحظہ ہو:

159- حضرت سیدنا عمر فاروق ؓ کے دور خلافت میں ایک مرتبہ اچانک ایک پہاڑ کے غار سے نہایت خطرناک آگ ظاہر ہوئی جس نے آس پاس کی چیزوں کو جلا کر رکھ کا ڈھیر بنا ڈالا۔ لوگوں نے خطرہ محسوس کرتے ہوئے آپ سے فریاد کی تو آپ نے حضرت تمیم داری ؓ کو اپنی چادر مبارک عطا کر کے ارشاد فرمایا کہ میری چادر لے کر آگ کے پاس چلے جاؤ چنانچہ حضرت تمیم داری ؓ اس چادر کو لے کر روانہ ہو گئے۔ آپ جیسے ہی آگ کے قریب پہنچے تو اس آگ کو چادر سے دھکیلتے گئے۔ یکایک وہ آگ بجھنے لگی اور پیچھے بہتے ہوئے غار

میں داخل ہونے لگی۔ حضرت تمیم داری ؓ آگ کو دھکیلتے ہوئے غار میں داخل ہوئے تو آگ بالکل بجھ گئی اور آئینہ کی طرح ظاہر ہوئی۔

﴿حجۃ اللہ علی العالمین ج 2 ص 873 بحوالہ ابن قیم۔ اسباب ج 3 ص 473۔

دلائل ۱۵۰ ص 172﴾

حکم ملتے ہی زمین ساکن ہو گئی:

160- بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں زلزلہ آگیا اور زمین زور کے ساتھ کانپنے اور ہلنے لگی۔ حضرت امیر المومنین سیدنا عمر فاروق ؓ نے نہایت جلالت کے ساتھ اپنا کوڑا زمین پر مارا اور بلند سے فرمایا: ”اے زمین! غصہ جا، کیا میں نے تیرے اوپر عدل قائم نہیں کیا؟“ آپ ﷺ کا یہ فرمانا تھا کہ زمین فوراً ساکن ہوئی اور زلزلہ ختم ہو گیا۔

﴿حجۃ اللہ ج 02 ص 861 بحوالہ کتاب الشامل امام الحرمین۔ طبقات

الشافیہ عبد الوہاب بنکی۔ از لیلۃ الہما مقصد نمبر 02 ص 172﴾

آپ ﷺ نے جو فرما دیا، وہ پورا ہو کر رہا:

161- شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ امیر بن خلف کے بیٹے ربیعہ نے حضرت عمر فاروق ؓ سے بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک ہرے بھرے میدان میں ہوں۔ پھر میں گل کراہیے چٹیل میدان میں آگیا جس میں دور دور تک گھاس یا درخت کا نام و نشان نہ تھا جب میں نیند سے جاگا تو واقعی میں ایک بخر میدان میں تھا۔

حضرت امیر المومنین ؓ نے فرمایا کہ تو ایمان لائے گا پھر اس کے بعد کافر ہو جائے گا اور کفر کی حالت میں تجھے موت آئے گی۔

اپنے خواب کی یہ تعبیر سن کر ربیعہ کہنے لگا کہ میں نے کوئی خواب نہیں دیکھا بلکہ محض جھوٹ بیان کیا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے خواب دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو، میں نے جو بات کہہ دی ہے وہ ضرور پوری ہو کر رہے گی۔ چنانچہ یہی ہوا کہ یہیہ مسلمان ہوا، اس نے شراب پی، حضرت امیر المومنین ﷺ نے اسے شرعی سزا دی اور اسے شہر بدر کر کے خیر بھیج دیا۔ وہ وہاں سے بھاگ کر روم کی سرزمین میں چلا گیا اور وہاں جا کر اسلام سے پھر کفر الٹا ہو گیا اور بالآخر مرتد ہی مرا۔

﴿ازالہ الخلفہ مقصد نمبر 02 ص 170﴾

حضرت عمرؓ کے تصرف کے مزید واقعات:

162- حضرت امیر المومنین عمر فاروقؓ نے حضرت ساریہؓ کی امارت و قیادت میں ایک لشکر روانہ کیا۔ لشکر روانہ کرنے کے چند دن بعد آپ ﷺ نے جمعہ کا خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے اچانک فرمایا: يَا سَارِيَّةُ الْيَحْيٰى اے ساریہؓ! پہاڑ کی طرف۔

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے آپ ﷺ سے یہ جملہ ادا کرنے کی وجہ پوچھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم، میں اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھ سکا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت ساریہؓ کا لشکر ایک پہاڑ کے پاس لڑ رہا ہے اور ان پر آگے پیچھے ہر طرف سے حملہ ہو رہا ہے۔ اس پر میں اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھ سکا اور میری زبان سے یہ جملہ جاری ہو گیا۔ میں نے یہ اس لیے کہا تھا کہ یہ لوگ پہاڑ کی طرف ہو جائیں۔

بکھڑ عرصہ (ایک ماہ) کے بعد حضرت ساریہؓ کا قاصد خط لے کر آیا جس میں لکھا تھا کہ جمعہ کے دن ہمارا دشمن سے مقابلہ ہوا، ہم نے فجر کی نماز پڑھ کر لڑائی شروع کی یہاں تک کہ جمعہ کا وقت ہو گیا اور سورج کا کنارہ ڈھل گیا تو ہم نے آواز مٹی، اے ساریہؓ! پہاڑ کی طرف ہو جاؤ۔ تو ہم پہاڑ کی طرف ہو گئے۔ اس طرح ہم دشمن پر غالب آنے لگے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے دشمن کو شکست دی اور انہیں قتل کر دیا۔

﴿اصابہ ج 2 ص 3۔ دلائل النبوة نکلتی۔ تاریخ طبری ج 5 ص 370۔ منتخب کنز العمال ج 4 ص 380۔ تاریخ الخلفاء ص 125-126۔ دلائل النبوة ابو نعیم ج 2 ص 579-580۔ البدایہ والنہایہ ج 7 ص 131﴾

163- حضرت جندبہ بن جندبہؓ جو ابو ترصافہ کے نام سے مشہور ہیں ان کے بارے میں مروی ہے کہ آپ کے ایک بیٹے کو روٹی کا فروں نے گرفتار کر کے جیل خانہ میں قید کر دیا۔ جب نماز کا وقت آتا تو حضرت ابو ترصافہؓ عسقلان شہر کی چار دیواری پر چڑھتے اور بلند آواز سے پکار کر کہتے کہ اے میرے بیٹے! نماز کا وقت ہو گیا۔

آپ کا بیٹا آپ کی آواز سن لیا کرتا تھا حالانکہ دو سینکڑوں میل دور رومیوں کے قید خانے میں بند تھا۔ ﴿مجمع الزوائد ج 09 ص 396 بحوالہ طبرانی۔ وقال رجال ثقات﴾

164- حضرت خباب بن ارتؓ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ ﷺ ایک دفعہ جہاد کے لیے روانہ ہوئے اور ایسے مقام پر پہنچ گئے جہاں پانی کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ جب حضرت خباب اور آپ کے ساتھی پیاس کی شدت سے تڑپنے لگے اور بالکل بے حال اور بے تاب ہو گئے تو آپ ﷺ نے اپنے ایک ساتھی کی اونٹنی کو بٹھایا اور بسو اللہ شریف پڑھ کر جیسے ہی اس کے خنجر کو ہاتھ لگایا تو ایک دم سوکھا ہوا تھن اس قدر دودھ سے بھر گیا کہ پھول کر منگ کے برابر ہو گیا۔ اس اونٹنی کا دودھ سب ساتھیوں نے حکم سیر ہو کر پیا اور سب کی جان بچ گئی۔ ﴿مجمع الزوائد ج 06 ص 210﴾

حضرت علیؓ نے اشارہ کیا اور سیلاب سے نجات دے دی:

165- حضرت علیؓ کے دور خلافت میں ایک مرتبہ نہر فرات میں ایسی خوفناک طغیانی آئی کہ تمام کھیتیاں سیلاب میں ڈوب گئیں۔ لوگوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر فریاد کیا۔ آپ ﷺ فوراً انھیں کھڑے ہوئے اور حضور نبی کریم ﷺ کا جب اور عمامہ اور چادر کا کین کر

کھوڑے پر سوار ہو کر چل دیئے۔ حضرت امام حسن اور امام حسینؑ اور دیگر آدمیوں کی ایک جماعت بھی آپؑ کے ہمراہ ہو گئی۔ شہر فرات کے پل پر پہنچ کر آپؑ نے اپنے عصا سے شہر فرات کی طرف اشارہ کیا تو شہر کا پانی ایک گز کم ہو گیا۔ پھر دوسری مرتبہ اشارہ فرمایا تو مزید ایک گز کم ہو گیا۔ جب تیسری مرتبہ اشارہ فرمایا تو تین گز پانی کم ہو گیا۔ اور سیلاب ختم ہو گیا لوگ شور مچانے لگے کہ امیر المومنین بس کیجیے، اتنا کافی ہے۔

﴿شواہد احمدہ ص 162﴾

حضرت علیؑ کے تصرف کے بارے میں اسماعیل دہلوی کا بیان:

اور حضرت علیؑ کے لیے شیخین پر بھی ایک گونہ فضیلت ثابت ہے اور وہ فضیلت آپؑ کے فرمان برداروں کا زیادہ ہونا اور مقامات ولایت بلکہ قطیعت و غوثیت اور اہدایت اور انہی جیسے باقی خدمات آپؑ کے زمانہ سے لے کر دنیا کے ختم ہونے تک آپؑ ہی کی وساطت سے ہوتا ہے اور بادشاہوں کی بادشاہی اور امیروں کی امارت میں آپؑ کو وہ دخل ہے جو عالم ملکوت کی سیر کرنے والوں پر غفلت نہیں۔

﴿اردو ترجمہ صراطِ مستقیم دوسری ہدایت کا پہلا افادہ ص 60﴾

اللہ والوں کے نعرے کی بات ہی کچھ اور ہے:

166۔ اسلامی لشکر اسکندر یہ شہر پر حملہ آور تھا۔ کفار کی فوج ایک نہایت مضبوط اور ناقابلِ تسخیر قلعے میں محفوظ تھی اور لشکر اسلام قلعہ کے سامنے کھلے میدان میں خیمہ زن تھا۔ بہت دنوں کی جنگ کے باوجود کفار قلعے کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوئے تھے۔ ایک دن امیر لشکر شرمیل بن حسنہؑ نے کفار کو مخاطب کر کے فرمایا: اے لشکر کفار کے سپہ سالار و اسن لو وباری فوج میں اس وقت ایسے اللہ والے موجود ہیں کہ اگر وہ اس قلعہ کی دیواروں کو حکم دے دیں کہ تم فوراً زمین میں گھس جاؤ تو قلعہ کی دیواریں فوراً زمین میں گھس جائیں گی۔

یہ کہہ کر حضرت شرمیلؑ نے جوش میں آ کر اپنا ہاتھ قلعہ کی طرف بڑھاتے ہوئے بلند آواز سے نعرہ لگایا تو دیکھتے ہی دیکھتے پورا قلعہ زمین میں گھس گیا اور کفار کا لشکر غیر محفوظ ہو گیا۔ یہ منظر دیکھ کر بادشاہ اسکندر یہ کا دل و دماغ زیر و زبر ہو گیا اور وہ خوف زدہ ہو کر اپنی فوجوں کے ہمراہ بھاگ نکلا اور یوں پورا شہر مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا۔ ﴿تاریخ واثقی﴾

167۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حص کی لڑائی میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے صبر کا بدلہ یہ دیا کہ حص والوں پر زلزلہ آیا اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ مسلمان اس کے مقابلے کے لیے کھڑے ہوئے تو انہوں نے زور سے اللہ اکبر کہا جس کی وجہ سے شہر حص میں زلزلہ آ گیا اور دیواریں پھٹ گئیں تو وہ سب گھبرا کر اپنے سرداروں اور اصحاب مشورہ کے پاس گئے۔ ان لوگوں نے انہیں مسلمانوں سے صلح کی دعوت دی لیکن رومیوں نے ان کی بات نہ مانی بلکہ اس مشورہ کی وجہ سے ان کے ساتھ ذلت آمیز رویہ اختیار کیا۔

مسلمانوں نے دوبارہ پھر زور سے اللہ اکبر کہا جس سے بہت سے گھراور دیواریں گر گئیں اور شہر والے پھر گھبرا کر سرداروں اور اصحاب مشورہ کے پاس گئے تو انہوں نے کہا: کیا تم دیکھتے نہیں کہ یہ اللہ کا عذاب ہے۔ یہ سن کر شہر والوں نے صلح کی بات مان لی۔

﴿تاریخ طبری ج 03 ص 97۔ ازلیۃ الخفاء مقصد 06 ص 59﴾

درندے بھی غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مانتے ہیں:

168۔ حضرت علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک شیر گزرگاہ پر بیٹھا ہوا تھا اور قافلے والوں کا راستہ روکے ہوئے تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس کے قریب جا کر اس کا کان مروڑا اور فرمایا کہ راستہ سے الگ ہٹ کر کھڑا ہو۔ آپؓ کی ڈانٹ سن کر شیر دم ہلاتا ہوا راستہ سے دور بھاگ نکلا۔

﴿تفسیر کبیر ج 05 ص 179۔ کنز ج 07 ص 59۔ ابن عساکر ج 04 ص

269 مطبوعہ دار الفکر بیروت۔ حجة اللہ علی العالمین﴾

169۔ حضرت سفینہؓ حضور ﷺ یا بقول بعض، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام تھے اور خاص خادم رسول تھے۔ آپ کا اصل نام رباع، مہران یا رومان تھا۔ حضور نے مزاحاً آپ کو سفینہ کا لقب عطا فرمایا جو اصل نام سے بھی زیادہ مشہور ہو گیا۔ آپؓ کو حضور ﷺ کے عطا کردہ اس لقب کے ساتھ ایسا پیار تھا کہ لوگ آپ کا اصلی نام پوچھتے تو آپ فرماتے کہ میں نہیں بتاؤں گا، میرا نام حضور ﷺ نے سفینہ رکھا ہے، میں یہ نام ہرگز ہرگز نہیں بدلوں گا۔ ﴿اکمال ص 597۔ اسد الغابہ ج 02 ص 411﴾

170۔ حضرت سفینہؓ ایک مرتبہ ملک دہم کی سرزمین میں دورانِ جہاد اسلامی لشکر سے چھڑ گئے۔ آپؓ لشکر کی تلاش میں دوڑتے جا رہے تھے کہ اچانک جنگل سے ایک شیر نکل کر آپؓ کے سامنے آکھڑا ہوا۔ آپؓ نے خوفزدہ ہونے کی بجائے اُسے ڈانٹتے ہوئے بلند آواز سے فرمایا: اے شیر! میں رسول کریم ﷺ کا غلام ہوں۔ میرا معاملہ یہ ہے کہ میں لشکر اسلام سے چھڑ گیا ہوں اور لشکر کی تلاش میں ہوں۔ شیر یہ سنتے ہی محبت و عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے دم ہلانے لگا اور آپؓ کے پہلو میں آکر کھڑا ہو گیا۔ پھر آپؓ کو اپنے ساتھ لیے چلتا رہا۔ ڈھوٹتے ڈھوٹتے آپؓ نے اپنا اسلامی لشکر تلاش کر لیا۔ آپؓ لشکر میں پہنچ گئے تو شیر واپس چلا گیا۔

﴿مشکوٰۃ باب انکرامات۔ البدایہ ج 06 ص 147۔ شرح السنہ کتاب

الفضائل ج 13 ص 313۔ مستدرک حاکم کتاب التاریخ ج 02 ص

619 ج 03 ص 606۔ اسد الغابہ ج 02 ص 411۔ مصنف

عبد الرزاق حدیث نمبر 2054۔ خصائص کبریٰ ج 02 ص 65۔ دلائل

النبوة نیکی ج 06 ص 46۔ دلائل النبوة ابو نعیم ج 02 ص 584۔ حلیہ

الاولیاء ابو نعیم ج 01 ص 369۔ مجمع الزوائد ج 09 ص 366﴾

171۔ حضرت عقبہ بن نافع فہریؓ مشہور صحابی رسول ہیں۔ آپؓ حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں افریقہ کے گورنر مقرر ہوئے۔ آپؓ کے بارے میں منقول ہے کہ آپؓ نے افریقہ میں لشکر اسلام کے لیے ایک فوجی چھاؤنی اور ایک شہر آباد کرنے کا ارادہ فرمایا مگر اس مقصد کے لیے جس جگہ کا انتخاب کیا گیا وہاں ایک نہایت خوفناک گھنا جنگل تھا جس میں بے شمار جنگلی درندے اور زہریلے حشرات الارض تھے۔ آپؓ کے ساتھ اٹھارہ اصحاب رسول تھے۔ آپؓ نے ان کو ساتھ لیا اور جنگل میں تشریف لے گئے اور باآواز بلند اعلان فرمایا: ”اے درندہ اور موذی جانورو! ہم تاجدار کائنات، سرور کون و مکان، حضور سیدنا مصطفیٰ کریم ﷺ کے صحابہ ہیں۔ ہم اس جگہ اپنی بہتی بسا کر آباد ہونا چاہتے ہیں۔ اس لیے تم سب اس جنگل سے نکل جاؤ ورنہ ہم تم میں سے جس کو یہاں دیکھیں گے، قتل کر دیں گے۔“ جیسے ہی آپؓ نے یہ حکم دیا، سب درندوں اور حشرات الارض میں لپکل بج گئی اور وہ غول درغول جنگل سے نکلنے لگے۔ شیر اپنے بچوں کو اٹھائے ہوئے، بھیڑیے اپنے بچوں کو لیے ہوئے اور سانپ اپنے سنہلیوں کو چٹائے ہوئے باہر جا رہے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے سارا جنگل خالی ہو گیا اور 50ھ میں لشکر اسلام نے وہاں قیروان کا مقدس شہر آباد کیا۔

﴿معجم البلدان تذکرہ قیروان ج 04 ص 421۔ البدایہ والنہایہ اردو ج 08 ص 802﴾

172۔ اسی طرح حضرت شیبان راہی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ ایک سال نامور محدث حضرت سفیان ثوریؓ اور حضرت شیبان راہیؓ دونوں حج کے لیے ایک ساتھ جا رہے تھے۔ ایک تنگ راستے میں لوگوں نے دیکھا کہ ایک شیر راستہ روکے ہوئے کھڑا ہے۔

حضرت سفیان ثوریؓ نے فرمایا کہ اب کیا ہوگا؟ حضرت شیبان راہیؓ نے فرمایا کہ ڈرنے کی

کوئی بات نہیں۔ یہ کہہ کر آپ آگے بڑھے اور شیر کا کان پکڑ کر زور سے مروڑنا شروع کر دیا اور شیر سر جھکائے کھڑا دم ہلاتا رہا اور قافلہ والے حیرت سے یہ منظر دیکھنے لگے۔ کچھ دیر بعد حضرت سفیان ثوری نے فرمایا: شبیان را می پس کرد، کیا شہرت کا وحشہ کر رہے ہو۔

شبیان را می نے فرمایا: اے سفیان اگر مجھے شہرت کا خوف نہ ہوتا تو میں اپنا سامان اس شیر کی پیٹھ پر لاد کر مکہ مکرمہ تک لے جاتا۔

﴿روح البیان کذا فی روحانی حکایات از علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی﴾

اللہ والوں کے تصرف کی نرالی جھلک:

حضرت عبداللہ ہر دی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ابو قیس پہاڑ پر تھے۔ دوران گفتگو حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی اپنے توکل میں سچا ہو تو اس کی شان یہ ہوگی کہ اگر وہ اس پہاڑ کو چلنے کا حکم دے تو فوراً یہ پہاڑ چلنے لگے گا۔ حضرت عبداللہ ہر دی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابو قیس پہاڑ ایک دم چلنے لگا۔ اس وقت حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے پہاڑ! خدا تجھ پر رحمت نازل فرمائے۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا کہ تو حرکت میں آکر چلنے لگے۔ میں نے تو مثال کے طور پر تیری جانب اشارہ کیا تھا۔ آپ کے یہ فرماتے ہی پہاڑ بالکل ساکن ہو گیا۔

﴿مسطف ج 02 ص 263﴾

حضرت سلمان فارسیؓ کا قول فیصل:

173- حضرت سلمان فارسیؓ ایک مرتبہ مدائن سے تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ کے ہمراہ ایک مہمان تھا۔ ہرن جنگل میں پھر رہے تھے اور پرندے ہوا میں اُڑ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ایک ہرن اور ایک پرندہ میرے پاس آ جاؤ کیونکہ میرے پاس

ایک مہمان آیا ہے جس کی مجھے خدمت کرنا ہے۔ فوراً ایک ہرن اور ایک پرندہ آپ ﷺ کے پاس آ گئے۔ یہ دیکھ کر مہمان نے کہا: سبحان اللہ۔

حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے لگے: کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو؟ کیا تم نے کوئی ایسا بندہ دیکھا ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کی ہو اور پھر کسی شے نے اس کی فرماں برداری نہ کی ہو۔

﴿جامع کرامات اولیاء از شیخ یوسف بھائی۔ جمال الاولیاء از اشرف علی

تھانوی ص 48 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ بلال منیج لاہور﴾

حضرت ابراہیم بن اذہم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میرا گزر ایک چراغ پر ہوا اور میں نے پینے کے لیے اس سے پانی مانگا۔ اس نے کہا: میرے پاس پانی اور دودھ دونوں ہیں۔ تو کیا مانگتا ہے؟ میں نے کہا: پانی۔ یہ سن کر اس نے اپنا عصا پتھر پر مارا۔ بجگم الہی اس پتھر سے ایک بہت چمکا چشمہ جاری ہو گیا۔ یہ امر دیکھ کر مجھے بہت تعجب ہوا۔ اس نے میرا تعجب دیکھ کر کہا: تعجب نہ کر۔ جب بندہ اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار ہو جاتا ہے تو سارا جہاں اس کا فرماں بردار ہو جاتا ہے۔ ﴿کشف المحجوب﴾

حاصل کلام:

قرآن پاک کی تینتیس (33) آیات مبارکہ اور بخاری و مسلم اور دیگر کتب کی ایک سو چار (104) احادیث مبارکہ، آثار مقدسہ، مستند واقعات، مشہور مفسرین و محدثین کرام کی عبارات سے بخوبی واضح ہوا کہ

1- اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام ﷺ کو دنیا و آخرت کے امور کے حوالے سے وسیع اختیارات عطا فرمائے ہیں۔

2- اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کو بے بس و بے اختیار اور عاجز و مجبور قرار دینا جہالت و حماقت، بے ادبی و جسارت اور قرآن و حدیث سے کھلی بغاوت ہے۔

3- اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کے تصرف و اختیار کا عقیدہ رکھنا قرآن و حدیث کے صریح مطابق ہے۔

4- ایسا پاکیزہ عقیدہ رکھنے والے سچے مسلمانوں کو مشرک قرار دینا نہایت بے اختیار و بے ادبی و بے ہاکی اور ناپسندیدہ جرأت و جسارت کے سوا کچھ نہیں۔ احادیث مبارکہ میں ایسی غیر مختاطہ فتویٰ بازی کے لیے بہت سخت حکم و انجام کی وعید آئی ہے۔

اللہ تعالیٰ سب کو کچھ عطا فرمائے، اپنے عقیدے قرآن و حدیث کے مطابق استوار کر کے اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام ﷺ کے ساتھ سچی محبت و عقیدت رکھنے اور ان کا ادب و احترام ملحوظ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

چوتھا حصہ

انبیاء کرام علیہم السلام و اولیاء عظام ﷺ

ہمارے مددگار ہیں

پہلا باب

قرآن پاک کیا کہتا ہے؟

تمام جہانوں پر حضور ﷺ کی رحمت کا سایہ ہے:

- 1- وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴿۱۰۷﴾ ﴿سورۃ الانبیاء: 107﴾
 ”اور ہم نے (اے محبوب!) تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہانوں کے لیے“

حضور ﷺ اپنے قلاموں پر بہت رحم فرمانے والے ہیں:

- 2- لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزَلَلُوهُ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۲۸﴾ ﴿سورۃ توبہ: 128﴾
 ”بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے بہت چاہنے والے، مسلمانوں پر کمال مہربان مہربان“

حضور ﷺ مسلمانوں کی مشکلیں آسان فرمانے والے ہیں:

- 3- يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ فَإِذَا دِينُ أَمْتِهِمْ رُفِّعَ رُؤُوسُهُمْ وَنُصِرُوا تَوْبَهُمُ ۚ ﴿۱۵۷﴾ ﴿سورۃ الاعراف: 157﴾

” (وہ رسول ﷺ) انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا اور سبھی چیزیں ان کے لیے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے اُتارے گا جو ان پر تھے۔“

مومنوں پر آپ ﷺ کی خاص رحمت و شفقت:

4- وَأَخْفِضْ جَنَا حَتَّىٰ لَقِّنَ الْبَعَثَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿سورة الشعراء: 215﴾
”اور (اے محبوب!) اپنی رحمت کا بازو بچھاؤ اپنے پیروں کرنے والے مسلمانوں کیلئے۔“
5- لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْتَهُمُ الزَّوْجَ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ

وَأَخْفِضْ جَنَا حَتَّىٰ لَقِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿سورة الحجر: 88﴾
”اپنی آنکھ اٹھا کر اس چیز کو نہ دیکھ جو ہم نے ان کے کچھ جوڑوں کو پرستے دی اور ان کا کچھ نہ کھاؤ اور مسلمانوں کو اپنے رحمت کے پروں میں لے لو۔“

اللہ تعالیٰ بھی غنی کرتا ہے اور حضور ﷺ بھی:

6- وَمَا تَقْصُرُونَ إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ ﴿سورة توبہ: 74﴾
”اور انہیں کیا برا لگائی ناں کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔“

اللہ تعالیٰ بھی عطا فرماتا ہے اور اس کا رسول ﷺ بھی:

7- وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ وَاغِيثُونَ ﴿سورة توبہ: 59﴾
”اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ اور اس کے رسول نے انہیں دیا اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے سب دیتا ہے ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول ہمیں اللہ ہی کی طرف رغبت ہے۔“

اللہ تعالیٰ بھی انعام فرماتا ہے اور حضور ﷺ بھی:

8- أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ ﴿سورة الزاب: 37﴾
”اے اللہ تعالیٰ نے نعمت دی اور تم نے اسے نعمت دی۔“

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی لوگوں کے لیے رحمت ہیں:

9- قَالَ رَبِّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَ آيَةً لِلنَّاسِ ۚ وَرَحْمَةً مِنَّا ۚ وَكَانَ أَمْرًا مَقْضِيًّا ﴿سورة مریم: 21﴾
”تیرے رب نے فرمایا ہے کہ یہ مجھے آسان ہے اور اس لیے کہ ہم اسے لوگوں کے لیے نشانی بنائیں اور اپنی طرف سے ایک رحمت اور یہ کام مقرر ہو چکا ہے۔“

آپ ﷺ کیسے مشکل کشا، حاجت روا اور شفا بخش ہیں:

10- وَرَسُولُكَ إِلَىٰ نَبِيِّ إِسْرَآءَ ۖ قَالَ إِنِّي قَدْ جَعَلْتُكُمْ بَآئِنًا مِّنْ رَبِّكُمْ ۖ إِنِّي أَخْلَقْتُ لَكُمْ مِّنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنْفَخْتُ فِيهِ فَمَكُونُ طَيْرًا ۖ بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَابْرَأَى الْأَكْمَةَ وَالْأَبْرَصَ ۖ وَأَخْبَى الْمُتَوَلَّى بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَأَلْبَسَكُمْ بِمَآ تَأْكُلُونَ ۖ وَمَتَدَخِرُونَ لِي بِبُيُوتِكُمْ ۖ إِنِّي لَفِي ذَلِكَ لَا يَدَ لَكُمْ ۖ إِن كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿سورة قال عمران: 49﴾

”اور رسول، دو گامی اسرائیل کی طرف (یہ فرماتا ہوا) کہ میں تمہارے پاس نشانی لایا ہوں تمہارے رب تعالیٰ کی طرف سے کہ میں تمہارے لیے مٹی سے پرندے کی سی صورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک دیتا ہوں تو وہ فوراً پرندہ ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں پیدا کی اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مردے کو زندہ کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور تمہیں بناتا ہوں جو تم کھاتے اور جو اپنے گھروں میں جمع رکھتے ہو۔ بے شک ان باتوں میں تمہارے لیے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔“

پہنچے گا کہ اگر یہ مسلمان ہوئے مگر ان کے اعمال صالحہ ماں باپ کے درجے کو نہیں پہنچے تو اللہ تعالیٰ ان کے باپ دادا کی رعایت کر کے ان کو بھی اسی مقام بلند میں پہنچا دیں گے جو ان کے باپ دادا کا مقام ہے۔ قرآن پاک میں اس کی تصریح اس طرح مذکور ہے۔

.....الْحَقْنَآ بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ..... ﴿سورة طور: 21﴾

مذکورہ القدر مشہور تفسیر سے معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث میں جہاں کہیں یہ مذکور ہے کہ قیامت میں خاندانی تعلق کچھ کام نہ آوے گا اس کی مراد یہ ہے کہ غیر مومن کو کام نہ آوے گا یہاں تک کہ پیغمبر کی اولاد اور بیوی بھی اگر مومن نہیں تو ان کی پیغمبری سے ان کو قیامت میں کوئی فائدہ نہ پہنچے گا جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا معاملہ ہے۔

﴿تفسیر معارف القرآن از مفتی محمد شفیع دیوبندی ج 06- ص 531-532﴾

والدین اور اولاد کو ایک دوسرے سے فائدہ حاصل ہوگا:

22- وَالَّذِينَ آمَنُوا وَآلَهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا

أَلْفَنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ﴿سورة الطور: 21﴾

﴿سورة الطور: 21﴾

”اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی، ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی اور ان کے عمل میں انہیں کچھ کی ندی۔ سب آدمی اپنے کیے میں گرفتار ہیں“

حضرت عبداللہ بن عباس علیہ السلام فرماتے ہیں:

174- إِنْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَيُؤْتِي ذُرِّيَّةَ الْمُؤْمِنِ

مَعَهُ فِي الْحَيَاةِ وَإِنْ لَمْ يَلِدْهَا لَيَفْقَرُ بِهِمْ عُونَةُ ثُمَّ لِقَاءُ وَالَّذِينَ

آمَنُوا وَآلَهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ... ﴿آیت نمبر 21 سورة الطور قرطبی﴾

سلامت دل والے کو مال بھی نفع دے گا اور اولاد بھی:

21,20- يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ﴿١٠﴾ إِلَّا مَنْ آتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ﴿١١﴾

﴿سورة اشعرا: 88, 89﴾

”جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ بیٹے۔ مگر وہ جو اللہ کے حضور حاضر ہوا سلامت

دل لے کر“

تفسیر معارف القرآن میں ہے:

مشہور تفسیر اکرم مفسرین کے نزدیک یہ ہے کہ استثناء متصل ہے اور معنی یہ ہیں کہ مال اور اولاد قیامت کے روز کسی شخص کے کام نہ آئیں گے بجز (سوائے) اس شخص کے جس کا قلب (دل) سلیم ہے یعنی وہ مومن ہے۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ سب چیزیں قیامت میں بھی مفید و نافع ہو سکتی ہیں مگر صرف مومن کے لیے نفع بخش ہوں گی، کافر کو کچھ نفع نہ دیں گی۔ آیت مذکورہ کی مشہور تفسیر کے مطابق معلوم ہوا کہ انسان کا مال قیامت کے روز بھی اس کے کام آ سکتا ہے بشرطیکہ کہ وہ مسلمان ہو۔

مزید لکھتے ہیں..... اور اولاد کا بھی یہی معاملہ ہے کہ اگر یہ شخص مسلمان ہے تو آخرت میں بھی اس کو اولاد کا فائدہ پہنچ سکتا ہے اس طرح سے کہ اس کے بعد اس کی اولاد اس کے لیے دعا و مغفرت کرے یا ایصال ثواب کرے اور اس طرح بھی کہ اس نے اولاد کو نیک بنانے کی کوشش کی تھی اس لیے اُن کے نیک عمل کا ثواب اس کو بھی خود بخود ملتا رہا، اس کے نامہ اعمال میں درج ہوتا رہا اور اس طرح بھی کہ اولاد محشر میں اس کی شفاعت کر کے بخشوالے جیسا کہ بعض روایات وحدیث میں ایسی شفاعت کرنا اور اس کا قبول ہونا ثابت ہے خصوصاً نابالغ اولاد کا۔ اسی طرح اولاد کو ماں باپ سے بھی آخرت میں بشرط ایمان یہ نفع

..... رسول اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مومن کی اولاد کو بھی جنت میں اس کا درجہ عطا فرمائے گا اگرچہ وہ اپنے عمل کے ذریعے وہاں رہنے کا حق دار نہ ہو یہ اس لیے تاکہ اس مقام پر فائز دیکھ کر اس نیک بندے کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

مندرجہ بالا آیات کو یہہ سے معلوم ہوا کہ:

- 1- اہل ایمان کو ان کے مال و اولاد اور دوسرے مومنوں سے نفع پہنچے گا۔
 - 2- جن آیات میں کسی کو کسی سے نفع اور مدد پہنچنے کا ذکر ہے، وہاں کافر مراد ہیں۔
- مزید وضاحت کے لیے درج ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔

مراد یہ ہے کہ کوئی کسی کافر کو کچھ نفع نہ پہنچا سکے گا۔ یہ معنی نہیں کہ مسلمان بھی مسلمان کے کام نہ آئے گا کیونکہ آیات و احادیث یہ صاف بتا رہی ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور دیگر نیک بندے گنہگاروں کی شفاعت کریں گے اور اس پر جملہ اہل حق کا اجماع (اتفاق) ہے۔

﴿تفسیر مظہری اردو ترجمہ ج 01 ص 111 مطبوعہ سید ایضہ کمپنی کراچی﴾

دوسرا باب

محبوبانِ خدا دنیا میں بھی مدد فرماتے ہیں

مشکل جو آن پڑی..... تیرے در سے ہے ٹلی:

175- حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو دیکھا کہ نماز عصر کا وقت ہو گیا۔ صحابہ کرام ؓ نے وضو کے لیے پانی ڈھونڈا مگر نہ ملا۔ تب رسول کریم ﷺ کی خدمت میں پانی لایا گیا۔ اس برتن میں آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک رکھ دیا اور لوگوں کو اس پانی سے وضو کرنے کا حکم دیا۔

حضرت انس ؓ فرماتے ہیں: میں آپ ﷺ کی انگلیوں کے نیچے سے اُٹل رہا تھا یہاں تک کہ سب نے وضو کر لیا۔

﴿بخاری کتاب الوضوء باب التماس الوضوء ج 01 ص 168، کتاب

المناقب باب علاماء نبوة ج 01 ص 504۔ ترمذی ابواب المناقب﴾

176- ایک دوسری حدیث پاک میں حضرت انس ؓ کے یہ الفاظ بھی مروی ہیں۔ میں نے وضو کرنے والوں کا اندازہ لگایا، وہ ستر (70) اور اسی (80) کے درمیان تھے۔

﴿بخاری کتاب الوضوء باب الوضوء من العروق ج 01 ص 33﴾

177- ایک حدیث پاک میں وضو کرنے والوں کی تعداد تین سو یا تین سو کے لگ بھگ بیان

کی گئی ہے۔ ﴿بخاری کتاب المناقب باب علاماء نبوة ج 01 ص 504﴾

178- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث پاک میں ہے کہ حدیبیہ کے دن لوگوں کو پیاس لگی اور حضور پُر نور ﷺ کے سامنے ایک چھاگل رکھی ہوئی تھی جس سے آپ ﷺ نے وضو فرمایا۔ پھر لوگ آپ ﷺ کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ آپ ﷺ کے دریافت کرنے پر لوگوں نے عرض کیا: ہمارے پاس وضو کے لیے پانی نہیں ہے۔ پس یہی تھوڑا سا پانی ہے جو آپ کے حضور رکھا ہوا ہے۔ تو آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک چھاگل میں ڈالا تو پانی آپ ﷺ کی انگلیوں سے اُٹل پڑا جیسے چشمے... پس ہم نے پیا اور وضو کیا۔

حضرت سالم (راوی) نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ اس وقت کتنے تھے؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لَوْ كُنَّا بِمِائَةِ أَلْفٍ لَكُنَّا كُنَّا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً... اگر ہم لاکھ بھی ہوتے تو بھی پانی سب کے لیے کافی ہوتا لیکن ہم چند رہے۔

﴿بخاری کتاب المناقب باب علامة نبوة ج 01 ص 505۔ مسلم کتاب

الإمارة باب بیان بیعت الرضوان ج 02 ص 129﴾

179- مسلم شریف میں خیبر سے واپس کے موقع پر روٹنا ہونے والا ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے جس میں ہے کہ فقط ایک برتن میں تھوڑا سا پانی تھا اور پینے والوں کی کثیر تعداد تھی۔ حضور ﷺ پانی اٹھ پینے رہے اور حضرت ثناء اللہ علیہ السلام پلاتے رہے یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے۔

﴿مسلم کتاب المساجد باب قضاء الصلوة الفائتة ج 01 ص 239﴾

یہ تیر کا کمال نہیں، ہاتھ کا اعجاز ہے:

180- حضرت مسور بن مخرمہ اور مردان روایت کرتے ہیں کہ (حدیبیہ کے سفر میں) آپ ﷺ کی اونٹنی قسوی حدیبیہ کے بالکل قریب ایک ایسے گڑھے کے کنارے بیٹھ گئی جس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ لوگوں نے آپ ﷺ کی باگواہ میں پیاس کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے

اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکال کر انہیں دے دیتے ہوئے فرمایا کہ اسے گڑھے میں ڈال دو۔ پس اللہ تعالیٰ کی قسم ان فوراً پانی اُٹنے لگا اور تمام لوگ سیراب ہو گئے۔

﴿بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد والمصالحہ ج 01 ص 378﴾

تبصرہ:

1- ان احادیث مبارکہ میں ہے کہ حضور ﷺ کے دست مبارک سے پانی اُٹنے لگا۔ گو حضور ﷺ کی برکت سے پانی کا بہ نکلنا انبیاء کرام علیہم السلام کی تاریخ میں پہلا معجزہ تھا۔ اس سے پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مبارک پاؤں کی رگڑ سے زمین کا سید شق ہو کر پانی کا چشمہ آپ ﷺ کے دامن اقدس کی لذت حاصل کرنے کے لیے اُٹل پڑا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چتر پر عصا مارنے سے بھی پانی کے چشمے پھوٹ پڑے تھے مگر ہمارے آقا و مولا حضور ﷺ کی مبارک انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا ان دونوں معجزات سے کہیں زیادہ ارفع و اعلیٰ اور حیران کن ہے کہ گذشتہ واقعات میں پانی وہاں سے نکلا تھا جو پانی کا مقام و محل تھا اور ان واقعات میں پانی وہاں سے پھوٹا جو پانی کا مقام و محل نہیں ہوتا۔

2- صحابہ کرام کو جب کوئی مشکل پیش آتی تھی دوسرے کا ہاتھ مبارک کی بارگاہ میں عرض کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی مشکلات کے حل کی درخواست کرنا صحابہ کرام کی سنت ہے۔

3- حضور ﷺ کے پانی کے برتن میں اپنا ہاتھ مبارک رکھنے اور کونہیں میں ڈالنے کے لیے تیر عطا کرنے سے خوب واضح ہوتا ہے کہ حضور ﷺ اپنے تصرف و اختیار اپنے دست و وجود کی برکت و کرامت اور اپنی نفع بخشی سے خوب آگاہ تھے اور آپ ﷺ کو اپنے معجزات کے بارے میں ان کے صدور و ظہور سے پہلے علم تھا اسی لیے تو آپ ﷺ نے ان مواقع پر بلا

تاقل و تردد پورے اعتماد کے ساتھ اپنے تصرف و اختیار اور فیصلہ بخشی کا اظہار فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوب بندوں کے دامن برکت سے وابستہ رکھے، آمین۔

دستِ مصطفیٰ ﷺ کی مسیحائی دیکھئے:

181- حضرت انیس بن حمال ماریہؓ فرماتے ہیں کہ میرے چہرے پر داؤ کی بیماری تھی جس نے ناک کو گھیر رکھا تھا۔ حضور ﷺ نے مجھے بلایا اور میرے چہرے پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا تو شام تک اس بیماری کا کوئی اثر باقی نہ رہا۔

﴿دلائل النبوة الیومیم ج 2 ص 615۔ طبقات ابن سعد ج 5 ص 524۔

اصابہ ج 1 ص 17۔ خصائص کبریٰ ج 2 ص 289۔ مجمع الزوائد ج 9 ص

411 بحوالہ طبرانی وقال رجالہ لکاف۔ حجة اللہ علی العالمین ص 428﴾

182- حضرت براءؓ سے مروی حدیث پاک میں ہے کہ حضرت عبداللہ عقیقؓ

فرماتے ہیں کہ ابورافع یہودی کو قتل کرنے کے بعد واپسی پر میں گر گیا اور میری پنڈلی ٹوٹ گئی جسے میں نے پگڑی سے باندھا اور صبح ہونے پر حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر رات کا ابورافع یہودی کے قتل کا سارا واقعہ عرض کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی ٹانگ پھیلاؤ۔

میں نے ٹانگ پھیلا دی۔ آپ ﷺ نے میری ٹانگ پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا۔ آپ ﷺ کا وسیع شفا بخش پھرتے ہی میری ٹانگ ایک دم ایسے ٹھیک ہو گئی جیسے کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ ﴿بخاری ج 2 ص 577۔ مشکوٰۃ ص 531۔ حجة اللہ علی العالمین ص 425﴾

183- حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں بیمار ہوا تو رسول کریم ﷺ اور حضرت سیدنا ابوبکرؓ دونوں پیدل میری بیمار پسی کے لیے تشریف لائے اور مجھ پر بے ہوشی طاری تھی

..... فَنُحَوِّضُ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَمْ صَبَّ وَضَوْءُ عَلٰی كُنْهٍ قُلْتُ..... تو حضور نبی کریم ﷺ نے وضو فرمایا اور وضو کا پچا ہوا پانی میرے اوپر چھڑکا تو مجھے آرام ہو گیا۔

﴿بخاری کتاب الاعتصام باب مکان النبی یسال محالہ تنزل علیہ

الوحی ج 2 ص 1087﴾

184- حضرت عمر بن قتادہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت قتادہ بن نعمانؓ کی آنکھ جنگ کے دن زخمی ہو گئی اور آنکھ کا ڈیلا نکل کر ان کے رخسار پر آ گیا تھا۔ صحابہ کرامؓ نے اسے کاٹنا چاہا تو کچھ لوگوں نے کہا: نہیں، پہلے ہم حضور ﷺ سے مشورہ کر لیں۔

حضور ﷺ سے مشورہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: مت کاٹو۔ پھر آپ نے حضرت قتادہؓ کو بلایا اور قتیلی ڈیلے پر رکھ کر اسے دہایا اور امداد کر دیا۔ چنانچہ وہ آنکھ ایسی ٹھیک ہوئی کہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ کون سی آنکھ ضائع ہوئی تھی۔

﴿اصابہ ج 3 ص 225۔ مجمع الزوائد ج 8 ص 297 بحوالہ طبرانی﴾

185- ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ وہ آنکھ دونوں آنکھوں میں سے زیادہ خوب صورت اور زیادہ تیز ہو گئی تھی۔

﴿سیرۃ ابن اسحاق ج 2 ص 82۔ اصابہ ج 3 ص 217۔ دلائل النبوة تکلیفی ج

2 ص 65۔ مجمع الزوائد ج 8 ص 298۔ دلائل النبوة الیومیم ج 2 ص 484﴾

186- حضرت عبیدہؓ فرماتے ہیں کہ جنگ احد کے دن حضرت ابوذرؓ کی آنکھ زخمی ہو گئی۔ حضور ﷺ نے اس پر اپنا العاب دہن لگایا تو وہ دوسری سے بھی زیادہ اچھی ہو گئی۔

﴿مجمع الزوائد ج 8 ص 298﴾

187- حضرت ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے حافظ ابن کثیر نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص کا باپ

حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو اور اس کی دونوں آنکھیں سفید ہو چکی تھیں اور وہ ان سے کوئی چیز بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: تجھے کیا تکلیف پہنچی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں اپنے ایک اونٹ کے ساتھ تھا کہ میرا پاؤں سانپ کے اظروں پر جا پڑا اور میری نظر جاتی رہی۔

حضور نبی کریم ﷺ نے اس کی دونوں آنکھوں میں اپنا لعاب ڈالا تو وہ چٹا ہو گیا۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے اسے دیکھا کہ وہ سوئی میں دھاگہ ڈال لیتا تھا اور اس کی عمر اسی (80) سال تھی۔ اس کی دونوں آنکھیں سفید تھیں۔

﴿مصنف ابن ابی شیبہ حدیث نمبر 1853۔ خصائص کبریٰ ج 02 ص

287۔ مجمع الزوائد ج 08 ص 298۔ الہدایۃ والنہایۃ اردو ج 06 ص

1126 مطبوعہ نقیص اکیڈمی کراچی﴾

188- حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک یہودی مسیحی بن رزام نے شوحط درخت کی نیچی لاشی میرے چہرے پر ماری جس سے میری ہڈی ٹوٹ کر اپنی جگہ سے ہٹ گئی اور ذم کا اثر میرے دماغ تک پہنچ گیا۔ میں اسی حالت میں سرکارِ دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ نے کپڑا ہٹایا اور دم فرمایا تو زخم اور ہڈی وغیرہ سب کچھ ایک دم ٹھیک ہو گیا۔ میں نے دیکھا تو وہاں مجھے کوئی زخم وغیرہ نظر نہ آیا۔

﴿دلائل النبوة ج 02 ص 292۔ خصائص کبریٰ ج 02 ص 66۔

سیرۃ ابن اسحاق ج 02 ص 618۔ طبقات ابن سعد ج 02 ص 92۔ مجمع

الزوائد ج 08 ص 378 بحوالہ طبرانی﴾

189- حضرت شریحیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میری ہتھیلی میں ایک غدو نکل آیا، میں نے سرکار

دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! اس غدو کی وجہ سے میرا سارا ہاتھ سوج گیا ہے اور نہ میں تلوار کا دست پکڑ سکتا ہوں اور نہ سواری کی لگام۔

آپ ﷺ نے فرمایا: میرے قریب آؤ۔ میں آپ ﷺ کے قریب ہو گیا۔ آپ ﷺ نے میری ہتھیلی کھول کر اس پر دم فرمایا۔ پھر آپ ﷺ اپنا دست مبارک اس غدو پر رکھ کر کچھ دیر ملتے رہے جب آپ ﷺ نے ہاتھ ہٹایا تو مجھے غدو کا ذرہ برابر بھی نشان نظر نہ آیا۔ ﴿طبرانی عن خالد بن عقبہ کذا فی مجمع الزوائد ج 08 ص 298﴾

جس کو چاہا مسیحا کر دیا:

190- حضرت بشر بن معاویہ بکائی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو حضور پر نور ﷺ نے خوش ہو کر جوشِ محبت میں ان کے لیے دعا فرمائی اور ان کے چہرے اور سر پر اپنا مبارک ہاتھ پھیرا تو ان کو دو کراٹھیں حاصل ہوئیں، ایک تو یہ کہ ہمیشہ کے لیے ان کا چہرہ روشن ہو گیا اور دوسری یہ کہ وہ جس بیمار پر اپنا ہاتھ پھیر دیتے تھے، وہ فوراً تندرست ہو جاتا تھا۔

﴿کنز العمال ج 15 ص 267 مطبوعہ حیدرآباد﴾

191- حضرت حنظلہ بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد محترم کے ساتھ ایک وفد کے ہمراہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ میرے والد نے حضور پر نور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! میرے چند بیٹے ہیں جن میں سے بعض کی داڑھی ہے اور بعض کی نہیں ہے، حنظلہ سب سے چھوٹا ہے۔ حضور ﷺ نے مجھے اپنے قریب کیا اور میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھ میں برکت عطا فرمائے۔

﴿مجمع الزوائد ج 09 ص 408﴾

192- حضرت ذیال راوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے پاس

﴿مجمع الزوائد ج 9 ص 214 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت بحوالہ طبرانی معجم کبیر ج

22 ص 423۔ ابن مندہ۔ ابن عساکر ج 14 ص 128 حدیث نمبر 3416﴾

198۔ ابن عساکر میں دوسری سند سے مروی ہے کہ حسن (ؓ) کو تو میں نے اپنا علم اور بیعت عطا کی اور حسین (ؓ) کو اپنی شجاعت اور اپنا کرم بخشا۔

﴿ابن عساکر ج 14 ص 129 حدیث نمبر 3418﴾

اور حضور ﷺ نے حافظہ عطا فرما دیا:

199۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں مرض کیا: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمْسَعْ مِنْكَ خَدِيْقًا مِثْلًا أَنْسَاءَ قَالَ أَسْطُرْدَاءُ فَ كَبَسْتُكَ فَغَرَفَ بِيَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ هُمْ فَضَمَمْتُ فَمَا لَيْسَتْ شَيْئًا بَعْدُ.....
یا رسول اللہ (ﷺ)! میں آپ سے بہت زیادہ باتیں سنتا ہوں لیکن بھول جاتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی چادر پھیلاؤ۔ میں نے چادر پھیلا دی۔ حضور ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے لپ بٹائی اور اسے چادر میں ڈال دیا اور فرمایا: اسے لپیٹ لو۔ میں نے لپیٹ لی۔ اس کے بعد میں کوئی بات نہیں بھولا۔

﴿بخاری کتاب العلم باب حفظ العلم ج 1 ص 22۔ کتاب المحرث

والمرار ج 2 باب ما جاء في الغرض ج 1 ص 316۔ کتاب الاعتصام﴾

200۔ حضرت سیدنا عثمان بن ابی العاص ؓ نے حضور پر نور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! مجھے قرآن پاک بھول جاتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے میرے سینے پر اپنا ہاتھ مبارک رکھ کر فرمایا: اے شیطان عثمان کے سینے سے نکل جا..... اس کے بعد مجھے کوئی چیز بھی نہ بھولی۔

﴿دلائل النبوة ابو نعیم ج 02 ص 466۔ مجمع الزوائد ج 09 ص 03۔

خصائص کبریٰ ج 02 ص 15۔ جیز اللہ علی العالمین ص 426﴾

بے سہاروں کا سہارا، ہمارا نبی ﷺ:

201۔ ایک اعرابی نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں شک سالی کی شکایت کرتے ہوئے بارش کی دعا کے لیے عرض کیا اور حضور ﷺ کی دعا سے ایک ہمد المبارک سے دوسرے ہمد المبارک تک لگا تار بارش ہوتی رہی تو اگلے ہمد المبارک آپ ﷺ نے فرمایا: حَوَّالَيْنَا لَا عَاقِبَتَا..... (اے بادلو! ہمارے ارد گرد برسو، ہم پر نہ برسو۔

صحابہ کرام ؓ نے دیکھا کہ حضور جس جس طرف اپنی مبارک انگلی سے اشارہ فرماتے جاتے تھے، اس طرف سے بادل چمکتا اور آسمان صاف ہوتا جاتا تھا۔

﴿بخاری کتاب الحج باب الاستسقاء فی الخطبة یوم الجمعة ج 01 ص 127﴾
202۔ امام تہجدی رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل النبوة میں سند صالح کے ساتھ اور دہلی میں اپنی سند الفردوس میں نقل فرمایا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ کے لیے خوبی ہے ابو طالب کی۔ اس وقت وہ زندہ ہوتا تو اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔ کون ہے جو ہمیں اس کے اشعار سنائے؟ حضرت علی ؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ شاید یہ اشعار سننا چاہتے ہیں جو ابو طالب نے آپ کی شان میں پڑھے تھے۔

وَأَبْضُ لِيُسْقَى الْغَنَامُ بِوَجْهِهِ لِمَا لِيَاكُنِي عِصْمَةً لِّذَا رَأَيْلِ

يَكُونُ الْهَلَالُ مِنْ آلِ هَاشِمٍ فَهُمْ عِنْدَهُ لِيُنْعِمَ وَفَوَاضِلِ

”وہ گورے رنگ والے جن کے چہرہ کے وسیلے سے بادل کا پانی مانگا جاتا ہے۔
قیصوں کی پناہ گاہ، پیادوں کے نگہبان..... نبی ہاشم حای کے وقت ان کی پناہ میں آتے ہیں۔ ان کے پاس ان کی اہت اور ان کے فضل میں بسر کرتے ہیں (ﷺ)“

یہ اشعار سن کر حضور ﷺ نے فرمایا:..... اَجْعَلْ ذَالِكَ اَرْدُثٌ..... ہاں میں یہی چاہتا تھا۔

فتح الباری ج 02 ص 397۔ حرة القادری ج 07 ص 31۔ البدایہ

ج 6 ص 136 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

203۔ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی یہ شعر پڑھتے تھے۔

﴿بخاری ج 01 ص 137﴾

حضور ﷺ کو دور سے بھی مدد کے لیے پکارنا جائز ہے:

پیارے صحابیؓ کا پیارا عقیدہ، سبحان اللہ:

204۔ حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو خانے میں تین مرتبہ لبیک فرمایا اور فرمایا: نُصِرْتُ۔ نُصِرْتُ۔ نُصِرْتُ (خیری مدد کی گئی۔ تین مرتبہ)۔

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے آپ ﷺ کو تین مرتبہ لبیک اور تین مرتبہ نُصِرْتُ فرماتے ہوئے سنا ہے آپ کسی انسان سے گفتگو فرما رہے ہوں۔ کیا وضو خانے میں کوئی آپ کے ساتھ تھا؟..... فَقَالَ هَذَا رَاجِعٌ بِنِيْ غَفَبٍ يَسْتَصْرِحُنِيْ وَيَنْزِعُ عَنِّيْ اَنْ قُرَيْشًا اَعَانَتْ عَلَيْهِمْ نِسِيْ بَنِيْ كُظَافَةَ..... حضور ﷺ نے فرمایا: یہ بنو کعب کا رجز خواں مجھے مدد کے لیے پکار رہا تھا اور اس کا کہنا تھا کہ قریش نے ان کے خلاف بنو کعب کی مدد کی ہے.....

تین دن کے بعد حضور ﷺ نے صحابہؓ کو صبح کی نماز پڑھائی تو میں نے سنا کہ رجز خواں اشعار پیش کر رہا تھا۔

﴿مواہب امام قسطلانی۔ مجمع الزوائد ج 06 ص 163۔ طبرانی معجم صغیر ص

201۔ عوارج اللغوۃ۔ مختصر سیرۃ الرسول از عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب

نجدی ص 333﴾

تبصرہ:

ایک شخص کا حضور ﷺ کو دور سے مدد کے لیے پکارنا اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا حضور ﷺ سے اطلاع پاکر کسی شک و شبہ کا اظہار نہ کرنا واضح کرتا ہے کہ

1۔ وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ حضور ﷺ کو دور سے پکارنے والوں کی فریاد پکار سننے بھی ہیں اور مدد بھی فرماتے ہیں۔

2۔ حضور ﷺ کو دور سے مدد کے لیے پکارنا جائز بلکہ صحابہ کرامؓ کی پیاری عادت و سنت ہے۔

3۔ حضور ﷺ کو پکارنے اور آپ ﷺ کے سننے کے بارے میں دور اور نزدیک کا فرق کرتے ہوئے کوئی من گھڑت قید لگانا اور کہنا کہ آپ ﷺ کو دور سے نہیں سننے غلط ہے۔

بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں جانور بھی فریاد کرتے ہیں:

205۔ حضرت بھٹی بن مرہ ثقفیؓ فرماتے ہیں..... ایک روز میں تاجدارِ دو جہاں، رحمت

عالیہاں ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھا کہ ایک عمدہ اونٹ آیا اور آپ ﷺ کے حضور بیٹھ گیا۔ پھر اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: حیرا بڑا ہو، دیکھ یہ اونٹ کس کا ہے؟ میں

اونٹ کے مالک کی تلاش میں نکلا تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ ایک انصاری کا اونٹ ہے۔ میں اس

شخص کو آپ ﷺ کی خدمت عالی شان میں لکھلا دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے اونٹ کا کیا

معاملہ ہے؟ اس نوجوان نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ کی قسم، مجھے معلوم نہیں اس اونٹ کا کیا معاملہ ہے؟ ہم اس سے محنت لیتے ہیں اور پانی لاتے ہیں۔ اب یہ پانی لانے سے عاجز ہو چکا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اب ایسا نہ کرتا، یہ اونٹ مجھے بخش دو یا میرے ہاتھ فروخت کر دو۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ اونٹ آپ کا ہو گیا۔ پھر آپ ﷺ نے اسے صدقہ کا نشان لگایا اور پھر اسے بھیج دیا۔ ﴿الہدایہ والنہایہ اردو ج 6 ص 849﴾

206- حضرت عبداللہ بن جعفرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اپنی حاجت میں کھجور کے کھنے درختوں کی اونٹ کو پسند فرماتے تھے۔ ایک دن آپ ﷺ انصارؓ کے ایک ہارٹھ میں تشریف لے گئے تو ایک اونٹ آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر بلبلانے لگا اور اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تو حضور انور ﷺ نے اس کی پشت اور کنپٹیوں پر ہاتھ پھیرا تو وہ پُر سکون ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ انصاری نوجوان نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ اونٹ میرا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو اس چوپائے کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا جس نے تجھے اس کا مالک بنایا ہے؟ اس اونٹ نے میرے حضور شکایت کی ہے کہ تو اسے بھوکا رکھتا ہے اور اس سے مسلسل مشقت کا کام لیتا ہے ﴿مسلم۔ الہدایہ والنہایہ اردو ج 06 ص 845﴾

تیسرا باب

محبوبانِ خدا وصال کے بعد بھی مدد فرماتے ہیں

سماع مونی کے حوالے سے ایک مقالہ اور اس کی وضاحت:

انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظامؓ کی دنیوی زندگی میں دنیا و آخرت کے امور و احوال میں اُن کا تصرف و اختیار ماننے اور اُن سے مدد مانگنے کا جواز واضح ہو جانے کے باوجود حال یہ سوال وضاحت کا طلب گار ہے کہ ان کے انتقال و وصال کے بعد اُن کا تصرف و اختیار ماننا اور اُن سے مدد مانگنا کیسے جائز ہے جب کہ قرآن مجید میں واضح طور پر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مصطفیٰ کریم ﷺ سے فرمادیا کہ آپ مزدوں کو نہیں سنا سکتے۔ تو جب مردے اللہ تعالیٰ کے محبوب نبی مصطفیٰ ﷺ کا پکارنا بھی نہیں سن سکتے تو کسی اور کی پکار کیا سنیں گے اور کیا مدد کریں گے؟

وضاحت: قرآن مجید کی جن آیات کریمہ سے استدلال کر کے اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کے انتقال اور وصال کے بعد اُن کے سننے کا انکار کیا گیا ہے، آپ وہ آیات کریمہ ملاحظہ فرمائیے اور ان میں غور و فکر کیجیے، حقیقت حال با آسانی واضح ہو جائے گی۔

﴿01﴾ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الْمَدْحٰۃَ اِذَا وَلَّوْا

﴿سورۃ النمل: 80﴾

مُذَبِّحٰیۡنَ ۝

”بے شک تمہارے سنائے نہیں سنتے مردے اور نہ تمہارے سنائے بہرے پکار

سنیں جب پھر میں پیڑھ پھیر کر“

☆ 02- وَمَا أَنْتَ بِهَادِي الْعُمَى عَنْ ضَلَالِهِمْ إِنْ تُسْمِعُ إِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ مُسْلِمُونَ ○ ﴿سورة النمل: 81﴾

”اور اندھوں کو گمراہی سے تم ہدایت کرنے والے نہیں۔ تمہارے سناٹے تو وہی سنتے ہیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں تو وہ مسلمان ہیں“

☆ 03- فَإِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتَى وَلَا تُسْمِعُ الْقَبْرَ الثَّلَاثَةَ إِذَا

وَلَوْ أَمَدُّ بَرِيءٍ ○ ﴿سورة الروم: 52﴾

”اس لیے کہ تم مرنے والوں کو نہیں سناٹے اور نہ بہروں کو پکارنا سنا دے جب وہ پیچھے پھیر کر پھریں“

☆ 04- وَمَا أَنْتَ بِهَادِي الْعُمَى عَنْ ضَلَالِهِمْ إِنْ تُسْمِعُ إِلَّا مَنْ

يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ مُسْلِمُونَ ○ ﴿سورة الروم: 53﴾

”اور نہ تم اندھوں کو ان کی گمراہی سے ہدایت پر لاؤ۔ تم تو اسی کو سناٹے ہو جو ہماری آنھوں پر ایمان لائے تو وہ گردن جھکانے والے ہیں“

☆ 05- وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ عَمَّا لَا آيَاتٍ عَزَازَتِ إِلَّا اللَّهُ يُسْمِعُ

مَنْ يَشَاءُ ○ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُورِ ○ ﴿سورة فاطر: 22﴾

”اور برابر نہیں زندے اور مردے۔ بے شک اللہ سناٹا ہے جسے چاہے اور تم نہیں سناٹے والے نہیں جو قبروں میں پڑے ہیں“

☆ 06- إِنْ أَنْتَ إِلَّا نَذِيرٌ ○ ﴿سورة فاطر: 23﴾ ”تم تو ڈر سناٹے والے ہی ہو“

اس حقیقت کی وضاحت ہے پہلے کہ قبروں والے سنتے ہیں، ان آیات کریمہ کے حوالے سے وضاحت واضح خدمت ہے۔

مندرجہ بالا آیات کریمہ سے استدلال کرتے ہوئے یہ کہنا کہ مردے نہیں سنتے، کئی وجوہ سے بالکل غلط ہے۔ چند وجوہات آپ بھی ملاحظہ فرمائیے:

ان آیات کریمہ میں۔ الْمَوْتَى ﴿سورة نمل آیت نمبر 80، سورة روم آیت

نمبر 52﴾ اور مَّنْ فِي الْقُبُورِ ﴿سورة فاطر: 22﴾ سے قبروں والے مردے نہیں بلکہ کفار و مشرکین مراد ہیں جو اگرچہ زندوں کی طرح چلتے پھرتے ہیں مگر حق قبول نہ کرنے کی وجہ سے مردے ہیں اس لیے کہ:

1- آیت نمبر 81 سورة نمل..... وَمَا أَنْتَ بِهَادِي الْعُمَى عَنْ ضَلَالِهِمْ..... کے الفاظ ”اور آپ ہدایت نہیں دے سکتے اندھوں کو ان کی گمراہی سے“ یہ واضح کرنے کے لیے کافی ہیں کہ الْمَوْتَى سے یہی گمراہ لوگ یعنی کفار و مشرکین ہی مراد ہیں۔

2- آیت نمبر 81 سورة نمل اور آیت نمبر 53 سورة روم کے الفاظ ملاحظہ کیجیے:

..... إِنْ تُسْمِعُ إِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ مُسْلِمُونَ ○

”آپ تو انہیں ہی سناٹے ہیں جو ہماری آنھوں پر ایمان لائے ہیں وہی گردن جھکانے ہوئے ہیں“

آپ خود سوچیے کہ جب ان الفاظ میں اہل ایمان کو سننے والے فرمایا گیا ہے تو نہ سننے والوں سے کفار و مشرکین کے علاوہ اور کون مراد ہو سکتے ہیں؟ اہل ایمان کے بالمقابل کفار و مشرکین ہوتے ہیں یا مردے؟

3- قرآن پاک میں حضور نبی کریم ﷺ کی صیحت قبول کرنے والوں کو زندہ قرار دیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو یہ آیت کریمہ:

☆ 07- لَيَسْلِفُنَّ مَنْ تَمَنَّاهُ وَبِحَقِّ الْقَوْلِ عَلَى الطَّيِّبِينَ ○

﴿سورة قیص: 70﴾

”تاکہ وہ (قرآن) اس شخص (مومن) کو آگاہ کر دے جو زندہ ہے اور کافروں پر بات ثابت ہو جائے“

دیکھیے اس آیت میں قرآن کی صیحت قبول کرنے والے زندہ شخص (مومن) کے مقابل کن لوگوں کا ذکر ہے، کافروں کا یا قبر والے مردوں کا؟

معلوم ہوا کہ حقیقت میں زندہ وہی ہوتا ہے جو حق قبول کرنے والا ہو جیسا کہ شہداء کا موت کے بعد بھی زندہ ہونا قرآن کریم سے بھی ثابت ہے ﴿سورة البقرة: 154، سورة آل عمران: 169﴾ اور احادیث مبارکہ سے بھی۔

اور جو حق سے منہ پھیرے وہ ظاہر زندہ ہوتے ہوئے بھی حقیقت میں مردہ ہی ہے۔
4- سورة فاطر کی آیات کریمہ 21 تا 29 ملاحظہ ہوں:

﴿10408- وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ۚ وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّورُ ۚ وَلَا الْغَوْرُ ۚ﴾

”اور برابر نہیں اندھا اور آنکھوں والا۔ اور نہ اندھیریاں اور روشنی۔ اور نہ مایہ اور دھوپ“ اور اب ملاحظہ ہو اگلی آیت مبارکہ:

﴿وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَن يَشَاءُ ۚ وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ ۚ﴾
﴿سورة فاطر: 22﴾

”اور برابر نہیں زندے اور مردے اور مرنے والے اللہ سنا تا ہے جسے چاہے اور تم نہیں سنا تے اور تم نہیں سنانے والے انہیں جو قبروں میں ہیں“

ان آیات مبارکہ سے بھی اسی بات کی تائید ہوتی ہے کہ یہاں سننے کی نفی کافروں سے ہے نہ کہ قبر والے مردوں سے اس لیے کہ قرآن میں کئی مقامات پر کافروں کو اندھے اور بہرے اور مومنوں کو دیکھنے والے اور سننے والے قرار دیا گیا ہے۔

5- ان آیات مبارکہ سے مردوں کے سننے کی نفی مردوں کی جائے تو ان تمام احادیث صحیحہ کو رد کرنا پڑے گا (معاذ اللہ) جن سے مردوں کا سننا ثابت دواضح ہے۔

اب آپ خود ہی سوچئے کہ قرآن مجید کا کون سا مفہوم نتیجہ حقیقت پر مبنی ہوگا.....
وہ جس سے قرآن مجید کے ساتھ ساتھ احادیث صحیحہ پر بھی ہمارا ایمان و اعتماد ثابت و برقرار رہے..... یا..... وہ جس سے احادیث صحیحہ معتدہ کا انکار کر بیٹھیں؟

رہا یہ سوال کہ جب ان آیات کریمہ سے قبر والوں کے سننے کی نفی ثابت نہیں ہوتی تو پھر کافروں کو مرنے کیوں قرار دیا گیا ہے؟

تو آئیے اس سوال کا جواب اور کافروں اور مردوں کے درمیان تشبیہ کی وجہ تلاش کرتے ہیں نیز یہ کہ ان آیات مبارکہ کا صحیح مفہوم و مطلب کیا ہے؟

1- ان آیات مبارکہ میں کافروں اور مردوں دونوں کے مطلقاً سننے کی نفی نہیں بلکہ ایسا سننے کی نفی مردوں سے جو سننے والے کے لیے لطف بخش اور مفید ہو۔ صاف ظاہر ہے کہ اکثر کفار بہرے نہیں بلکہ سننے والے تھے مگر یہ سننا ان کے لیے تب مفید اور کارآمد ہوتا جب وہ حق سننے اور قبول کرتے۔ چونکہ انہوں نے نہ تو حق کو حق سمجھا اور نہ ہی قبول کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے سننے کے باوجود بہرے قرار دیا۔

سورة لقمان کی آیت نمبر 07 کے الفاظ بھی ملاحظہ فرمائیے:

﴿11- وَإِذَا قُلْتُ عَلَيْكَ عَلَيْكَ اٰیٰتًا وَّلٰی مُسْتَكْبِرًا ۚ كَاٰنَ لَمْ يَسْمَعْهَا كَمَا كَاٰنَ فِیْ اٰذْنِهِ وَاَقْرَاۗءَ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝﴾

”اور جب اُس پر ہماری آیتیں پڑھی جائیں تو تکبر کرتا ہوا پھرے جیسے ان کو سنا ہی نہیں جیسے اُس کے کانوں میں ڈالت ہے تو اُسے دردناک عذاب کی خبر دو“

روزمرہ زندگی میں بھی آپ مشاہدہ کرتے ہیں کہ جب ایک بیٹا اپنے والدین کا کہا نہیں مانتا تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارا بیٹا تو ہماری بات ہی نہیں سنتا تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ اسے سنائی نہیں دیتا بلکہ اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ مانتا نہیں۔

یہی حال مردوں کا ہے کہ انہیں حق قبول کرنے یا نہ کرنے، سیدھی راہ اختیار کرنے یا نہ کرنے، نیک اعمال کرنے یا نہ کرنے کے حوالے سے کوئی نصیحت کی جائے تو وہ اس نصیحت سے فائدہ اٹھانے سے قاصر ہیں (اس لیے کہ اب اس کا وقت گزر چکا)۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر ملاحظہ ہو:

أَنَّىٰ هُمْ يَمْنُونَ لَآ أَهْلَ قُبُورٍ أَتَاهُمْ لَا يَسْمَعُونَ بِمَا يَسْمَعُونَ وَلَا يَنْفَعُونَ

﴿تفسیر قرطبی ج 14 ص 340﴾

”یعنی وہ (کافر) اہل قبور کی طرح ہیں کہ وہ سنی ہوئی بات سے نفع نہیں اٹھاتے

اور نہ اُسے قبول کرتے ہیں“

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

أَنَّىٰ لَا تَسْمَعُهُمْ هَيْهَاتَا يَنْفَعُهُمْ ﴿تفسیر ابن کثیر ج 3 ص 384﴾

”یعنی تو انہیں کوئی ایسی چیز نہیں سنا سکتا جو ان کو نفع دے“

2- جب یہ واضح ہے کہ ان آیات مبارکہ میں اہل قبور کے سننے کی نفی نہیں ہے تو رہا یہ سوال کہ حضور ﷺ سے کیوں فرمایا گیا کہ آپ انہیں سنائے والے نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کافروں کو ایسا سننا کہ وہ سن کر لازمی طور پر ایمان قبول کر لیں، یہ صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور اے محبوب ﷺ! جن لوگوں کا ایمان نہ لانا اللہ تعالیٰ کے علم میں مقدر ہو چکا ہے ان کو کوئی ایمان نہیں دے سکتا یعنی ایسا سننا صرف اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔ گویا ان کے مطلقا سننے کی نفی نہیں بلکہ ان کے دلوں میں ایمان پیدا کر دینے والے سننے کی نفی ہے۔

لاحظہ ہوں سورۃ فاطر کی آیت نمبر 22 کے الفاظ:

..... إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَن يَشَاءُ ۚ ؕ ۝۲۲ ”بے شک اللہ سناتا ہے جسے چاہے“

ان الفاظ میں غور کر کے آپ یہ وضاحت بخوبی اور با آسانی سمجھ سکتے ہیں۔

3- بر تقدیر تسلیم اگر کوئی ان آیات مبارکہ سے قبروں والے مردوں کا مطلقا نہ سننا ہی مُراد لینے پر اصرار کرے تو بھی ان آیات میں حضور ﷺ سے یہی تو فرمایا گیا ہے کہ آپ کے سننے سے مردے نہیں سنتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے سننے سے ہی سنتے ہیں۔ اس سے ہمارے عقیدہ کی کہاں نفی ہوئی۔ ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ کوئی زندہ ہو یا مردہ ہر ایک اللہ تعالیٰ ہی کے سننے سے سنتا ہے۔

الغرض اس آیت میں سماع موٹی یعنی مردوں کے سننے کی نہیں بلکہ سماع

یعنی (اپنی ذاتی صلاحیت سے) سننے کی نفی ہے۔

الحمد للہ بخوبی وہاں آسانی واضح ہوا کہ ان آیات کریمہ کو اہل قبور کے سننے کی نفی کی

دلیل بنانا درست نہیں۔

سماع موٹی / مردوں کے سننے کا واضح ثبوت:

احادیث مبارکہ کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ مرنے والوں کے سننے کے بارے میں

حضور نبی کریم ﷺ نے کیا فرمایا ہے۔

207- حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے بدر میں قتل ہونے والوں

(کفار و مشرکین) کو تین دن تک پڑے رہنے دیا۔ پھر آپ ﷺ ان کے پاس جا کر کھڑے

ہوئے اور انہیں پکار کر فرمایا: اے ابو جہل بن ہشام! اے امیہ بن خلف! اے شیبہ بن ربیعہ!

اے شیبہ بن ربیعہ! کیا تم نے اپنے رب کا کیا ہوا وعدہ سچ پایا؟ بے شک میرے رب نے

مجھے سے جو وعدہ فرمایا، میں نے وہ سچ پایا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کا یہ ارشاد سن کر عرض کیا:

يَا رَسُولَ اللَّهِ (ﷺ) كَيْفَ يَسْمَعُونَ وَأَنَّى يَجِيبُونَ وَكَفَّ جِيفُونا۔

”یا رسول اللہ ﷺ! کیسے سنیں گے اور کیسے جواب دیں گے حالانکہ یہ مردہ اجسام ہیں؟“

فرمایا: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ نَفْسِي يَسْمَعُ مَا تَسْمَعُ بِأَسْمَعُ لَمَّا أَكُولُ مِنْهُمْ وَلَكِنْهُمْ

لَا قُوَّةَ وَنَ أَن يَجِيبُوا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبض میں میری جان ہے، میں جو کھانا

سے کھ رہا ہوں اس کو تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو لیکن یہ جواب دینے پر قادر نہیں ہیں۔

پھر آپ کے حکم سے ان کی لاشوں کو گھسیٹ کر بدر کے کنوئیں میں پھینک دیا گیا۔

﴿صحیح مسلم کتاب الجنة باب عرض مقعد الميت﴾

208- یہ حدیث پاک حضرت ابو طلحہ ؓ سے بھی مروی ہے:

﴿بخاری کتاب المغازی باب قتل ابی جہل ج 2 ص 566، مسلم ج 2 ص 387﴾

ایک شبہ و مغالطہ اور اس کا ازالہ:

مغالطہ: اس واقعہ کے حوالے سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

209- اَلَمْ يَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اِنَّهُمْ لَيُكَلِّمُنَّ اِلٰهًا اَنَّىٰ مَا كُنْتُ اَقُوْلُ لَهُمْ
حَتَّىٰ وَكَلْتُ اِلٰهَ اَلْعَالِي اِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتٰى

﴿بخاری کتاب الجنائز باب ما جاء فی عذاب القبر۔ مسلم کتاب الجنائز﴾

”حضور ﷺ نے ان کافروں کے متعلق صرف یہ فرمایا تھا کہ بلاشبہ یہ کافراں جانتے ہیں کہ میں جو کچھ ان سے کہتا تھا وہ حق ہے۔ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی طرف سے یہ بھی فرمایا کہ) سورۃ روم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے پیغمبر تو مرنے والوں کو نہیں سنا سکتا“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

1- حضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ کفار تم سے زیادہ سنتے ہیں بلکہ فرمایا تھا کہ یہ کفار جانتے ہیں۔ اس لیے قلیب بدر والی حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے مروی حدیث مبارکہ کو مرنے والوں کے سنتے کی دلیل بنانا درست نہیں۔

2- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تاجید سورۃ روم کی آیت پیش کر کے حضور ﷺ کے مرنے والوں کو نہ سنا سکتے پر استدلال کیا۔

210- آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ عبداللہ بن عمر ؓ (رحمہم اللہ) بھول گئے ہیں۔

﴿نسائی کتاب الجنائز ارواح المؤمنین ص 293﴾

وضاحت: اگرچہ حدیث پر گہری نظر رکھنے والے اہل علم اس مغالطہ کی حقیقت و حیثیت سے بخوبی آگاہ ہیں تاہم اس بات کا اندیشہ ہے کہ کم پڑھے لکھے لوگ اس مغالطہ کا شکار ہو

جائیں اور مردوں کے سنتے کا انکار کر بیٹھیں اس لیے مکرہ منہج معراج موقوفی کے اس مغالطہ کی حقیقت و اصلیت واضح کرنا نہایت ضروری ہے۔

ماہرین و شارحین حدیث نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت کے حوالے سے بہت تفصیلی گفتگو کی ہے جسے مندرجہ ذیل مقامات پر دیکھا جاسکتا ہے۔

﴿طبری ہاشم بخاری ج 2 ص 566۔ نووی شرح مسلم ج 2 ص 387۔ فتاویٰ

ابن تیمیہ ج 2 ص 217۔ ج 4 ص 297-298۔ شفاء السقام علامہ سبکی

ص 147۔ تفسیر قرطبی ج 13 ص 233۔ فتاویٰ عزیزی شاہ عبدالعزیز دہلوی

ج 1 ص 88 (فارسی)۔ دفاء الوفا ج 2 ص 407۔ روح البانی

ج 6 ص 454۔ المنہج النوحیہ ص 13۔ تفسیر ابن کثیر ج 3 ص 438۔ فتح الباری

امام ابن حجر عسقلانی ج 3 ص 477۔ ج 8 ص 305-306۔ روض الانف

امام سبکی ج 2 ص 74۔ تہذیب الاحادی ج 2 ص 136۔ عمدۃ الرعاۃ علامہ

عبدالحی کھنوی ج 2 ص 254۔ فتح الملہم شیخ شبیر احمد عثمانی ج 2 ص 478۔

کواکب الدرداری شرح بخاری امام کرمانی ج 15 ص 167-168۔

عمدة القاری شرح بخاری علامہ بدر الدین عینی ج 8 ص 291 مطبوعہ مکتبہ

رشید یہ کوئٹہ۔ تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتی ج 7 ص 253﴾

چونکہ اکثر لوگوں کے لیے ان کتب کا تفصیلی مطالعہ ممکن نہیں اس لیے یہاں علماء کے تفصیلی جوابات کا خلاصہ پیش جاتا ہے۔

ملاحظہ فرمائیے درج ذیل چند نکات:

1- امام ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام بیہقی نے فرمایا کہ علم (جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان مردوں کے علم کا اعتراف کرتی

ہیں) سنتے سے نہیں روکتا۔ رہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مردوں کے نہ سنتے والی آیت پیش کرنا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حالت میں نہیں سنتے جب وہ مردے ہوں لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کر دیا حقیقی کہ انہوں نے آپ ﷺ کا کلام سنا جیسا کہ حضرت قتادہ ؓ نے کہا۔ ﴿فتح الباری شرح بخاری ج 8 ص 305-306﴾

2۔ بدر کے محقر لین سے حضور ﷺ کے خطاب فرمانا اور ان کا یہ خطاب مستحیجان کرنے والی حدیث مبارکہ صرف حضرت عبداللہ بن عمر ؓ ہی سے مروی نہیں بلکہ مندرجہ ذیل صحابہ کرام ؓ نے بھی الگ الگ یہ واقعہ بیان کیا ہے۔

حضرت ابو طلحہ ؓ سے مروی حدیث مبارکہ صحیح بخاری کتاب المغازی باب قتل ابی جہل ج 2 ص 566، صحیح مسلم کتاب الجہاد باب عرض مقدمہ الامت ج 2 ص 387 میں ہے 211۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے صحیح سند کے ساتھ مروی حدیث مبارکہ المعجم الکبیر ج 10 رقم الحدیث 10320، کتاب السنۃ رقم الحدیث 884 میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن سیدان سے بھی یہ حدیث مبارکہ مروی ہے۔

212۔ حضرت انس ؓ سے مروی حدیث مبارکہ امام ابن اسحاق کی التبیان ج 2 ص 250 میں ہے۔

اور دیگر متحد و احادیث مبارکہ بھی قلیب بدر والی اس حدیث مبارکہ کی شاہد و مؤید ہیں اور پوری صراحت کے ساتھ اہل قبور کا سنتا ثابت کرتی ہیں جیسا کہ حافظ ابن کثیر نے بھی اپنی تفسیر میں اس پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ ﴿تفسیر ابن کثیر ج 3 ص 438﴾ جب کہ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی روایت میں منفرد (ایکلی) ہیں اور پھر وہ یوم بدر کے اس موقع پر موجود ہی نہیں تھیں اس لیے کہ حضور ﷺ کی طرف ان کی رخصتی ہی اس واقعہ کے کئی سال بعد ہوئی ہے جبکہ سماع مولیٰ ثابت کرنے والی حدیث مبارکہ بیان کرنے والے صحابہ کرام ؓ (سوائے حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کے) اس موقع پر موجود تھے اور پھر

تھے اور پھر حضور ﷺ سے سوال کرنے والے بھی صرف حضرت عمر ؓ کا کیلئے ہی نہیں تھے بلکہ متعدد صحابہ کرام ؓ تھے جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث مبارکہ سے واضح ہے۔

ان تمام وجوہات کو سامنے رکھتے ہوئے جمہور علماء اسلام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے مقابلے میں دیگر صحابہ کرام ؓ کی احادیث مبارکہ کو ترجیح دیتے ہوئے اہل قبور کے سنتے پر استدلال کیا ہے۔

213۔ قارئین یہ جان کر حیران ہوں گے کہ حضرت امام ابن اسحاق نے یونس بن کثیر کی چند سند کے ساتھ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی حضرت ابو طلحہ ؓ کی حدیث کی مثل ایک روایت نقل کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں کہ ”حضور ﷺ نے فرمایا: میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے تم ان (مردہ کافروں) سے زیادہ سنتے والے نہیں ہو“ ﴿التبیان ج 2 ص 250﴾ حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ اگر یہ روایت محفوظ ہو (اور جب اس کی سند جھوٹ اور حسن ہے تو گویا محفوظ ہی ہے) تو اس کا مطلب یہ ہے کہ..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے سابقہ انکار سے رجوع فرمایا تھا کیونکہ ان کے نزدیک دیگر صحابہ ؓ کی روایت سے یہ امر ثابت و واضح ہو گیا تھا جو اس موقع پر حاضر تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس موقع پر حاضر نہیں تھیں۔

اگرچہ اس روایت کے علاوہ بھی دیگر صحابہ کرام ؓ سے مروی قلیب بدر والی حدیث مبارکہ کا قائل ترجیح ہونا خوب واضح ہے جس سے اہل قبور کا سنتا ثابت ہے تاہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رجوع ثابت ہونے کی صورت میں تو سماع مولیٰ کے منکرین کی یہ واحد دلیل بھی کام نہ آسکی اور

بلا تردید یہ ثابت و واضح ہو گیا کہ..... مردے سنتے ہیں

سماع مولیٰ کے ثبوت میں چند مزید احادیث مبارکہ پیش خدمت ہیں تاکہ

اطمینان قلب کا بھرپور سامان فراہم ہو جائے۔

214- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ کو جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے اصحاب پیچھے موڑ کر چلے جاتے ہیں تو مردہ اُن کی جوتیوں کے چلنے کی آواز سنتا ہے۔ پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔ اس کے بعد قبر میں سوال و جواب کا ذکر ہے۔

﴿بخاری کتاب الجنائز باب ینسبح خلق القبال، کتاب الجنائز باب ما جاء فی عذاب القبر۔ مسلم کتاب الجنائز سنن ابوداؤد رقم الحدیث 3231۔ سنن نسائی رقم الحدیث 2048۔ صحیح ابن حبان رقم الحدیث 3118۔ المسند رک حاکم ج 1 ص 379 قدیم۔ مسند ابوداؤد رقم الحدیث 873۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج 3 ص 378﴾

215- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان میں گئے اور فرمایا: اَلَسَّلَامُ عَلَیْکُمْ ذَاوِکُلْمِ مَوْتِیْنِ ”تم پر سلام ہو، اے مومنوں کی ہستی میں رہنے والو! ﴿مسلم ج 1 ص 126 قدیم رقم الحدیث 249 حدیث سنن ابوداؤد ج 2 ص 105، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث 4304، مسند احمد ج 2 ص 300، مشکوٰۃ ج 2 ص 105، مرقاۃ ج 8 ص 11﴾

216- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی اس شخص کی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا پھر اس کو سلام کرے تو وہ اس کو پہچان کر اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور جب وہ ایسے شخص کے پاس سے گزرے جس کو وہ نہیں پہچانتا تھا اور اس کو سلام کرے تو وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

﴿شعب الایمان ج 7 ص 17، رقم الحدیث 9296 دارالکتب العلمیہ بیروت﴾

217- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص

بھی اپنے کسی ایسے مسلمان بھائی کی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

﴿الاسناد کارامام ابن عبدالبر ج 2 ص 165 رقم الحدیث 1858 مطبوعہ

موسسة الزمالة بیروت، احیاء العلوم امام غزالی ج 6 ص 127﴾

امام قرطبی نے اس حدیث مبارکہ کی ابو محمد عبدالحق اشعری سے تصحیح بیان کی ہے اور اسے ابن قیم جوزی نے بھی کتاب الزوج ص 10-11 مطبوعہ دارالحدیث قاہرہ میں بیان کیا ہے۔ 218- امام عبدالرزاق بن ہام حضرت سالم بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جس قبر کے پاس سے گزرے، اسے سلام کرتے تھے۔

﴿المصنف ج 3 رقم الحدیث 6721﴾

نوٹ: امام قرطبی سماع مولیٰ پر بحث کرتے ہوئے آخر میں فرماتے ہیں۔ لَوْلَا لَمْ یَسْمِعِ النَّمِیْتَ لَمْ یُسَلِّمْ عَلَیْهِ وَهَذَا وَاجِبٌ ﴿تفسیر قرطبی ج 13 ص 233﴾ ”پس اگر مردہ نہ سنتا ہو تو اسے سلام نہ کیا جاتا اور یہ بالکل واضح ہے“

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں۔ سَمِعَ النَّمِیْتَ لِأَلْصَوَاتِ مِنَ السَّلَامِ وَالْقَرَأَةِ حَقٌّ ﴿انقضاء الغرر الاستقیم ص 181 مطبوعہ مصر﴾

”مردے کا سلام اور قرأت کی آواز سنا حق ہے“

219- خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: ہم قبروں پر سلام کرنے کے لیے کیا کہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلَسَّلَامُ عَلَیْ اَهْلِ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ یَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَخْرِجِیْنَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِکُمْ لَا حَقْوَنَ ﴿المصنف ج 3 رقم الحدیث 6722﴾

”(اس) ہستی والوں پر سلام ہو مومنوں اور مسلمانوں کی طرف سے اللہ ہمارے

انگوں اور پچھلوں پر رحم فرمائے گا، ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔

220- حضرت عبداللہ بن الاودی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوامامہ باہلی کے پاس گیا۔ اس وقت وہ حالت نزاع میں تھے۔ انہوں نے فرمایا: جب میں مر جاؤں تو میرے ساتھ اسی طرح کرنا جس طرح حضور النور ﷺ نے ہمیں مردوں کے ساتھ کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: جب تمہارے بھائیوں میں سے کوئی شخص فوت ہو جائے تو تم اس کی قبر پر ٹی ہوا کر دینا۔ پھر تم میں سے کوئی اس شخص کی قبر کے سر ہانے کھڑا ہو جائے پھر اسے چاہیے کہ یہ کہے: يَا فَلاَنُ بْنَ فَلاَنَةَ اِنَّ هَیْکَلَام سُنَّے کا اور جواب نہیں دے گا۔ پھر کہے کہ: يَا فَلاَنُ بْنَ فَلاَنَةَ اِنَّوَا کُھ کسید حابیٹھ جائے گا۔ پھر کہے: يَا فَلاَنُ بْنَ فَلاَنَةَ! تبہ ہ مردہ کہے گا: اللہ تم رحم کرے ہماری راہ نمائی کرو۔ لیکن تمہیں (ان کے کلام کا) شعور نہیں ہوتا۔ پس اسے چاہیے کہ کہے: یاد کرو جب تم دنیا سے گئے تھے تو یہ شہادت دیتے تھے کہ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ اور تم اللہ کو رب مان کر راضی تھے اور اسلام کو دین مان کر اور (حضرت) محمد ﷺ کو نبی مان کر اور قرآن کو امام مان کر۔ پھر منکر اور نکیر میں سے ایک اپنے ساتھی کا ہاتھ پکڑ کر کہے گا: اب یہاں سے چلو ہم اس شخص کے پاس نہیں بیٹھتے جس کو حجت کی تلقین کر دی گئی ہے۔ پھر ان کے سامنے اللہ حجت کرنے والا ہوگا۔ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ (ﷺ)! اگر ہمیں اس کی ماں کا نام معلوم نہ ہو تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر اس کو حواء کی طرف منسوب کرے اور کہے: يَا فَلاَنُ بْنَ حَوَّاءَ۔

الحکم الکبیر ج 8، رقم الحدیث 7979، مجمع الزوائد ج 2 ص 202

تذکرہ ج 1 ص 119، تہذیب تاریخ دمشق ج 6 ص 424، کنز العمال رقم

الحدیث 42406، 42934

علامہ قرطبی نے حافظ ابو محمد عبدالحق اور شیبہ بن ابی شیبہ، امام غزالی اور بہت سے علماء کا اس حدیث سے استدلال کرتا بیان کیا ہے اور اہل علم کا اس حدیث مبارکہ پر عمل کرتا اس

کے صحیح ہونے کی دلیل ہے جیسا کہ ملا علی قاری نے امام نووی سے نقل کیا ہے کہ امام ترمذی کے نزدیک ضعیف حدیث اہل علم کے عین سے قوی ہو جاتی ہے۔ ﴿مرقاۃ ج 2 ص 98﴾ علاوہ ازیں حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی سند کو صالح کہا ہے مشہور محدث ضیاء الدین ابو عبداللہ محمد بن عبدالواحد المقدسی نے جو حافظ الحدیث اور محدث شام تھے، علامہ برزالی، امام ابن حجر نے بھی اس حدیث کو قوی کہا ہے۔ اس کے بعد حافظ ابن حجر المخلص میں کہتے ہیں کہ اس کے کئی شواہد موجود ہیں۔ ﴿ج 2 ص 136﴾ معلوم ہوا کہ..... مردے سُنتے ہیں۔

یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ اب تک اس موضوع پر بحثی بھی گفتگو ہوئی ہے! ہ کفار و مشرکین یا عام اہل ایمان کے بارے میں ہے تو جب کفار و مشرکین یا عام اہل ایمان مرنے والے سُنتے ہیں تو شہداء کرام کا سُنا اور جاننا کیسا وسیع اور مضبوط ہوگا جن کی موت کے بعد خاص شان و عظمت والی زندگی کی گواہی خود اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں دے رہا ہے۔

﴿سورۃ البقرہ آیت نمبر 154، سورۃ آل عمران آیت نمبر 169﴾

اور اس امر میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ اولیاء کرام ان عام شہداء کرام سے مقام و مرتبہ میں کہیں افضل و ارفع ہیں تو اس سے ان کی بعد وفات زندگی اور زندگی کے لوازمات و علامات یعنی سُنا دیکھنا جاننا وغیرہ کا کیسے انکار کیا جاسکتا ہے؟

رہے انبیاء کرام علیہم السلام اور خصوصاً ہرے حضور ﷺ تو کیسے ہو سکتے ہیں کہ جن کے صدقے شہداء اور اولیاء کرام کو عظیم الشان زندگی اور اس زندگی کی اعلیٰ نعمتیں اور لوازمات حاصل ہوئے، وہ خود زندہ ہوں اور ہی انہیں بعد وفات زندگی کی اعلیٰ نعمتیں اور اس کے لوازمات حاصل ہوں (معاذ اللہ)۔

صالح مومنین کو وفات کے بعد قیامت تک کے برزخی عرصہ میں قبر کی وسعت و فراخی

اور بہت بیش بہا آخری نعمتوں کا ملنا اور مجرموں کو عذاب و مصائب کا ملنا حجت و احادیث مبارکہ سے ثابت ہے جو اس حقیقت کا ثبوت ہے کہ مرنے کے بعد ہر انسان کی روح کا تعلق جسم کے ساتھ قائم رہتا ہے جس کی وجہ سے کسی کی روح کو ملنے والی راحت و نعمت کا لطف و فیض اور کسی کی روح کو دی جانے والی تنگی و مصیبت کی تکلیف جسم کو بھی پہنچتی ہے۔

کسی جاہل پر پوچھ دیا ہو تو ہو، اہل علم جانتے ہیں کہ موت روح کے عدم و فنا کا نام نہیں بلکہ روح کے جسم سے علیحدہ ہونے کا نام ہے۔ جہاں تک علم و شعور دیکھنے سننے، محسوس کرنے اور دیگر صفات کا تعلق ہے تو یہ روح کی صفات ہیں۔ جب موت وارد ہونے کے باوجود روح زندہ رہتی ہے تو یہ روح کی یہ صفات بھی موجود و برقرار رہتی ہیں اور ایک مرتبہ روح جسم سے الگ ہونے کے بعد اعلیٰ علیین یا تعین میں ہونے کے باوجود دوبارہ جسم سے خاص تعلق قائم کر لیتی ہے تو جسم پھر ان صفات کا اثر قبول و وصول کر لیتا ہے۔

قارئین محترم! اس حقیقت سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں کہ موت کے بعد عام صالح مومنوں کو دنیا کی نسبت زیادہ بہتر زندگی عطا کی جاتی ہے اور ان کے روحانی مقامات و درجات بہت ترقی و کمال حاصل کر لیتے ہیں جس کے نتیجے میں ان کا علم و شعور، ان کے دیکھنے، سننے اور محسوس کرنے کی صفات بہت بڑھ جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں انبیاء کرام علیہم السلام خصوصاً ہمارے حضور ﷺ کے علم و مشاہدہ اور تصرف و اختیار کی وسعت کا کیا عالم ہوگا۔ کیا قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضور ﷺ سے یہ وعدہ نہیں فرمایا؟

﴿سُورَةُ النِّحْلِ: ٥٤﴾ 12- وَلَئِذَا حُورَةٌ تُجَبَّرُ لَكَ مِنَ الْأُولَىٰ ۝

”اور آپ کی ہر آنے والی گھڑی پہلی گھڑی سے بہتر ہے“

تو معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے علم و مشاہدہ اور تصرف و اختیار میں ہر لمحہ ترقی و اضافہ ہو رہا ہے۔ جب دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کا بعد وصال حج کرنا، اپنی قبروں میں نماز پڑھنا،

حب معراج مسجد اقصیٰ اور پھر آسمانوں میں حضور ﷺ کا استقبال کرنا ثابت و مسلم ہے تو ان کی حیات بعد وفات اور ان کے علم و مشاہدہ، سننے دیکھنے، اور تصرف و اختیار کا انکار کیوں؟

الغرض زیادہ نہیں تو یہ بات ہی ذہن نشین کر لینا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے

محبوب بندوں کو ان کی دنیوی زندگی میں سننے، دیکھنے، جاننے کے ساتھ ساتھ تصرف و

اختیار کی وسیع اور پختہ صفتیں اور صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں جن میں سے حضرت ابراہیم

کے آسمانوں اور زمین کے وسیع مشاہدے ﴿سُورَةُ الْأَنْعَامِ آیت نمبر 75﴾، حضرت سلیمان

کے چوٹی کی گفتگو سن لینے ﴿سُورَةُ النَّمْلِ آیت نمبر 19﴾ اور آپ ﷺ کے صحابی

حضرت آصف بن برخیا کے پلک چمکنے سے پہلے ملکہ سبا بقیس کا تخت سینکڑوں میل سے

لاحاضر کرنے ﴿سُورَةُ النَّمْلِ آیت نمبر 40﴾، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیاروں کو شفا عطا

کرنے ﴿سُورَةُ الْاٰلِ اٰمِرَانَ آیت نمبر 49﴾۔ سورۃ المائدہ آیت نمبر 110﴾ اور حضور ﷺ

کے صحابہ کی مشکل کشائی کرنے کی چند جھلکیاں اس کتاب میں بھی پیش کی گئی ہیں۔

تو جب ان کی دنیوی حیات میں ان کی ان صفات کی شان و عظمت کا یہ حال ہے تو

بعد وصال تو ان کی روحانی لطافتوں میں برابر ترقی اور اضافہ ہی ہو رہا ہے تو پھر ان کی ان

صفات کی شان و عظمت کا عالم کیا ہوگا؟

میرے بھائی! دور و نزدیک ان کا نہیں، ہمارا مسئلہ ہے۔ ابو جہل ہو یا ابولہب، جو ان کا

نہ ہوا لہذا ان کے قریب رہتے ہوئے بھی دور ہی تھا اور جو ان کا ہو گیا وہ سینکڑوں میلوں پر بھی

ہو تو ان کے قریب ہوتا ہے۔ آج بھی کتنے خوش نصیب ہیں جو کہیں بھی ہوں، ان سے مربوط

ہیں۔ اپنی کہہ لیتے اور ان کی سن لیتے ہیں اور کتنے ایسے ہوں گے جو وطن و حقیقہ کے غبار سے

آنے ہوئے دل لیے حاضر بارگاہ ہو کر بھی کرم و شفقت سے محروم رہ جاتے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ محبوبان الہی کی شان و عظمت سمجھنے اور ان کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط کرنے

کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

صحابہ ۛ نے پکارا..... یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)!

221- امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق ۛ کے دور خلافت میں 18ھ میں دوبارہ قحط واقع ہوا (اسے عام الزامۃ کہتے ہیں)۔ حضرت بلال بن عمارت مرنے سے ان کی قوم بنو حنیئہ نے کہا: ہم مرے چارہ ہیں، کوئی بکری ذبح کیجیے۔ انہوں نے بکری ذبح کی۔ جب اس کی کھال اتاری اور پیچھے سے صرف سرخ ہڈی نکلی..... فَتَدَايَا مُحَمَّدًا فَلَمَّا أَتَسَّسَى قَدَرِي فِي الْمَنَامِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ لَهُ أُنَبِّئُكَ بِالْحَيَاةِ..... تو (حضرت بلال ۛ نے فریاد کرتے ہوئے) پکارا..... یا محمد!۔ رات ہوئی تو انہوں نے خواب میں دیکھا کہ امت کے غم خوار، دو جہاں کے تاجدار، احمد مختار، سرکار عالی وقار ﷺ انہیں فرما رہے ہیں کہ تمہیں زندگی مبارک ہو (یعنی یارش ہوگی)

﴿تاریخ طبری ج 3 ص 192۔ الہدایۃ والنبایۃ ج 7 ص 204 مطبوعہ مکتبہ

رشیدیہ کوئٹہ۔ تاریخ ابن اثیر ج 6 ص 556۔ حیاۃ الصحابہ اردو ج 3 ص 684﴾

222- امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن عمر ۛ کے خادم عبدالرحمن ۛ فرماتے ہیں۔ حَدَّثْتُ رَجُلًا مِنْ عُمَرَ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ أَذْكَرُ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيْكَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ..... حضرت عبداللہ بن عمر ۛ کا پاؤں سن ہو گیا تو ایک شخص نے آپ ۛ سے عرض کیا کہ تمام لوگوں میں سے جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہے اس کو یاد کیجیے تو حضرت ابن عمر ۛ نے کہا..... یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)!

﴿الادب المفرد باب نمبر 347﴾

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پر جو عنوان قائم کیا ہے، وہ ملاحظہ کیجیے:

مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا حَدَّثْتُ رَجُلًا..... جب کسی شخص کا پاؤں سن ہو جائے تو کیا کہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ عنوان قائم کر کے حضرت عبداللہ بن عمر ۛ کے اس عمل کو ہمیشہ کے لیے عموم پر رکھتے ہوئے سمجھا دیا کہ حضور ﷺ کو بعد وصال کبھی بھی یوقب مصیبت پکارنا جائز ہے۔

امام حافظ ابن السنی (معوقی) نے بھی متعدد استاد کے ساتھ اس روایت کو اپنی شہرہ آفاق کتاب "العمل الیوم واللیلۃ" میں اس طرح نقل فرمایا ہے:

قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ فَنَحَدَّثْتُ رَجُلًا فَقُلْتُ يَا أَبَا عُبَيْدِ الرَّحْمَنِ مَا لِرَجُلِكَ؟ قَالَ اجْتَمَعَ عَصَبُهَا مِنْ هُنَا فَقُلْتُ أَذْكَرُ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيْكَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ فَلَا تَبْسُطُ۔

”(حضرت عبدالرحمن بن سعد ۛ) فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر ۛ کے پاس تھا تو ان کا پاؤں سن ہو گیا تو میں نے کہا: اے ابو عبدالرحمن! آپ کے پاؤں کو کیا ہوا؟ انہوں نے بتایا کہ اس کا پیچھے پر پٹھا چڑھ گیا ہے تو میں نے کہا: سب لوگوں میں سے جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہو، اسے پکارئے تو انہوں نے کہا: یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ تو وہ بھٹکے چٹکے اور خوش و خرم ہو گئے۔ ﴿العمل الیوم واللیلۃ ص 67-68 مطبوعہ نور محمد کراچی﴾

223- امام ابن السنی نے ایسا واقعہ حضرت ابن عباس ۛ کے بارے میں بھی نقل فرمایا ہے۔ واضح رہے کہ امام ابن السنی نے بھی اس روایت پر وہی عنوان قائم کیا ہے جو امام بخاری نے کیا ہے اس سے امام ابن السنی کا عقیدہ بھی معلوم ہوا۔ یہ واقعہ حضرت قاضی عیاض اندلسی مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "الشفاء" ص 249 مطبوعہ دار احیاء التراث العربیہ پر نقل فرمایا ہے۔

امام نووی ۛ نے اسے نقل فرمایا ہے ﴿الاذکار ص 271 مطبوعہ مکتبۃ الباب المصری﴾

الحمد للہ۔ اس روایت سے حضرت عبداللہ بن عمر ۛ، حضرت عبداللہ بن عباس ۛ اور حضرت عبدالرحمن بن سعد ۛ کے ساتھ ساتھ امام بخاری اور امام ابن السنی قاضی عیاض مالکی اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہم جیسے اکابر محدثین رحمۃ اللہ علیہم کا یہ عقیدہ بھی واضح ہوا کہ:

حضور ﷺ کو بعد وصال نداء کرنا یعنی پکارنا جائز ہے۔

اگرچہ مذکورہ روایت میں اُدْعُ کا لفظ یہ واضح کرنے کے لیے کافی ہے کہ ہر پکار عبادت نہیں ہوتی اس لیے اسے شرک قرار دینا بالکل غلط ہے تاہم مزید ملاحظہ ہو۔

حافظ ابن کثیر کی شہادت:

224- جنگ یمامہ میں مسیلہ کذاب کی ساتھ ہزار فوج سے قلیل التعداد مسلمان معرکہ آراء تھے۔ مقابلہ شدید تھا۔ ایک دفعہ نبوت یہاں تک پہنچی کہ مسلمان مجاہدین کے پاؤں اکٹڑنے لگے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ سپہ سالار تھے۔ انہوں نے یہ حالت دیکھی تو۔ نادیٰ ہیشعارِ المسلمین وَ تَحْمَانِ شِعَارُهُمْ يَزِيدُ يَوْمَئِذٍ يَا مُحَمَّدًا..... انہوں نے مسلمانوں کی علامت (پہچان۔ معمول) کے ساتھ پکارا۔ اس دن مسلمانوں کی علامت تھی۔ يَا مُحَمَّدًا۔

﴿تاریخ ابن اثیر ج 2 ص 364۔ البدایہ والنہایہ ج 6 ص 324 مکتبہ المعارف بیروت﴾

نداء یا محمد صحابہ کرام کا معمول تھا:

يَا مُحَمَّدًا... هَذَا بِمَا نَعَاهِدُهُ أَهْلُ الْمَدِينَةِ

﴿نیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض ج 03 ص 355﴾

”یا محمد اے (کہنا) اہل مدینہ کی عادت اور ان کا معمول ہوتا تھا“

نداء یا محمد ﷺ کے بارے میں اشرف علی تھانوی کا بیان:

یعنی آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد آپ کو اسم گرامی کے ساتھ نداء کر کے ”یا محمد“ کہنا سوء ادبی ہونے کی وجہ سے منع کیا جائے گا اور یہ سماعت اس وقت باقی نہیں رہتی جب ”یا محمد“ کی نداء میں تعلیم کا کوئی قرینہ شامل ہو جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا کہ ہے کہ آپ نے ایک ڈیرے کو ”یا محمد“ سے ندا کرنے کی تعلیم دی۔

﴿امداد الفتاویٰ ج 04 ص 386 مطبوعہ کراچی﴾

امام اعظم حضرت امام ابو حنیفہؒ کا استغاثہ:

آپ قصیدۂ اقصان میں عرض پرداز ہیں:

يَا مَالِكِي كُنْ شَافِعِي فِي قَالَتِي..... إِنِّي فَقِيرٌ لِي الْوَرَى لِيَاكَ

”اے میرے مالک (مؤلف)! آپ میری حاجت میں شافع ہوں۔ میں

تمام مخلوق میں آپ کے غنا کا فقیر ہوں“

يَا أَكْرَمَ الْفُقَرَاءِ يَا كُنُوزَ الْوَرَى... جُدْلِي بِحُزْنِكَ وَأَرْضِي بِرِضَاكَ

”اے جن و انس سے زیادہ کریم، اے مخلوق کے خزانے مجھ پر احسان

فرمائیں اور اپنی رضا سے مجھے راضی فرمائیں“

أَنَا طَامِعٌ بِالْحُزْنِ وَمِنْكَ وَلَمْ يَكُنْ... لَا بِنِي حَبِيقَةٍ لِي إِلَّا نَامَ مِوَالُكَ

”میں آپ کی بخشش کا امیدوار ہوں اور آپ کے سوا مخلوق میں ابو حنیفہ کا کوئی نہیں“

﴿قصیدۂ اقصان ص 103-105 مکتبہ نعرانیہ سیالکوٹ﴾

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا استغاثہ:

حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں نقل کرتے ہیں:

وَلَدَتْ زَيْنَبُ أَخَاهَا الْحُسَيْنَ وَأَهْلَهَا... لَقَالَتْ وَهِيَ تَبْكِي-

يَا مُحَمَّدًا... يَا مُحَمَّدًا صَلِّ عَلَيَّكَ اللَّهُ وَمَلَكَ السَّمَاءِ هَذَا

جِئْتُ بِالْفَرَاغِ مُزْمَلٌ بِالْذِمَاءِ، مَقْطَعُ الْأَعْضَاءِ يَا مُحَمَّدًا، وَتَبْلُوكُ

سَبَابًا وَذَرَيْتُكَ مُقْتَلَةً نَسَفِي عَلَيْهَا الصَّبَّ... قَالَ فَابْكِي وَاللَّهِ كُلُّ

عَدُوٍّ وَصِدِّيقٍ ﴿البدایہ ج 08 ص 272 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ﴾

”اے بہت ہی تعریف کیے ہوئے اعداء (دو مرتبہ)۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل

فرمائے اور آسمانی فرشتے درود بھیجیں۔ یہ حسین میدان میں ہیں، خون میں نہائے ہوئے، اعضا کٹے ہوئے۔ یا محمد امداد! آپ کی بیٹیاں حراست میں ہیں۔ آپ کی اولاد شہید کر دی گئی۔ باوصا اُن پر مٹی اُڑا رہی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ اُن کی پُرسوز فریاد نے دشمن اور اپنے سب کو زلا دیا۔

حضرت ابی المواہب الشافعی رحمۃ اللہ علیہ کی فریاد:

أَنْتَ الْغِيَاثُ وَأَنْتَ الْمَعْلَاذُ فَاتَّخِذْنَا بِحَاثِكَ الْوَجْهَ الَّذِي لَا يَرُدُّهُ اللَّهُ

﴿حسن الختام ص 234۔ تحقیق بسام محمد بارود ابو نعیم﴾

”آپ میرے فریاد رس ہیں اور میری جائے پناہ ہیں۔ بس آپ میری مدد کیجیے اپنے

وجاہت والے چہرے کے وسیلے سے جسے اللہ بھی رو نہیں فرماتا۔“

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی فریاد:

وَصَلِّ عَلَى عَيْنِكَ اللَّهُ بِأَخِي خَلِيقِهِ..... وَمَا خَيْرَ مَأْمُولٍ وَمَا خَيْرَ وَاعِبٍ
وَمَا خَيْرَ مَنْ يُرْجَى لِكُشْفِ زَوْجِهِ..... وَمِنْ جُودِهِ قَدْ فَاقَ جُودَ السَّعَابِ
وَأَنْتَ مُجِيبُ مَنْ هُمُومَ مَلَمَحِهِ..... إِذَا نَشَبَتْ فِي الْقَلْبِ حَسْرَةُ الْمَخَالِبِ
”اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے اے تمام مخلوق سے بہتر!..... اے بہترین

جائے اُمید! اور اے بہترین عطا فرمانے والے..... اور اے وہ بہترین ذات کہ جن سے مصیبت دور کرنے کی امید کی جاتی ہے..... اور جن کی سخاوت بادلوں سے بلند و بالا ہے..... آپ مصیبتوں کے وقت پناہ دینے والے ہیں..... جب وہ اپنے بدترین نچے دل میں گاڑ دیں۔“
﴿لطیف العظم از شاہ ولی اللہ دہلوی ص 22 مطبع مجاہد دہلی﴾

حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ کی فریاد:

آپ بہت سے علماء و پوہند کے پیر و مرشد ہیں، حضور ﷺ کی بارگاہ میں اس طرح فریاد کرتے ہیں:

شہید عاصیاں تم ہو وسیلہ بے کساں تم ہو

تمہیں چھوڑ کر اب کدھر جاؤں بتاؤ یا رسول اللہ ﷺ

جہاز اُمت کا حق نے کر دیا آپ کے ہاتھوں

بس اب چاہو ذہاد یا تراؤ یا رسول اللہ ﷺ

پھنسا کر اپنے دام عشق میں امداد عاجز کو

بس اب قید دو عالم سے چھڑاؤ یا رسول اللہ ﷺ

﴿گلزار معرفت﴾

مناجات ثلاثہ امداد غریب میں عرض پرداز ہیں:

اے صیب کبریا فریاد ہے..... یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے

اے میرے مشکل کشا فریاد ہے..... سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل

ندا کے بارے میں حاجی صاحب کی تلقین:

فرماتے ہیں..... آنحضرت ﷺ کی صورت مثالیہ کا تصور کر کے درود شریف پڑھے اور اپنی طرف ”یا احمد“ اور بائیں طرف ”یا محمد“ اور ”یا رسول اللہ“ ایک ہزار بار پڑھے ان شاء اللہ تعالیٰ بیداری یا خواب میں زیارت ہوگی۔

﴿کلیات امداد کا حصہ خیاء القلوب ص 45 مطبوعہ دارالاشاعت کراچی﴾

”اَلْسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ“ بصیغہ خطاب میں بعض لوگ کلام کرتے

ہیں۔ یہ اتصال معنوی پڑھنی ہے کہ الخلق ولا امر۔ عالم امر عقیدہ بہت طرف و قرب و

بعد و غیر نہیں۔ بس اس کے جواز میں شک نہیں ہے۔ ﴿امداد الشہق ص 59﴾

حسین احمد ثنائی ندوی کا بیان:

”اَلْسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ“ کے بارے میں لکھتے ہیں:

ہمارے مقدس بزرگان دین اس صورت اور جملہ صورتوں کو اگرچہ بعینہ خطاب و ندا کیوں نہ ہو مستحب و مستحسن جانتے ہیں اور اپنے متعلقین کو اس کا امر کرتے ہیں۔

﴿شہاب نقب ص 65﴾

تھا نوی صاحب بھی پکار اٹھے.....

يَا مُنِيعَ الْعِبَادِ عَبْدِي
أَنْتَ لِي إِلَّا ضَيْطَارٍ مُّتَعَدِي
عَنْيَ النَّهْرُ يَا بْنَ عَبْدِ اللَّهِ
كُنْ مُعِينًا فَإِنَّ لِي مَدَدِي
يَا رَسُولَ اللَّهِ يَا أَبَاكَ
مِنْ غَمِّ الْعَمُومِ مُلْتَحِدِي
لَيْسَ لِي مُلْجَأٌ سِوَاكَ أَعِثْ
مَسْئِلِي الطُّرُقَتِي سَنَدِي

دیکھیری کیجیے میرے نبی
ککاش میں تم ہی ہو میرے نبی
ابن عبد اللہ زمانہ ہے خلاف
اے میرے مولا خبر لیجیے مری
میں ہوں بس اور آپ کا ذر یا رسول
ابو غم گھیرے نہ پھر مجھ کو کبھی
جز تمہارے ہے کہاں میری پناہ
فوج کلفت مجھ پر آ غالب ہوئی

﴿نثر الطیب ص 194 مطبوعات سہیلی﴾

غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان بھوپالی کی فریاد:

یا سیدی یا عروسی و وسیلتی یا عدلی فی شدۃ ورعہ
انت المعبود برحمۃ و کرامۃ فی شمتہ و غواہل و بلاء
مالی و راءک مستغاث فاعز حمن یار حمۃ للعالمین بکاشی
﴿ماثر صدیقی موسوم بہ سیرت والا جاعی۔ قصیدۃ العنبرینی مدح خیر المرید۔

حاشیہ ہدیۃ المہدی از نواب وحید اثر ماں ص 20﴾

- 1- اے میرے آقا، میرے سہارے، میرے وسیلے..... سختی اور ریزی میں میرے کام آنے والے!
- 2- آپ فریاد رس ہیں اپنی رحمت اور اپنی کرامت کے ساتھ..... سختی، مشکلات اور بلا میں۔
- 3- آپ کے سوا میرا کوئی نہیں ہے جس سے مدد مانگی جائے..... اے رحمۃ للعالمین امیری آہ و پکار پر رحم فرمائیے۔

یہی غیر مقلد نواب صدیق حسن بھوپالی، قاضی شوکانی اور ابن قیم سے ان کی وقایع کے برسوں بعد یوں مدد مانگتے ہیں:

قَبْلَ دَیْنِ عَدُوِّ، کَعِبَادِ اِیْمَانِ مَدَدِے

ابن قیم مددے، قاضی شوکان مددے۔ ﴿حاشیہ ہدیۃ المہدی ص 23﴾

علاوہ ازیں ابن تیمیہ کے شاگرد ابن قیم نے جلاء الافہام کے ص 360 پر حضرت شکی رحمۃ اللہ علیہ کے ہر فرض نماز کے بعد تین مرتبہ صلی اللہ علیک یا محمد کہنے اور اس وجہ سے حضور ﷺ کا ان پر خاص عناہت کرنے کا تذکرہ کیا ہے۔

حضرت عبدالقادر جیلانی غوث اعظم ہیں..... اسماعیل دہلوی:

اسماعیل دہلوی نے ”صراطِ مستقیم“ ص 242 پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کو غوثی الثقلین (دونوں جہانوں کے فریاد رس اور ص 95، 198، اور 218 پر غوث اعظم یعنی سب سے بڑے فریاد رس) لکھا ہے اور سید احمد بریلوی کیلئے حضرت غوث الثقلین اور حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کی مقدس ارواح کی عنایات اور توجہات کا بیان لکھا ہے۔

ان آثار و عبارات سے خوب واضح ہوا کہ:

حضور ﷺ کے وصال کے بعد بھی آپ کی بارگاہ میں استغاثہ پیش کرنا (فریاد کرنا جیسا کہ ”یا محمد“ سے ظاہر ہے) اور آپ ﷺ کو صیفِ خطاب کے ساتھ ندا کرنا

(یا محمد، یا رسول اللہ پکارنا) نہ صرف چار خلیفہ کرام اور علماء و اولیاء امت کا معمول و پسندیدہ رہا ہے۔ نیز یہ کہ صحابہ کرام اور علماء و اولیاء امت کا عقیدہ و معمول سامنے آنے کے بعد اس اندام کو شرک قرار دینا انتہائی جہالت و جسارت ہے۔

شرک کا فتویٰ صادر کرنے سے پہلے سوچنا چاہیے کہ ایسی غیر محتاط فتویٰ باز کی زد کہاں کہاں پڑتی ہے اور کون کون اس مشقِ ستم کا نشانہ بنتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوب بندوں کا ادب و احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

224۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور پر نور ﷺ کے وصال کے تین دن بعد ایک اعرابی (دیہاتی) نے آپ ﷺ کے روضہ اقدس پر حاضر ہو کر اپنے آپ کو گرا دیا اور خاک میں لوٹنے لگا اور عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ)؛ جو کچھ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے سنا ہے وہ ہم نے آپ ﷺ سے سنا اور جو کچھ آپ نے اللہ تعالیٰ سے سیکھ کر یاد کیا وہ ہم نے آپ سے سیکھ کر یاد کیا ہے اور آپ ﷺ پر جو نازل ہوا یعنی قرآن مجید اس میں یہ آیت بھی ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رُسُلٍ إِلَّا يَهْدُنَا اللَّهُ ط وَكُلًّا أَهْلَمْنَا

إِذْ قُلْنَا لِنَفْسِهِمْ جَاءَ ذَلِكَ فَاسْتَغْفِرُوا لِلَّهِ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ

الرَّسُولُ لَوْ جَدُوا لِلَّهِ تَوَاتُبًا وَجِئْنَا ۝ ﴿سورة نساء: 64﴾

”اور اُردو اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی سفارش فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔“

اور میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اور آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے لیے استغفار فرمائیں..... حضور ﷺ کے روضہ انور سے آواز آئی..... قَدْ حُفِرَ لَكَ..... ہے شک تیری مغفرت کر دی گئی۔

ایسی طرح کا ایک واقعہ حضرت عیسیٰ کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے۔

﴿تفسیر ابن کثیر ج 1 ص 520- تفسیر مدارک التنزیل ج 1 ص 399۔

تفسیر قرطبی ج 1 ص 265۔ دقا، الوقا، کہودی ج 4 ص 1361۔ مواہب

ج 4 ص 583۔ فتاویٰ السیاح نام سبکی ص 46۔ کتاب الاذکار امام نووی

ص 185۔ المغنی ج 3 ص 1577 ابن قدام۔ جذب القلوب ص 195۔

رسائل الارکان بحر العلوم عبدالحی ص 280۔ نشر لطیف تھانوی ص 254 ﴿

قبولیت کی کنجی..... آپ ﷺ کا وسیلہ:

225۔ حضرت ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ صحیح سند کے ساتھ فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں قحط پڑ گیا تو ایک شخص حضور پر نور ﷺ کے روضہ انور پر حاضر ہوا اور عرض گزار ہوا..... اِصْنَعْنِي لَا مَيْتَكَ فَاَنْتَهُمْ قَدْ هَلَكَوْا..... اپنی اُمت کے لیے اللہ تعالیٰ سے بارش طلب کیجیے کہ آپ کی اُمت ہلاکت کو پہنچ گئی ہے۔

اس کے بعد اس شخص نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ حضرت عمرؓ کو خوشخبری دے دو کہ یقیناً مانی برسے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 12 ص 32۔ فتح الباری 2 ص 495-496)

كنز العمال ج 4 ص 298 - البداية والنهاية ج 7 ص 205 مطبوعه مكتبة

رشیدیہ کوئٹہ۔ الاستیعاب علی ہامش الاصابہ ج 2 ص 464۔ اکامل فی

التاریخ ابن اثیر ج 2 ص 389-390 - تاریخ طبری ابن جریر ج 3 ص

196- دلائل النبوة امام بیہقی ج 7 ص 47 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ

ظفر احمد عثمانی کا بیان: حضرت بلال بن حارثؓ والا واقعہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”پس ثابت ہوا کہ اس آیت کریمہ کا حکم آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد بھی باقی ہے“

﴿اعلاء السنن ج 10 ص 330﴾

مفتی محمد شفیع کا بیان:

یہ آیت اگرچہ خاص واقعہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن اس کے الفاظ سے ایک عام ضابطہ نکل آیا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور آپ ﷺ اس کے لیے دعا و مغفرت کر دیں، اس کی مغفرت ضرور ہو جائے گی اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضری جیسے آپ ﷺ کی دنیوی حیات کے زمانہ میں ہو سکتی تھی اسی طرح آج بھی روضہ اقدس پر حاضری اسی حکم میں داخل ہے۔

﴿معارف القرآن ج 6 ص 459﴾

سرفراز خان صفدر دیوبندی کا بیان:

اس روایت کے سب راوی ثقہ ہیں اور حافظ ابن کثیر، حافظ ابن حجر اور علامہ سمودی وغیرہ اس روایت کو صحیح کہتے ہیں۔

مزید کہتے ہیں: یہ واقعہ آنحضرت ﷺ کی وفات حشر آیات سے تقریباً سات آٹھ سال بعد پیش آیا۔ اس وقت بکثرت حضرات صحابہ کرام موجود تھے۔ خواب دیکھنے والے کوئی مجہول شخص نہیں تھے بلکہ جمیل القدر صحابی حضرت بلال بن حارثؓ تھے۔ آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کے پاس حاضر ہو کر مطلب دعا اور سوال شفاعت شرک نہیں ورنہ یہ جلیل القدر صحابی یہ کاروائی ہرگز نہ کرتے۔

یہ معاملہ بڑے خواب کا نہیں ہے بلکہ اس خواب کو خلیفہ راشد حضرت عمرؓ کی تائید و تصویب حاصل ہے اور اس کا رد الیٰ کا حکم تو عَلَیْکُمْ بِسُتْحٰی وَسَلٰةِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِیْنَ

کے تحت سندیت کا ہو گا ورنہ انتخاب اور نقل و وجہ جواز سے کیا کم ہوگا۔

﴿تسکین الصدور ص 338 مطبوعہ ادارۃ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ﴾

اس عبارت کا واضح مفاد یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کی اطاعت و اجتماع میں حضور ﷺ سے بعد وصال سوال کرنا نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے۔

227- حضرت عبداللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں کہ جب باغیوں نے حضرت عثمان غنیؓ کے مکان کا محاصرہ کر رکھا تھا اور آپ کے گھر میں پانی کا چاٹنا بالکل بند کیا ہوا تھا اور آپ پیاس کی بہت شدت محسوس کرتے تھے، میں آپ کی ملاقات کیلئے حاضر ہوا تو آپ اس دن روزہ دار تھے۔ مجھے دیکھ کر آپؓ نے فرمایا کہ اے عبداللہ بن سلام! آج میں نے خواب میں حضور ﷺ کی زیارت کی ہے تو آپ ﷺ نے انتہائی شفقت کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ اے عثمانؓ! (ﷺ) ظالموں نے پانی بند کر کے تمہیں پیاس سے بے قرار کر دیا ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں تو آپ ﷺ نے فوراً اور پیکی میں سے ایک ڈول میری طرف لٹکا دیا جو نہایت چٹھے اور ٹھنڈے پانی سے بھرا ہوا تھا۔ میں اس کو پی کر سیراب ہو گیا اور اب اس وقت بھی اس پانی کی خشک میں اپنی دونوں چھاتیوں اور دونوں کندھوں کے درمیان محسوس کرتا ہوں۔

پھر حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے عثمانؓ! اگر تم چاہو تو ان باغیوں کے مقابلہ پر میں تمہاری مدد و نصرت کروں اور اگر تم چاہو تو ہمارے پاس آ کر روزہ افطار کرو۔ (حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ) میں نے خوش ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ کے دربار پر انوار میں حاضر ہو کر روزہ افطار کرنا، یہ زندگی سے لاکھوں درجے زیادہ عزیز ہے۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں اس کے بعد آپ سے رخصت ہو کر چلا آیا اور

اسی رات میں باغیوں نے آپؓ کو شہید کر دیا۔ ﴿الہدایۃ والنبیایۃ اردو ج 7 ص 182﴾

واضح ہوا کہ حضور ﷺ وصال کے بعد بھی مدد فرماتے ہیں۔

مزید واقعات:

- 1- شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابو بکر بن مقرئ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں محدث طبرانی اور ابوالشیخ کے ہمراہ حرم نبوی شریف میں حاضر تھا کہ ہم تینوں پر بھوک نے غلبہ کیا اور اسی حالت میں دو دن گزر گئے۔ جب عشاء کا وقت آیا میں نے حضور ﷺ کے روضہ النور پر حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ) اللہ جوع یعنی بھوک۔ فقط یہ کلمہ عرض کیا اور چلا آیا۔ پس میں اور حضرت ابوالشیخ تو سو گئے مگر محدث طبرانی جاگتے رہے۔ اچانک ایک مرد علوی نے دروازہ کھٹکھٹایا اس کے ہمراہ دو غلام تھے اور ہر ایک کے ہاتھ میں کھانے سے بھری ہوئی ایک زنجیل تھی۔ ہم نے دروازہ کھولا۔ وہ آیا اور کھانا ہمارے آگے رکھا اور ہمارے ساتھ کھانے میں شرکت کی۔ جو کھانا بیچ گیا وہ ہمارے پاس چھوڑتے ہوئے کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اسے قوم! شاید تم نے اپنی بھوک کی شکایت سرکارِ دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کی تھی۔ میں نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا کہ ان لوگوں کو کھانا کھلاؤ۔ ﴿جذب القلوب﴾۔ الوفا از محدث ابن جوزی ﴿﴾
- 2- حضرت ابن جلا نے فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوا۔ مجھ پر ایک دو فاقے گزرے۔ میں نے سرکار ﷺ کے روضہ النور پر حاضر ہو کر عرض کیا..... انا ضیفک یا رسول اللہ..... یا رسول اللہ (ﷺ)! میں آپ کا مہمان ہوں..... اس کے بعد میں سو گیا۔ دورانِ خواب میں دیکھا کہ حضور پر نور ﷺ نے میرے ہاتھ میں ایک روٹی عنایت فرمائی۔ نیند کے دوران ہی آدمی روٹی میں نے کھائی۔ جب میں نیند سے بیدار ہوا تو باقی آدمی روٹی میرے ہاتھ میں موجود تھی۔ ﴿جذب القلوب﴾
- 3- مشہور محدث امام محدث امام محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص میرے والد محترم کے پاس اسی (80) دینار رکھ کر چلا گیا۔ میرے والد محترم کو ضرورت

آپڑی اور آپ نے وہ سارے دینار خرچ کر ڈالے۔ اب وہ شخص واپس آیا اور اس نے اپنے دینار طلب کیے تو والد محترم اس کی رقم انا کرنے سے عاجز آ گئے۔

پس میرے والد محترم نے کہا کہ کل آنا۔ رات ہوئی تو میرے والد مسجد نبوی شریف حاضر ہوئے اور نہایت بے چینی کی حالت میں کبھی سرکار ﷺ کے منبر شریف کے مقام پر اور کبھی آپ ﷺ کے روضہ اطہر پر آپ ﷺ کی بارگاہ میں فریاد کرتے رہے۔ اچانک ایک شخص ظاہر ہوا اور اسی دینار کی ایک تھیلی میرے والد محترم کو دے کر چلا گیا۔ انہوں نے صبح ہوتے ہی اسی دینار اس شخص کو ادا کیے اور اس کے مطالبہ سے غلامی پائی۔ ﴿جذب القلوب﴾

4- حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "انفاس العارفين" میں لکھتے ہیں کہ میرے والد محترم شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے بخار ہو گیا اور بیماری طول پکڑ گئی۔ حسی کہ زندگی سے ناامیدی ہو گئی۔ اس دوران مجھے غنودگی ہوئی تو میرے ہاں دو جہاں کے تاجدار، امت کے غم خوار، حضور پر نور ﷺ شریف لائے اور فرمایا: اے میرے پیارے بیٹے! کیا حال ہے؟ اس ارشادِ گرامی کی مجھ پر ایسی لذتِ خادری ہوئی کہ مجھے وجد آ گیا۔ پھر مجھے میرے آقا و مولا ﷺ نے اس طرح گود میں لے لیا کہ آپ ﷺ کی داڑھی مبارک میرے سر پر تھی اور آپ کا لباس مبارک میرے آنسوؤں سے تر ہو گیا۔ آہستہ آہستہ بہ قراری کی یہ حالت سکون و اطمینان سے بدل گئی۔ اس کے بعد میرے دل میں خیال آیا کہ مدت سے حضور ﷺ کے مبارک ہاں حاصل کرنے کا تمنائی ہوں، کاش آج مجھے یہ دولت نصیب ہو جائے۔ حضور ﷺ میری اس خواہش پر آگاہ ہوئے اور آپ ﷺ نے اپنی مبارک داڑھی پر ہاتھ پھیر کر دو ہاں مجھے عطا فرما دیئے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ بیدار ہونے کے بعد بھی یہ موئے مبارک میرے پاس رہیں گے یا نہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: بیٹا! یہ دونوں ہاں مبارک تیرے پاس رہیں گے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے درازی عمر اور صحت و تندرستی کی خوش خبری دی تو مجھے اسی وقت آرام ہو گیا۔

میں بیدار ہوا اور میں نے چراغ منکھو کر روشنی میں دیکھا تو مومے مبارک ہاتھ میں نہ پا کر میں غمگین ہو گیا اور پھر دوبارہ حضور ﷺ کی طرف متوجہ ہوا۔ پھر دیکھا کہ آپ ﷺ جلوہ افروز ہیں اور فرما رہے ہیں، بیٹا ہوش کرو۔ میں نے دونوں ہال مبارک ہتھکے کے نیچے احتیاط سے رکھ دیئے ہیں، وہاں سے لے لو۔ میں بیدار ہوا اور ہتھکے کے نیچے سے مومے مبارک لے کر پاکیزہ جگہ میں تقسیم و تکریم کے ساتھ محفوظ کر لیے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد محترم نے آخری عمر میں تمہرکات تقسیم کیے تو ایک ہال مبارک مجھے بھی عطا ہوا۔ ﴿انوار العارفین ص 39﴾
5۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کے دوران پیش آنے والا ایک واقعہ فرماتے ہیں: جب تیسرا دن ہوا۔ میں نے آپ ﷺ اور حضرات شیخین، حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں سلام عرض کیا اور درخواست کی کہ یا رسول اللہ (ﷺ)! ہمیں اس میں سے کچھ عنایت ہو جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا فرمایا ہے، ہم آپ ﷺ کی عطا کے شوقین ہیں اور آپ رحمۃ للعالمین ہیں..... تو آپ ﷺ نے میری طرف کمال توجہ فرمائی یہاں تک کہ میں نے یہ خیال کیا کہ آپ ﷺ کی بخشش کی چادر نے مجھے لپیٹ لیا اور اٹھائے لیا۔ اچھی طرح چھپا لیا اور مجھ پر راز کی باتیں ظاہر فرمائیں اور مجھے خود پہچان کر دائی اور میری بڑی اجمالی مدد فرمائی اور مجھے بتایا کہ کس طریقے سے آپ ﷺ سے اپنی حاجتوں میں مدد طلب کروں اور آپ ﷺ کس طرح جواب دیتے ہیں جب آپ ﷺ کو کوئی درود پاک پڑھے اور جو کوئی آپ ﷺ کی تعریف میں کوشش کرے یا آپ ﷺ سے فریاد کرے تو آپ کیسے خوش ہوتے ہیں۔ ﴿فیوض المحرمین﴾

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان:

”حضور ﷺ کا اپنی امت کے اعمال دیکھنا، اپنے امتوں کے لیے گناہوں کی

مغفرت طلب کرنا اور ان سے بلائیں اور مصیبتیں دور کرنے کے لیے دعا کرنا اور نزول برکت کے لیے چلنا پھرنا اور امت کے صالحین یعنی اولیاء کرام کے جنازوں پر تشریف لانا، یہ امور آپ ﷺ کے برزخی اشغال میں سے ہیں جیسا کہ اس بارے میں احادیث مبارکہ اور آثار مبارکہ وارد ہیں۔“ ﴿انتہ الاذکیاء ص 15﴾

حافظ ابن کثیر کا بیان:

228۔ حافظ ابن کثیر سورۃ توبہ آیت نمبر 105 کے تحت حدیث پاک نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: تمہارے اعمال تمہارے فوت شدہ رشتہ داروں پر بخش ہوتے ہیں اور اگر اچھے نہ ہوں تو کہتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ! تو انہیں موت مندے جب تک تو انہیں بھی ایسی ہدایت مندے بھیجی ہمیں دی تھی۔

﴿تفسیر ابن کثیر ج 2 ص 387۔ بحوالہ ابو داؤد و طحاوی مسند احمد﴾
اس حدیث مبارکہ کو مجمع الزوائد ج 2 ص 327 میں حضرت ابوالیوب انصاری اور ص 328 مطبوعہ پر حضرت انسؓ سے روایت کیا گیا ہے۔

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ قبروں والے صالحین اہل دنیا کے اعمال سے آگاہ اور رب العزت میں ان کے لیے سفارش کرتے ہیں اور ان کا یہ سفارش کرنا اور ہماری بخشش کے لیے کوشاں رہنا ہماری مدد نہیں تو کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ! اپنے نیک بندوں کی سفارش ہمارے حق میں قبول فرمائے، آمین۔

229۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے پاس ایک عورت حاضر ہوئی اور عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ کی احادیث مبارکہ تو مرد لے گئے۔ آپ ہمارے لیے ایک دن مقرر فرمادیں جس میں ہم آپ کے پاس حاضر ہوں اور آپ ہمیں ان چیزوں کی تعلیم دیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو تعلیم کی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم فلاں فلاں دن جمع ہونا۔

ہم عورتیں (اس مقررہ دن) جمع ہوئیں۔ پھر حضور ﷺ اُن عورتوں کے پاس تشریف لائے اور جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تعلیم دی، آپ ﷺ نے فرمایا: جو عورت خود سے پہلے تین بچے روانہ کرے گی، وہ بچے اس کے لیے دوزخ کی آگ سے آڑ ہو جائیں گے۔ ایک عورت نے کہا: اور دو (02)؟ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اور دو، اور دو، اور دو ﴿بخاری کتاب الجنائز باب المصل من مات له ولد ج 01 ص 167۔

مسلم کتاب البر والصلہ والادب ج 02 ص 330﴾

معلوم ہوا کہ جائز و نیک کاموں کی انجام دہی کے لیے دن مقرر کرنا ہمارے پیارے آقا ﷺ کی سنت ہے اور اسے ناجائز و بدعت بتانا محض جہالت و حماقت ہے۔

230۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جھوٹے بچے جنت کے کیڑے ہیں۔ ان میں سے جس کی ملاقات اپنے باپ یا ماں باپ سے ہوگی وہ اس کا ہاتھ یا اس کا دامن پکڑ لے گا جیسے میں تمہارا یہ دامن پکڑ رہا ہوں۔ پھر اس کو اس وقت تک نہیں چھوڑے گا جب تک کہ اس کو اور اس کے باپ کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل نہیں کر دے گا۔

﴿مسلم کتاب البر والصلہ ج 02 ص 331۔ مسند احمد ج 02 ص 510۔

مشکوٰۃ باب البکا علی المیت ص 153﴾

231۔ حضرت علی ؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمام بچہ (جو مکمل ہونے سے پہلے سادہ ہو جائے یعنی بہ جائے) جب اپنے ماں باپ کو جہنم میں جھجھواتے ہوئے دیکھے گا تو اللہ تعالیٰ سے جھگڑا کرے گا تو اسے کہا جائے گا: اے جھگڑالو! بچہ اچا اپنے ماں باپ کو جنت میں داخل کر دے۔ وہ اپنے ماں باپ کو اپنی ناف سے محبت کر جنت میں لے جائے گا۔ ﴿سنن ابن ماجہ ص 115۔ مشکوٰۃ ص 153 باب البکا علی المیت﴾

چوتھا باب

کیا آخرت میں کوئی کام نہیں آئے گا؟

ہمارے آخرت کے سہارے یہ بھی ہیں:

232۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں: اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصّٰلِحِ لِحَبْلِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ اِنِّىْ اِلَيْهِ؟ فَيَقُوْلُ بِاَمْسِئْغَارٍ وَلَكَ لَكَ ﴿بک اللہ تعالیٰ جنت میں نیک شخص کا درجہ بلند فرماتا ہے تو وہ شخص عرض کرتا ہے کہ اے میرے رب! میرے لیے درجے کی یہ بلندی کس وجہ سے ہے؟ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تیری اولاد نے میرے لیے جو استغفار کیا ہے یہ اس کی وجہ سے ہے۔

﴿الادب المفرد امام بخاری ص 20-21۔ مسند امام احمد ج 02 ص

509 مطبوعہ دار صادر بیروت۔ تفسیر ابن کثیر زیر آیت نمبر 21

سورۃ طور۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج 10 صفحہ 397﴾

233۔ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں: اِنَّ دَسْوَانَ اللّٰهِ ﷻ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَيَرْفَعُ دَرَجَةَ الْمُؤْمِنِ مَعَهُ لِحَبْلِ الْجَنَّةِ وَاِنْ لَمْ يَلْعَنُهَا لَيَقْرَأْ بِهِمْ عَيْنُهُمْ ثُمَّ قُرْءًا وَلَكِنَّهُمْ آمَنُوا.....

﴿آیت نمبر 21 سورۃ الطور۔ تفسیر ابن جریر ج 27 ص 39 تفسیر قرطبی ج 17 ص 113﴾

”رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ مومن کی اولاد کو بھی جنت میں وہ درجہ عطا فرمائے گا اگرچہ وہ اپنے عمل کے ذریعے وہاں رہنے کا حق دار نہ ہو اس لیے تاکہ اس مقام پر فائز دیکھ کر اس نیک بندے کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں“

234- امام بغوی حضرت سعد بن جبیر ؓ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ جب مومن جنت میں داخل ہوگا تو پوچھے گا: میرا باپ کہاں ہے؟ میری ماں کہاں ہے؟ میرے بچے کہاں ہیں؟ اسے بتایا جائے گا کہ انہوں نے تیری طرح نیک اعمال نہیں کیے اس لیے وہ یہاں موجود نہیں تو وہ جنتی جواب میں کہے گا کہ میں اپنے لیے اور ان کے لیے نیک اعمال کرتا تھا۔ پھر کہا جائے گا کہ ان لوگوں کو بھی جنت میں داخل کر دو۔ ﴿تفسیر مظہری﴾
تفسیر ابن کثیر میں بھی سورۃ طور کی آیت 21 کی تفسیر میں بھی اس مضمون کی روایت منقول ہے۔ ﴿تفسیر ابن کثیر اردو ترجمہ ج 05 ص 191﴾

235- حضور ﷺ نے فرمایا: اِنَّ اَكْمَرَ النَّفْسِ عَمَلُهُ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ صَلَٰةٍ حَاجِبَةٍ اَوْ عَلِيمٍ يَنْتَفِعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَنْدَعُوْكَ۔ جب ابن آدم فوت ہوتا ہے اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے، صدقہ جاریہ، وہ علم جس سے نفع اٹھایا جائے یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہے ﴿مسلم کتاب الوصیۃ باب ما یملک الانسان من الثواب بعد وفاته﴾
فرشتوں کا مدد کرنا:

236- حضور ﷺ فرماتے ہیں: جو مسلمان کسی مسلمان کا دل خوش کرتا ہے اللہ پاک اس خوش سے ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی تعریف و توصیف اور بزرگی بیان کرتا ہے۔ جب وہ مسلمان اپنی قبر میں جاتا ہے تو وہ فرشتہ اس کے پاس آکر کہتا ہے: کیا مجھے نہیں پہچانتا؟ وہ مسلمان پوچھتا ہے کہ تو کون ہے؟ فرشتہ کہتا ہے: میں وہ خوشی ہوں جو تو نے غلام مسلمان کے دل میں داخل کی تھی۔ آج میں حیراجی بہلا کر تیری وحشت دور کروں گا۔ میں تجھے تیری جنت سکھاؤں گا۔ میں تجھے نکیرین کے جواب میں حق بات پر ثابت قدم رکھوں گا۔ میں تجھے محشر کی بارگاہ میں لے جاؤں گا۔ میں تیرے رب کے حضور تیری سفارش کروں گا۔ میں تجھے جنت میں حیرامکان دکھاؤں گا۔ ﴿ابن ابی الدنیاء فی قضاء الحوائج﴾ ابوالشیخ فی الثواب ﴿

237- حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جعفر طیار ؓ کو دیکھا کہ فرشتہ بن کر جنت میں اُڑ رہے ہیں اور ان کے بازوؤں کے اگلے دونوں شہ پروں سے خون جاری ہے اور زید بن حارثہ ؓ کو میں نے ان سے کم مرتبہ پایا۔ میں نے کہا: مجھے گمان نہ تھا کہ زید کا مرتبہ جعفر سے کم ہوگا۔ حضرت جبرائیل ؑ نے عرض کیا: اِنَّ زَيْدًا يَدْخُلُ جَعْفَرًا وَلَا يَخْرُجُ مِنْهُمَا جَعْفَرٌ بِمَقَرٍّ اَوْ يَخْرُجُ مِنْكَ۔ حضرت زید، حضرت جعفر ؓ سے کم نہیں مگر میں نے حضرت جعفر ؓ کا مرتبہ حضرت زید ؓ سے بڑھا دیا کہ وہ آپ ﷺ کے ساتھ قربت رکھتے ہیں۔

﴿طبقات ابن سعد ج 04 ص 38۔ مستدرک حاکم کتاب معرفۃ الصحابہ ج

03 ص 419 مطبوعہ دار الفکر بیروت﴾

238- حضرت عمر ؓ فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کون ہے جو میرا کجاوہ درست کر دے وہ جنت لے لے؟ یہ سنتے ہی حضرت طلحہ ؓ دوڑے اور کجاوہ درست کر دیا۔ حضور ﷺ سوار ہوئے اور ان سے فرمایا: يَا كَلْبَةُ هَذَا جَبْرِئِلُ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ اَنَا مَعَكَ فِي اَهْوَالِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ حَتَّى اُنْجِزَكَ مِنْهَا۔ اے طلحہ! یہ جبریل ؑ ہیں، یہ تمہیں سلام کہتے ہیں اور بیان کر رہے ہیں کہ میں قیامت کی ہولناکیوں میں تمہارے ساتھ رہوں گا یہاں تک کہ ان سے تمہیں نجات دیں گا۔

حضور ﷺ نے پنگھا جھٹنے پر حضرت زبیر ؓ سے فرمایا: هَذَا جَبْرِئِلُ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ اَنَا مَعَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى اَكْتُبَ عَنْ وَجْهِكَ حُورًا جَهَنَّمَ۔ یہ جبریل ؑ ہیں۔ تمہیں سلام کہتے ہیں اور کہہ رہے ہیں میں قیامت کے دن تمہارے ساتھ رہوں گا یہاں تک کہ تمہارے چہرے سے جہنم کی آؤتی چنگاریاں دور کروں گا۔

حضور ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ کی خدمت سے خوش ہو کر ان کیلئے ارشاد فرمایا: كَتَبَكَ اللّٰهُ اَمْرًا نَّيِّبًا وَّ اَمَّا اَمْرًا اَخْرَجَكَ لَاقَا لَهَا صَاحِبٌ۔ اللہ تعالیٰ تیرے دنیا کے کام درست فرما دے اور تیری آخرت کے معاملہ کا تو میں ذمہ دار ہوں۔

﴿طہرانی مجمع اوسط۔ ابو نعیم فضائل الصحابہ۔ ابو بکر شافعی التلخیصات۔ ابن عساکر تاریخ دمشق ج 18 ص 393-394 حدیث نمبر 4354﴾
 امام الحدیث امام جلال الدین سیوطی حج الجوامع میں فرماتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے۔
 239- حدیث پاک میں یوں بھی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ہَذَا جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَخْبَرَنِي أَنَّهُ لَا يَزَالُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي هَذِهِ الْأَقْدَافِ مِنْهُ
 ﴿مجمع الزوائد کتاب المناقب باب جامع فی مناقب طلحہ بن عبید اللہ ج 09 ص 146 بحوالہ طہرانی کبیر رقم 213﴾

”یہ جبریل علیہ السلام ہیں۔ انہوں نے مجھے خبر دی ہے کہ (اے طلحہ!) وہ قیامت کے دن جنہیں مصیبت سے ضرور بچائیں گے“

انبیاء و اولیاء آخرت میں ہمارے کام آئیں گے:

240- حضرت عقبہ بن عامر ؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم ﷺ نکلے تو اُحد والوں کے لیے نماز پڑھی جس طرح مردوں پر پڑھی جاتی ہے۔ پھر منبر کی طرف آئے اور فرمایا:
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْزَنُوا عَلَى الْمَوْتِ وَلَا تَحْزَنُوا عَلَى الْمَوْتِ وَلَا تَحْزَنُوا عَلَى الْمَوْتِ وَلَا تَحْزَنُوا عَلَى الْمَوْتِ
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْزَنُوا عَلَى الْمَوْتِ وَلَا تَحْزَنُوا عَلَى الْمَوْتِ وَلَا تَحْزَنُوا عَلَى الْمَوْتِ وَلَا تَحْزَنُوا عَلَى الْمَوْتِ
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْزَنُوا عَلَى الْمَوْتِ وَلَا تَحْزَنُوا عَلَى الْمَوْتِ وَلَا تَحْزَنُوا عَلَى الْمَوْتِ وَلَا تَحْزَنُوا عَلَى الْمَوْتِ

”بیکٹ میں تمہارا سہارا ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں اس وقت اپنے حوض کوٹینی رکھ رہا ہوں اور بے شک مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرمائی گئی ہیں یا زمین کی کنجیاں بیشک اللہ کی قسم مجھے اپنے بعد تمہارے مشرک ہونے کا کوئی اندیشہ نہیں بلکہ تمہارے دنیا میں پہنچنے کا ذرہ ہے“

﴿بخاری کتاب الجنائز باب الصلوة علی الشہید ج 01 ص 179۔

کتاب الرقاق ج 02 ص 585﴾

241- حضرت جناب بن عبد اللہ بکلی ؓ نے فرمایا: کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اَنَا قَوْلُكُمْ عَلَى الْخَوْضِ..... میں حوض کوثر پر تمہارا پیش خیمہ سہارا ہوں۔
 ﴿بخاری کتاب الرقاق باب فی الخوض ج 02 ص 975 مسلم کتاب الفضائل باب البیات حوض لیلہ ج 02 ص 249﴾
 242- حضور ﷺ نے سیدۃ النساء حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے فرمایا: وَلَا أُرَى إِلَّا تَجَلَّيَ إِلَّا كَيْدًا اقْتَرَبَ مَا تَقْبِي إِلَيَّ وَأَصْبِرِي فَإِنِّي نَعَمُ السَّلَفُ أَنَا لَكَ..... میں دیکھتا ہوں کہ میرا آخری وقت قریب آگیا ہے اس لیے اللہ سے ڈرنا اور صبر سے کام لینا اور میں تمہارے لیے اچھا آگے جانے والا ہوں۔

﴿بخاری کتاب الاستعانة ان باب من ناجی من بعدی الناس ج 2

ص 930۔ مسلم کتاب فضائل صحابہ باب فضائل فاطمہ ج 2 ص 290﴾

243- حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سے جس شخص کے دو پیش رو (دو فوت شدہ کم سن بچے) ہوں، وہ اسے جنت میں لے جائیں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: آپ ﷺ کی امت میں سے جس کا ایک پیش رو (فرط) ہو؟ فرمایا: اسے صلہ خیرات! اس کو وہ ایک پیش رو ہی لے جائے گا۔ عرض کی: جس کا کوئی پیش رو نہ ہو؟ فرمایا: لَسْنَا فَرَطًا..... اس کا فرط میں ہوں گا..... کیونکہ میری امت کو میری جدائی سے بڑھکی کسی جدائی کی تکلیف نہیں پہنچی۔

﴿ترمذی ابواب الجنائز باب ما جاء فی ثواب من قدم ولدا ج 1 ص 172﴾
تبصرہ: فرط کے معنی قصداً آگے بڑھ جانے کے ہیں اسی سے فارط ہے جس کے معنی ہیں ڈول وغیرہ درست کرنے کے لیے قافلہ سے پہلے پانی پر جانے والا اور اسے فرط بھی کہتے ہیں۔ اسی لیے حضور ﷺ نے فرمایا: اَنَا قَوْلُكُمْ عَلَى الْخَوْضِ..... میں حوض پر تمہارا پیش رو ہوں۔ ﴿مفردات راغب اردو ترجمہ ص 791 مطبوعہ اہل حدیث اکادمی لاہور﴾

امام نووی نے بھی شرح مسلم میں یہی لکھا ہے۔ ﴿مسلم ج 02 ص 249﴾

گویا فرط عربی میں اُسے کہتے ہیں جو کہیں جانے والے افراد (یا جماعت) سے پہلے پہنچ کر راستے کی مشکلات اور رکاوٹیں دور کرتا اور ان کی ضروریات کا پیشگی بندوبست کرتا ہے۔

حضور ﷺ نے اپنے آپ کو ہمارا فرط فرما کر گویا ہمارے لیے فرحت و اطمینان کا سامان کر دیا کہ میرے چاہنے والو! میں جس طرح دنیا میں تمہارا غم گسارا اور خیر خواہ ہوں، اسی طرح آخرت کے مشکل مقامات پر تمہاری دست گیری و چارہ گری کروں گا۔ جس طرح یہاں تمہارا تکلیف میں مبتلا ہونا مجھ پر گراں گزرتا ہے ﴿آیت نمبر 128 سورۃ توبہ﴾ اسی طرح قیامت کی ہولناکیوں میں تمہارا پریشان ہونا مجھ پر گوارا نہیں۔ جس طرح میں یہاں تمہاری مشکلات آسان کرتا رہا اسی طرح تمہارے آنے سے پہلے ہی میں تمہارے لیے آسانی کا سامان و انتظام کر رکھوں گا۔

فرط کا یہ لفظ اور تصور ہمارے لیے اس اعتبار سے بھی مانوس ہے کہ جب ہم نابالغ بچے یا نابالغ بچی کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں..... اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا قَرِطًا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا قَرِطًا..... اے اللہ! اس بچے یا بچی کو ہمارے لیے فرط یعنی آخرت میں کام آنے والا اچھا پیش رو اور میرا سامان بنا جو ہمارے وہاں پہنچنے سے پہلے ہماری آسانی اور کامیابی کے لیے انتظام کر رکھے۔

قیامت کی ہولناکیاں اور مشکلات پڑھ کر خوف سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں کا پسینہ بہہ نکلے گا یہاں تک کہ بعض کا پسینہ زمین میں ستر گز تک پھیل جائے گا اور ان کے منہ کو بند کر کے کالوں تک چاہیے گا۔ ﴿بخاری﴾ ایسے مشکل وقت میں جب اللہ تعالیٰ لوگوں کو اکٹھا کرے گا تو وہ کہیں گے، کاش پروردگار کی بارگاہ میں کوئی ہماری سفارش کرتا تا کہ ہم اس جگہ سے چھٹکارہ پاتے۔

﴿بخاری باب صفة الجنة والنار ج 02 ص 971﴾

ایسے مشکل وقت کے لیے ہمارے غم خوار قائلین نے فرمایا کہ اے میرے چاہنے والو! ناامید نہ ہونا، میں تمہارے کام آنے والا ہوں تمہارا اچھا پیش رو تمہاری مشکلات میں تمہاری ضرورتوں اور آسانیوں کا پہلے سے بندوبست رکھنے والا تمہارا فرط ہوں۔

نیک اعمال کی اہمیت سے کون انکار کر سکتا ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ہم اپنی تمام کوشش کے باوجود بھی ایسے اعمال کرنے سے قاصر ہیں جو اللہ تعالیٰ کی بلند و عالی شان بارگاہ میں پیش کرنے کے لائق ہوں اور جن پر کوئی مان کیا جاسکے۔ ہم تو اپنے محبوب آقا کو اپنا سفارشی اور حمایتی، اپنا فرط اور سہارا سمجھتے ہیں۔ اللہ کی بارگاہ میں یہی ہمارا آسرا ہے اور یہی ہماری امید۔ اے الہ العالمین! ہمیں حضور ﷺ کی سفارش و حمایت سے سرفراز فرماتا، آمین۔

ہمارے سرکار ﷺ قبر میں بھی کام آتے ہیں:

244- حضرت انس ؓ سے مروی ہے: حضرت علی ؓ کی والدہ محترمہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے وفات پائی تو حضور ﷺ نے انہیں اپنی قمیض مبارک کا کفن دیا اور قبر تیار کرنے کا حکم فرمایا۔ جب قبر کھودی گئی تو حضور ﷺ اپنے مبارک ہاتھوں سے لحد کھودتے اور مٹی باہر نکالتے رہے۔ آپ ﷺ ان کی لحد میں لیٹ گئے اور دعا فرمائی کہ اے اللہ تعالیٰ! میری ماں فاطمہ (رضی اللہ عنہا) بنت اسد کی بخشش فرما..... وَوَسِّعْ عَلَيْنَهَا مَدَنَ نَحْلِهَا بِحَقِّ نَبِيِّكَ وَأَنْتَ كَيْسَاءُ الْيَدَيْنِ مِنْ قَبْلِي فَإِنَّكَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ..... اور اس کیلئے اس کی قبر کو شادہ فرما دے اپنے نبی (محمد مصطفیٰ ﷺ) اور ان انبیاء کرام ؑ کے وسیلہ سے جو مجھ سے پہلے گزر چکے۔ پس بے شک تو ہی سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

﴿مجمع الزوائد ج 09 ص 304 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت بحوالہ طبرانی کبیر واسطہ﴾ 245- صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ نے ان کو اپنی قمیض مبارک کا کفن کس لیے عطا فرمایا؟ جواب فرمایا: اَلَيْسَتْهَا قَبِيصِي لَيْسَتْ بِسِ مِنْ رِثَابِ الْجَنَّةِ

وَاضْطَجَعْتُ مَعَهَا لِيُكْفَرَ هَذَا لِأَعْقِفَ عَنْهَا ضَغْطَةَ الْقَبْرِ..... میں نے اپنی ٹہنیں کا کفن ان کو اس لیے دیا تاکہ انہیں جنت کا لباس پہنایا جائے اور میں ان کی قبر میں اس لیے لیٹا تاکہ انہیں قبر کی تنگی اور سختی کی تکلیف سے نجات دلاؤں۔

﴿معرفۃ الصحابہ ابو نعیم۔ مسند الفردوس دہلی۔ معجم کبیر طبرانی ج 04 ص 278۔ معجم اوسط طبرانی ج 01 ص 153۔ صحیح ابن حبان۔ مستدرک حاکم کتاب معرفۃ الصحابہ من مناقب علی بن ابی طالب۔ جذب القلوب۔ توکل ناصر الدین البانی ص 102 مطبوعہ کتب اسلامی بیروت۔ مجمع الزوائد ج 09 ص 304۔ وقایع النفا سمودی ج 03 ص 898-899 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت﴾
اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ:

- 1- دعا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء کرام علیہم السلام و صالحین علیہم الرضوان کے وصال کے بعد بھی ان کا وسیلہ پیش کرنا نہ صرف جائز بلکہ حضور نبی کریم ﷺ کی سنت ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے انبیاء سابقین کے وسیلہ سے دعا کی۔
- 2- صالحین کے تمکات دنیا تو دنیا، قبر میں بھی کام آتے ہیں۔
- 3- حضور ﷺ نے فرمایا: لَا تُعْقِفُ عَنْهَا ضَغْطَةُ الْقَبْرِ (میں ان کی قبر میں اس لیے لیٹا) تاکہ میں ان پر قبر کی تنگی کو آسان کروں..... اس سے بالوضاحت معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا قبر و آخرت کی مشکلات آسان فرماتے ہیں اور یہ مدد کرنا نہیں تو کیا ہے۔
- 4- افعال کی نسبت مخلوق کی طرف کرنا جائز ہے (لَا تُعْقِفُ..... کہ میں کم کروں)۔
- 5- انبیاء و صالحین کو مددگار اور مشکلات دور کرنے والے سمجھنا درست ہے۔
- 6- یہ بھی معلوم ہوا کہ جلیل القدر محدثین بھی حضور ﷺ کو نفع رساں و مددگار اور مشکلات دور کرنے والا سمجھتے تھے۔

7- ایسے پاکیزہ اعتقاد کو شرک قرار دینا نہایت جہالت و جسارت اور ان احادیث مبارکہ سے کھلا انحراف ہے۔

246- حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ہم رسول کریم ﷺ کی ایک صاحبزادی رضی اللہ عنہا کو غسل دے کر فارغ ہوئیں۔ اَلْقَى الْيَتَا حَفْوَةً فَضَفَرْنَا شَعْرَهَا ثَلَاثَةً قُرُونٍ وَآلَقْنَا مَا عُلِقَ بِهَا..... تو آپ ﷺ نے اپنا تہبند ہمیں عطا فرمایا۔ ہم نے ان کے بال تین سینڈھیوں میں کر لیے اور انہیں پیچھ کی جانب ڈال دیا۔

﴿بخاری کتاب الجنائز باب ج 01 ص 168﴾

247- مسلم شریف میں روایت اس طرح ہے..... فَأَلْقَى الْيَتَا حَفْوَةً فَكَانَ أَشْعَرُ نَحْوِهَا بِأَثَرِهِ..... تو آپ ﷺ نے اپنا تہبند ہمیں عطا فرمایا اور فرمایا کہ اسے پہنا دو۔

﴿مسلم کتاب الجنائز ج 01 ص 304﴾

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”اور اس کو اشعار بنانے میں یہ حکمت تھی کہ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو اس سے برکت حاصل ہوتی رہے۔ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ صالحین کے آثار اور ان کے لباس سے برکت حاصل ہوتی ہے“
﴿نووی علی المسلم ج 01 ص 304﴾

شفاعت بھی مدد ہی تو ہے:

سفارش کا دروازہ آپ ﷺ کے سوا کوئی نہیں کھولے گا:

248- حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اَنَا أَوَّلُ النَّاسِ مَنْ يَشْفَعُ فِي الْجَنَّةِ..... میں لوگوں میں سب سے پہلے جنت کے بارے میں سفارش کروں گا۔

﴿مسلم ج 01 ص 112﴾

249- حضرت عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ شفیع معظم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے میں سفارش کروں گا اور سب سے پہلے میری سفارش قبول کی جائے گی اور اس پر (مجھے) غفر نہیں۔ ﴿مسلم ج 02 ص 275﴾

خوش نصیب مومن..... بد نصیب کافر:

250- حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ہر نبی ﷺ کی ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے اور ہر ایک نے یہ دعا دنیا میں خرچ کر لی اور میں نے اس دعا کو قیامت کے دن اپنی اُمت کی شفاعت کے لیے بچا کر رکھا ہے اور یہ ان شاء اللہ میری اُمت کے ہر شخص کو حاصل ہوگی جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائے گا ﴿مسلم ج 1 ص 113﴾

251- حضرت عوف بن مالک ؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میرے پاس اللہ تعالیٰ کا پیغام آیا اور مجھے اللہ پاک نے اختیار دیا کہ اللہ پاک میری نصف اُمت کو جنت میں داخل فرما دے یا میں شفاعت کروں۔ میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا اور یہ شفاعت ہر اس شخص کو حاصل ہوگی جس کی موت شرک پر نہ ہوئی ہوگی۔ ﴿ابن ماجہ ص 319﴾

252- حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (آپ ﷺ کی شفاعت کے بعد) جہنم میں صرف وہ لوگ رہ جائیں گے جن کو قرآن نے روک لیا ہے۔

حضرت قتادہ ؓ فرماتے تھے یعنی وہ لوگ رہ جائیں گے جن پر جہنم میں ہمیشہ رہنا لازم ہو چکا ہے۔ ﴿بخاری ج 02 ص 971﴾ مسلم ج 01 ص 109 ﴿

253- حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میری شفاعت حاصل کرنے میں سب سے زیادہ کامیاب شخص وہ ہوگا جس نے غلوں میں دل سے کلمہ پڑھا۔ ﴿بخاری ج 01 ص 30﴾

گناہ گاروں کا سہارا، ہمارا نبی ﷺ:

254- حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: شَفَاعَتِيْ لِأَهْلِ الْكُفْرِ مِنْ أَهْلِ... میری شفاعت اپنی اُمت کے کبیرہ گناہوں والوں کیلئے ہوگی۔ ﴿ترمذی﴾

گناہ گاروں کے لیے اُمید کا سورج:

255- حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے اپنی نصف اُمت جنت میں داخل کرنے اور شفاعت کرنے کے درمیان اختیار دیا گیا تو میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا کیونکہ وہ زیادہ عام اور کافی ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ پرہیزگاروں کے لیے ہے؟ نہیں۔ وہ گناہ گاروں اور خطا کاروں کے لیے ہے۔ ﴿ابن ماجہ ص 329﴾

256- حضرت عبداللہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے میرے لیے وسیلہ کی دعا کی اس پر میری شفاعت واجب ہوگئی۔ ﴿مسلم ج 1 ص 166﴾ ترمذی ﴿

کاش موت مدینے میں عطا ہو:

257- حضرت عبداللہ بن عمر ؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اِنِّیْ اَسْتَطَاعَ اَنْ یَّعْزِیْتَ بِالْمَدِیْنَةِ فَلَمَّ مَاتَ بِهَا فَاَتَتْهُ اَشْفَعُ لِمَنْ یَّمُوتُ بِهَا۔ جس شخص کو مدینہ طیبہ میں موت آئے تو اسے یہاں ہی مرنا چاہیے کیونکہ میں یہاں مرنے والوں کی (خاص طور پر) سفارش کروں گا۔ ﴿ترمذی ابواب المناقب باب ماجاء فی فضل المدینہ﴾

ایمان پر دے موت مدینے کی گلی میں..... مدین میرا محبوب کے قدموں میں بنادے

مدینے کے کانٹے بھی پھول ہیں:

258- حضرت عبداللہ بن عمر ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جو شخص مدینہ طیبہ کی سختی اور بھوک پر صبر کرے، میں قیامت کے دن اُس کا گواہ یا (فرمایا کہ) سفارش ہوں گا۔ ﴿ترمذی ابواب المناقب باب ماجاء فی فضل المدینہ﴾

اے گنہ گار خضر! عجب تیرا مقدر:

259- حضرت ابن عمر ؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: مَنْ ذَا قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِیْ..... جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے حق میں میری شفاعت واجب ہوگئی۔ ﴿مسلم ج 1 ص 166﴾ ترمذی ص 560۔ سنن دارقطنی ج 2 ص 278 ﴿

260- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری حیات میں میری زیارت کی۔ روز قیامت میں اس کے حق میں گواہی دوں گا اور اس کی سفارش کروں گا۔ ﴿وقد جاء الوفا ج 4 ص 1345﴾

تاریخ شفاعت کس کس کے سر پہے گا؟

261- حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تاجدار انبیاء حضور پر نور ﷺ نے فرمایا:..... يَشْفَعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَلَا تَلَا نِيْسَاءُ ثُمَّ الْعُقَلَاءُ ثُمَّ الشُّهَدَاءُ..... قیامت کے دن تین گروہ شفاعت کریں گے۔ انبیاء کرام (علیہم الصلوٰۃ والسلام)، پھر علماء کرام، پھر شہداء کرام (علیہم الرحمۃ)۔ ﴿ابن ماجہ ص 320﴾

262- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سے کچھ لوگ ایک گروہ کی سفارش کریں گے، کچھ ایک قبیلہ کی اور کچھ ایک جماعت کی اور کچھ ایک شخص کی حتیٰ کہ وہ سب جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ ﴿ترمذی ص 351﴾

263- حضرت عبداللہ بن شفیق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں بیت المقدس میں ایک جماعت کے ساتھ تھا۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، میری امت میں سے ایک آدمی کی سفارش سے نبی جمیم کے افراد سے زیادہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ کے علاوہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں میرے علاوہ۔ ﴿ترمذی ابواب حلفۃ القیامۃ باب ما جاء فی الشفاعۃ ص 351﴾

حافظ قرآن بھی کام آئے گا:

264- حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ مدینہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے قرآن پڑھا اور اسے حفظ کر لیا، اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمادے گا اور اس کو اس کے خاندان کے ان دس افراد کے لیے سفارش کرنے والا بنادے گا جن کے لیے جہنم واجب ہو چکا ہوگا۔ ﴿ترمذی۔ ابن ماجہ ص 19﴾

اللہ والے اپنے خدمت گاروں کو بھی بخشوا لیں گے:

265- حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پر نور ﷺ نے فرمایا کہ دوزخ کے مستحق افراد صف باندھ کر کھڑے ہوں گے۔ ایک جنتی شخص ان کے پاس سے گزرے گا تو ان میں سے ایک شخص کہے گا: کیا تو مجھے نہیں پہچانتا؟ میں وہی شخص ہوں جس نے تجھے پانی پلایا تھا۔ بعض کہیں گے: ہم نے دھوکا پانی دیا تھا۔ وہ جنتی آدمی ان کی سفارش کرے گا اور وہ بھی جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ ﴿مشکوٰۃ باب الشفاعۃ ص 494 بحوالہ ابن ماجہ﴾

مرنے والوں کی سفارش سے بخشا جاتا ہے:

266- حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور پر نور ﷺ نے فرمایا: جس شخص کی نماز جنازہ میں سو (100) مسلمان شریک ہوں اور اس کی سفارش کریں تو ان کی سفارش ضرور قبول کی جاتی ہے۔ ﴿مسلم کتاب الجنائز ج 01 ص 308﴾

267- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ عالی و تبارک ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان شخص فوت ہو جائے اور اس کے جنازے میں چالیس (40) ایسے لوگ ہوں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے شکر نہ کیا ہو تو اللہ تعالیٰ میت کے حق میں ان کی سفارش قبول فرما لیتا ہے۔ ﴿مسلم کتاب الجنائز فصل فی شفاعۃ الارواح الموحدين ج 01 ص 308﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا عقیدہ:

268- حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سَأَلْتُ النَّبِيَّ أَنْ يَشْفَعَ لِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ میں نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ کیا آپ قیامت کے دن میری سفارش فرمائیں گے؟ کہا: اَگَا فَاَعِيْلٌ۔ فرمایا: ہاں میں کروں گا۔ ﴿ترمذی ابواب حلفۃ القیامۃ باب ما جاء فی شان الصراط﴾

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا عقیدہ:

269- حضرت عتابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ وہ قریب الرکب تھے۔ میں روپڑا تو فرمایا: **فَهَلَا لِمَ قَبِيحِي قَوْلُ اللَّهِ لَا إِنِ اسْتَشْهِدْتُ لَا كُفَيْتُ لَكَ وَلَا إِنِ شَفَعْتُ لَا شَفَعْتُ لَكَ وَلَا إِنِ اسْتَغْفَرْتُ لَا نَفَعْتُكَ.....** الخ بظہر جائز۔ کیوں روتے ہو؟ اللہ تعالیٰ کی قسم، اگر مجھ سے گواہی گئی تو تمہارے لیے ضرور گواہی دوں گا اور اگر میری سفارش قبول کی گئی تو ضرور تمہاری سفارش کروں گا اور اگر ہو سکا تو ضرور تمہیں نفع پہنچاؤں گا۔ ﴿ترمذی ابواب الایمان﴾

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جنت عطا فرمادی:

حدیث مبارکہ میں ہے کہ جب مہاجرین مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہاں کا پانی کھاری ہونے کے باعث انہیں پسند نہ آیا۔ بنی عسلا کے ایک شخص کی ملکیت میں ٹھیکے پانی کا ایک چشمہ تھا جس کا نام رومہ تھا۔ وہ اس کا منگ بھر پانی نصف صاع میں پیچتے تھے۔

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ یہ چشمہ دے دو اور بدلے میں جنت کا ایک چشمہ لے لو۔ اس شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا اور میرے بچوں کا روزگار ہی میں ہے۔ مجھ میں یہ طاقت نہیں۔

یہ خبر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو وہ چشمہ مالک سے قیمتاً خرید لیا اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے۔ **يَا رَسُولَ اللَّهِ أَقْضَعْلُ لِي الْيَدَي جَعَلْتُ لَكَ عِيْسًا لِي الْجَنَّةِ إِنِ اشْتَرَيْتُهَا.....** یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ جس طرح اس شخص کو جنت کا چشمہ عطا فرماتے تھے۔ اگر میں یہ چشمہ اس سے خرید لوں تو کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی جنت کا چشمہ عطا فرمائیں گے؟ **قَالَ نَعَمْ.....** حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں..... حضرت

عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے ہر رومہ خرید لیا اور مسلمانوں پر وقف کر دیا۔

﴿طبرانی معجم کبیر۔ ابن عساکر ج 39 ص 71-72﴾

جنت تو ایک طرف اپنی رفاقت بھی عطا فرمادی:

خاص خدمت گار رسول حضرت سیدنا ربیعہ بن کعب السلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: **كُنْتُ أَيْتَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ فَاتَّخَذَهُ بَوْصُوْنِهِ وَحَاجَّتِهِ.....** میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رات کو حاضر رہتا۔ ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے (پانی وغیرہ) برائے وضو اور (دیگر) ضروریات لایا..... **فَقَالَ لِي سَلْ (طبرانی میں یوں ہے..... فَقَالَ يَوْمَ مَا يَأْتِي رِبْعَةُ سَلْبِي فَأَعْطَيْتُكَ) (ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: اے ربیعہ رضی اللہ عنہ)** مجھے سے مالک لے کر میں تجھے عطا فرماؤں **قَالَ فَقُلْتُ أَسْأَلُكَ مَرَاتِفَتَكَ فِي الْجَنَّةِ فَقَالَ أَوْ غَيْرَ ذَلِكَ قُلْتُ هُوَ ذَلِكَ قَالَ فَأَعِنِّي عَلَى نَفْسِكَ بِكَفَرَةٍ السُّجُود.....** میں نے عرض کیا: میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے جنت میں اپنی رفاقت خاص عطا فرما دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کچھ اور؟..... میں نے عرض کیا میں تو یہی مانگتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو میری اعانت کراپے نفس پر سجدوں کی کثرت سے۔

﴿مسلم کتاب الصلوٰۃ باب فضل السجود و ثبت علیہ ج 1 ص 193﴾

نوٹ: اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تعریف و اختیار کے بارے میں حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہما کا مثبت عقیدہ معلوم ہوا۔

270- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: **يَا هَذَا لَكَ الْجَنَّةُ عَلَى يَدَا طَلْحَةَ هَذَا.....** اے طلحہ! کل تمہارے لیے جنت میرے ذمہ ہے۔

﴿فضائل صحابہ ابوسعید﴾

بنی اسرائیل کی بڑھیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اختیار:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قاسم نعمت حضور پر نور ﷺ میں ہوا زن کی نعمتیں تقسیم فرما رہے تھے۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ نے مجھ سے کچھ وعدہ فرمایا تھا۔ سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو نے سچ کہا۔ اب جو جی میں آئے کہہ دے۔ وہ شخص عرض کرنے لگا: اسی (80) ڈنپے اور انہیں چرانے والا ایک غلام عطا فرمادیجیے۔ سرکار ﷺ نے فرمایا: یہ تجھے عطا ہوا اور تو نے بہت تھوڑی چیز مانگی اور بے شک وہ عورت تجھ سے زیادہ سمجھ دار تھی جس نے حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرت یوسف رضی اللہ عنہ کا تابوت بتایا تھا جب کہ حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ نے اسے اختیار عطا فرمایا تھا کہ جو چاہے مانگ لے۔ اس عورت نے کہا: حُكْمِي اَنْ تُوَدِّيَنِي هَانَةً وَاَدْخُلَ مَعَكَ الْجَنَّةَ..... میں تو قطع طور پر یہی مانگتی ہوں کہ آپ میری جوانی لوٹا دیں اور میں آپ کے ساتھ جنت میں داخل ہوں۔ اسی طرح ہوا کہ وہ ضعیفہ عورت فردانو جوان ہو گئی، اس کا حسن و جمال واپس ملا اور حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ نے جنت میں رفاقت کا وعدہ بھی فرمایا۔

جو صحیح ابن حبان۔ مستدرک حاکم ج 2 ص 571۔ امام حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سے جب کوئی شخص سوال کرتا، اگر سرکار ﷺ کو منظور ہوتا تو ”نعمت“ یعنی ”ہسان“ فرمادیتے اور منظور نہ ہوتا تو خاموشی اختیار فرماتے۔ کسی چیز کو ”نعمت“ یعنی ”نہیں“ نہ فرماتے تھے۔

ایک روز ایک اعرابی نے سرکار ﷺ کے خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا۔ آپ ﷺ خاموش رہے۔ اعرابی نے پھر سوال کیا، ہر کار اس مرتبہ بھی خاموش رہے۔ اس نے تیسری دفعہ سوال کیا۔ اس پر آپ ﷺ نے جلالت کے ساتھ فرمایا..... مَسْئَلٌ مَسْأَلَةٌ يَا أَخْرَأَيْ..... اے اعرابی! جو تیرا جی چاہے مانگ لے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: فَهَبْنَا لَكَ الْآنَ يَسْأَلُ الْجَنَّةَ..... ہمیں

اس اعرابی پر رشک آیا۔ ہم نے کہا: اب یہ تاجدار جہاں ﷺ سے جنت مانگے گا..... اعرابی نے کہا: میں حضور ﷺ سے سواری کا ایک اونٹ مانگتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تو عطا ہوا۔ اس اعرابی نے پھر عرض کیا کہ حضور ﷺ سے سفر کا سامان مانگتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بھی عطا ہوا..... ہمیں اس کے سوالوں پر تعجب ہوا (کہ ایسے نئی بادشاہ سے مانگا بھی تو کیا مانگا)۔

حضور ﷺ نے فرمایا: کیا فرق ہے اس اعرابی اور بنی اسرائیل کی بڑھیا کے سوال میں۔ پھر حضور ﷺ نے اس بڑھیا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ کو دریا میں اترنے کا حکم ہوا۔ آپ ﷺ دریا کے کنارے تک پہنچے۔ سواری کے جانوروں کے منہ اللہ تعالیٰ نے پھیر دیئے کہ وہ خود بخود پلٹ آئے۔ حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رب العزت میں عرض کیا: یہ کیا حال ہے؟ ارشاد ہوا کہ تم اس وقت حضرت یوسف رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس ہو مان کا جسم مبارک اپنے ساتھ لے لو۔

حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ نے پھر معلوم کرنے کے لیے بنی اسرائیل کی ایک بڑھیا کی طرف آدمی بھیجا۔ بڑھیا سے مدعا بیان کیا اور اس نے بتایا کہ ہاں مجھے حضرت یوسف رضی اللہ عنہ کی قبر معلوم ہے۔ فرمایا: مجھے بتادو۔ بڑھیا نے عرض کیا..... لَا وَاللَّهِ حَتَّى تَقْطِيعِي مَا أَسْأَلُكَ..... اللہ تعالیٰ کی قسم، میں نہ بتاؤں گی جب تک کہ آپ مجھے منہ مانگی چیز عطا نہ فرمادیں۔ حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اِنَّكَ لَكِ تَمِيرِي عَرْضَ مَنْظُورٍ ہے۔ قَالَتْ قَدِ ابْتِغَيْتُكَ اَنْ اَكُوْنَ مَعَكَ فِي السَّرَّاجَةِ الَّتِي تَكُونُ فِيهَا لِي الْجَنَّةُ..... بڑھیا نے عرض کیا: میں آپ سے یہ مانگتی ہوں کہ جنت میں آپ کے ساتھ اس درجے میں ہوں جس میں آپ ہوں گے..... قَالَتْ سَلِّي الْجَنَّةَ..... حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (فقط) جنت مانگ لو بڑھیا نے عرض کیا: اللہ کی قسم، میں نہ مانوں گی سوائے اس کے کہ آپ کے ساتھ

ہوں..... فَجَعَلَ مُوسَىٰ بُرْدَهَا فَأَوْحَىٰ أَنِ اعْطَاكَ ذَٰلِكَ فَإِنَّهُ لَمَّا تَقَفَّضَكَ شَيْئًا لَّمَّا عَطَاكَ..... حضرت موسیٰ (علیہ السلام) اس سے کہی رو بدیل کرتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے موسیٰ (علیہ السلام)! بڑھیا جو مانگ رہی ہے تم اسے وہی عطا کرو کہ اس میں تمہارا کوئی نقصان نہیں۔ تو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے اسے وہی عطا فرمادیا۔ اس بڑھیا نے حضرت یوسف (علیہ السلام) کی قبر کا پتہ بتا دیا۔ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) حضرت یوسف (علیہ السلام) کا جسم مقدس ساتھ لے کر دریا پار کر گئے۔ ﴿طہرانی معجم اوسطہ - خرائطی مکارم الاخلاق﴾

تبصرہ:

- 1- حضور ﷺ نے کسی شے کی قید و تخصیص کے بغیر فرمایا۔ مَسْلُ مَا شِئْتَ بِأَعْرَ اِیْسِ..... اے اعرابی! جو تیرا پی چاہے مانگ لے..... اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو کائنات کی ہر شے کا مالک و عطا کرنا ہے اور آپ جسے جو چاہیں عطا کرنے کا اختیار رکھتے ہیں و گرنہ بغیر ملکیت اور اختیار کے ایسی کھلی پیش کش کرنے کا کیا معنی؟
- 2-..... فَعَبَّطْنَاهُ فَلَقْنَاهُ الَّذِي يَسْأَلُ الْجَنَّةَ..... ہمیں اس اعرابی پر رکھ آیا پھر ہم نے کہا: اب یہ اعرابی حضور ﷺ سے جنت مانگے گا..... حضرت علی (علیہ السلام) کے اس جملے سے واضح ہوا کہ آپ اور وہاں پر موجود دیگر صحابہ کرام (علیہم السلام) یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ حضور ﷺ جنت کے مالک ہیں اور آپ ﷺ جسے چاہیں جنت عطا کرنے کا اختیار رکھتے ہیں، نیز یہ کہ آپ ﷺ سے دیگر نعمتوں کے علاوہ جنت مانگنا بھی جائز ہے۔
- 3- بنی اسرائیل کی بڑھیا (حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی صحابیہ رضی اللہ عنہا) نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) سے جنت میں آپ کی رفاقت کا سوال کیا تو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے جواباً یہ نہ فرمایا کہ میں جنت یا جنت میں اپنی رفاقت دینے کا اختیار نہیں رکھتا اور یہ کہ ایسا عقیدہ رکھنا شرک ہے بلکہ آپ (علیہ السلام) نے فرمایا: سَلِّبِي الْجَنَّةَ..... مجھ سے (جنت میں رفاقت کی بجائے) جنت مانگ لو۔ اور بڑھیا کے عقیدے کی توثیق کر دی۔

- 4- حضور ﷺ نے فرمایا: کتنا فرق ہے اعرابی کے سوال اور بنی اسرائیل کی بڑھیا کے سوال میں۔ پھر آپ ﷺ نے پورا واقعہ بیان فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ محبوبان خدا کے تصرف و اختیار اور ان کی قلع بخشی کے عقیدے کو حضور ﷺ کی تصدیق و توثیق حاصل ہے۔
- 5- اے موسیٰ (علیہ السلام)! بڑھیا کو جنت کی رفاقت عطا کرو..... اللہ تعالیٰ نے یہ فرما کر واضح فرمادیا کہ محبوبان خدا کے تصرف و تسلط، ملکیت و اختیار کا عقیدہ رکھنا اور انہیں قلع رساں اور مددگار سمجھنا درست ہے۔

مزید احادیث مبارکہ

﴿حضرت انس (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میں سب سے پہلے قبر سے باہر آؤں گا جب لوگ اٹھائے جائیں گے اور میں ان کا پیشوا ہوں گا جب بارگاہ میں پیش ہوں گے اور میں ان کا خطیب ہوں گا جب وہ خاموش ہوں گے اور میں ان کا سفارشی ہوں گا جب وہ جیس زدو ہوں گے اور میں خوش خبری دینے والا ہوں گا جب وہ نا اُمید ہوں گے۔﴾

مزید فرمایا: اَلْكَرَامَةُ وَالْمَقَاتِلُ يُؤْمِلُهُ بَيْدِي وَلَوْ اَنَّ النُّعْمَةَ يُؤْمِلُهُ بَيْدِي..... عزت اور کتھیاں اس دن میرے ہاتھ ہوں گی اور حمد کا جھنڈا اس دن میرے ہاتھ ہوگا۔

﴿شرح السنن ج 13 ص 203۔ سنن داری باب ج 01 ص 30۔ مشکوٰۃ ص 514۔ مرقاة ج 10 ص 36 المکعبۃ الشَّارِبِۃ مکہ کرمۃ﴾

گزشتہ صفحات میں آپ سورۃ احزاب کی آیت نمبر 37 ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْکَ وَ اَنْعَمْتُ عَلَیْکَ..... ”اے اللہ تعالیٰ نے نعمت دی اور اے محبوب (ﷺ) اتم نے اسے نعمت دی“

اللہ تعالیٰ بھی انعام فرماتا ہے اور حضور ﷺ بھی:

271- حضرت اسامہ بن زید فرماتے ہیں: میں (حضور ﷺ کی بارگاہ میں) بیٹھا ہوا تھا

اللہ تعالیٰ بھی مددگار ہے اور حضور ﷺ بھی:

273- حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اَللّٰهُ وَرَسُولُهُ مَوْلٰی مَنْ لَا مَوْلٰی لَهُ جس کا کوئی تمہاں و مددگار نہ ہو، اللہ اور اس کا رسول ﷺ اس کے تمہاں و مددگار ہیں۔ ﴿ترمذی۔ ابن ماجہ ص 189﴾

274- حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پر نور ﷺ نے فرمایا: انصار، حریدہ، حبیبہ، غفار، الشیخ، اور وہ لوگ جو بنو عبدلہ سے ہیں..... مَوْلٰی لَیْسَ لَہُمْ مَوْلٰی دُوْنَ اللّٰہِ وَرَسُولِہِ مَوْلَاہُمْ (وہ) ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ اللہ کے سوا ان کا کوئی مددگار نہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ان کے مددگار ہیں۔

﴿مسلم کتاب فضائل صحابہ ج 02 ص 302۔ ترمذی ابواب الناقب﴾

275- حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تو حضور پر نور ﷺ تشریف لائے اور ان کے یتیم بچوں کو یاد فرمایا۔ وہ حاضر ہوئے تو میری والدہ نے ہماری یتیمی کے بارے میں عرض کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا:..... اَلْحَبَّالَةُ نَحْنُ الْاٰیَتُیْنَ عَلَیْہِمْ وَآنَا وَرَیْثُہُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ کیا تم ان بچوں پر محتاجی و تکلیف دہی کا اندیشہ کرتی ہو۔ حالانکہ میں دنیا و آخرت میں ان بچوں کا کارساز و مددگار ہوں۔

﴿مسند احمد ج 1 ص 204 مطبوعہ دار صادر بیروت طبرانی ابن عساکر ج 27 ص 258﴾

اللہ تعالیٰ کافی ہے اور اس کا رسول ﷺ بھی:

276- حضرت اسامہ بنت زید رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے مسیح کذاب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: اَنْبَشِرُوْا فَاَنْ یُّخْرِجَ وَآنَا فِیْکُمْ کَمَا لَیْسَ عَلَیْکُمْ وَرَسُولُکُمْ خوش ہو کہ اگر وہ (مسیح کذاب) نکلا اور میں تم میں تشریف فرما ہوں تو تمہیں اللہ کافی ہے اور اللہ کا رسول ﷺ کافی ہے۔ ﴿صحیح الترمذی ج 07 ص 347 بحوالہ طبرانی﴾

حضرت علی اور حضرت عباس (رضی اللہ عنہما) حاضر ہوئے۔ انہوں نے کہا: اسامہ! ہمارے لیے حضور ﷺ سے اندر آنے کی اجازت مانگو۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! حضرت علی اور حضرت عباس (رضی اللہ عنہما) اجازت مانگتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: جانتے ہو وہ کیوں آئے ہیں؟ میں نے عرض کیا: انہیں۔ فرمایا: میں چاہتا ہوں، انہیں آنے دو۔ چنانچہ دونوں اندر داخل ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! ہم یہ بات پوچھنے کیلئے حاضر ہوئے ہیں کہ اہل بیت میں سے آپ کو کون زیادہ محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: فاطمہ بنت محمد (رضی اللہ عنہا) انہوں نے عرض کیا: ہم محض گھروالوں کے بارے میں پوچھنے نہیں آئے..... فَاَسَالُ اَحَبُّ اَھْلِیْنَ اِلَیَّ مِنْ لَدُنْ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَانْعَمْتُ عَلَیْہِ اَسَافَۃً ہُنَّ ذٰلِکَ فرمایا: میرے اہل بیت میں سے وہ زیادہ محبوب ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا اور میں نے بھی انعام کیا وہ اسامہ بن زید (رضی اللہ عنہ) ہیں..... انہوں نے عرض کیا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ)۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ نے اپنے چچا کو آخر میں رکھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: وہ آپ سے ہجرت میں سبقت رکھنے والے ہیں۔

﴿ترمذی ابواب الناقب باب مناقب اسامہ بن زید﴾

اللہ تعالیٰ بھی احسان فرماتا ہے اور حضور ﷺ بھی:

272- حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حسین کے دن حضور ﷺ نے انصار سے فرمایا: اے گروہ انصار! کیا میں نے تمہیں گمراہ نہیں پایا تو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے تمہیں ہدایت عطا فرمائی۔ تم بکھرے ہوئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے میری ہجر سے تمہارے درمیان اُلفت پیدا کر دی۔ تم محتاج تھے تو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے تمہیں غنی فرما دیا..... حٰکَمًا قَانِی حَبِیْبًا قَالُوْا اَللّٰہُ وَرَسُولُہُ اَمَیْنُ جب حضور ﷺ کچھ ارشاد فرماتے تو انصار کے لوگ عرض کرتے کہ اللہ اور اس کے رسول کا ہم پر بہت احسان ہے..... الخ۔

﴿بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ طائف ج 02 ص 620﴾

حضرت جبریل علیہ السلام اور دیگر فرشتے بھی مدد کرتے ہیں:

277- حضرت انس رضی اللہ عنہ کے مطابق حضور ﷺ نے فرمایا: **إِنَّ الْغَبْدَةَ الْمُؤْمِنَةَ لَيَكُونُ عَزْوُ اللَّهِ تَعَالَى فَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى لِيَجْزِيَنَّكَ لَا تَجِبُهُ لِقَائِي أَحَبُّ أَنْ أَسْمَعَ صَوْتَهُ وَإِذَا دَعَا السَّاجِدُ قَالُ يَا جِبْرِيلُ أَقْبِضْ عَاجَتَهُ لِقَائِي لَا أَحَبُّ أَنْ أَسْمَعَ صَوْتَهُ**..... بے شک مومن بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ حضرت جبریل علیہ السلام سے

فرماتا ہے کہ اس کی دعا کو قبول نہ کر اس لیے کہ میں اس بندے کی آواز سننا محبوب رکھتا ہوں اور جب قاصد دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ حضرت جبریل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ اے جبریل! اس کی حاجت پوری کر دے اس لیے کہ میں اس کی آواز سننا نہیں چاہتا۔ ﴿ابن النجار﴾

278- حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سرکارِ دو جہاں ﷺ جب والد محترم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی جہاد میں روانہ فرماتے تو آپ کے دائیں جانب حضرت جبریل علیہ السلام اور بائیں جانب حضرت میکائیل علیہ السلام ہوتے تھے اور آپ وہ جنگ جیت کر واپس آتے تھے۔

﴿مصحف ابن ابی شیبہ ج 12 ص 68- کنز العمال ج 06 ص 412﴾
279- حضور ﷺ نے فرمایا: جو شخص نماز مغرب کے بعد دس مرتبہ یہ کلمات کہے "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ"..... الخ..... اللہ تعالیٰ اس کے لیے فرشتوں کی ایک فوج بھیج دیتا ہے جو تک شیطان سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ ﴿ترمذی ابواب الدعوات﴾

حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ہمارے مددگار ہیں:

280- حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:..... مَنْ مَحْنَتْ وَرَيْثَهُ فَعَلَيْهِ وَرَيْثُهُ..... جس کا میں کارساز و مددگار ہوں، علی (ؑ) اس کے کارساز و مددگار ہیں۔ ﴿مسند احمد ج 05 ص 358-361- ترمذی- ابواب المناقب- نسائی۔

﴿مسند رک حاکم ج 03 ص 110﴾

اشرف علی تھا نوئی شجرہ چشیدہ صابریہ امدادیہ میں لکھتے ہیں:

ہادی و عالم علی مشکل کشا کے واسطے۔ ﴿ص 06 مطبوعہ آری پریس دہلی﴾

اپنے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمت اللہ علیہ کو لکھتے ہیں:

"اے میرے مرشد! میرے مولیٰ! میری وحشت کے انجس میری دنیا کے میرے دین کے اے جائے پناہ"

اے میرے فریاد رس! مجھ پر ترس کھاؤ کہ میں آپ کی حب کے سوار کھٹا نہیں کوئی تو شہزادہ میرے سردارِ خدا کے واسطے کچھ تو دیجیے۔ آپ معطی ہیں میرے، میں ہوں سوالی اللہ"

﴿تذکرہ الرشید مکتبہ بحر العلوم کراچی ج 01 ص 114﴾
اللہ والے کیا کیا نعمتیں عطا فرماتے ہیں؟

281- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: **أَطْلَبُوا الرُّوحَ الْبَاطِنَ إِلَى ذِي الرُّوحَيْنِ مِنْ أُمَّتِي فَرَزُوا قُلُوبًا**..... میرے رحم دل امتیوں سے حاجتیں مانگو رزق پاؤ گے ﴿طبرانی اوسط ج 5 ص 361- العقیلی فی الصفات الکبیر ج 3 ص 3﴾

282- انہی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے..... **أَطْلَبُوا الْمَعْرُوفَ مِنَ الرُّوحَمَاءِ أُمَّتِي فَيُعْشَوُا إِلَيَّ أَكُنَّا لَهُمْ قُلُوبًا لِيُنْفِخَ رُوحَهُمْ وَرَحْمَتِي**..... (رسول کریم ﷺ نے فرمایا) میری امت کے رحم دل لوگوں سے فضل طلب کرو، ان کے دامن میں آرام سے رہو گے کہ میری (خاص) رحمت ان لوگوں میں ہے۔

﴿ابن حبان فی الصفات ج 2 ص 286- غزالی- مسند قضا ج 1 ص 407۔

مستدرک حاکم فی التاريخ ج 4 ص 321- مجمع الزوائد ج 8 ص 195﴾

283- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: **أَطْلَبُوا الْمَعْرُوفَ مِنَ الرُّوحَمَاءِ أُمَّتِي فَيُعْشَوُا إِلَيَّ أَكُنَّا لَهُمْ قُلُوبًا لِيُنْفِخَ رُوحَهُمْ وَرَحْمَتِي**..... میرے رحم دل امتیوں سے بھلائی طلب کرو۔ ان کی پناہ میں پناہ کرو گے۔ ﴿مستدرک حاکم ج 04 ص 321﴾

اولیاءِ کرام کو مدد کے لیے پکارنا شرک نہیں:

286- حضرت ہبہ بن غزو ان ۛ فرماتے ہیں کہ حضور اللہ ۛ فرمایا: إِذَا أَصَلَّ أَحَدُكُمْ حَمِيْنًا وَأَرَادَ عَزْوَنًا وَهُوَ بِأَرْضٍ لَيْسَ بِهَا أَلِيسٌ فَلْيَقُلْ يَا عِبَادَ اللَّهِ اَعِيْذُوْنِيْ بِأَعِبَادِ اللَّهِ اَعِيْذُوْنِيْ وَلِيْنِ نَسْتَعِيْذُ اَعِيْذُوْنِيْ فَإِنَّ لِلَّهِ عِبَادًا لَا تَرَاهُمْ وَقَدْ جُورَبَ كَالِك..... جب تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے اور وہ مد چاہتا ہو اور ایسی جگہ ہو جہاں اس کا کوئی ساتھی اہم نہ ہو تو اسے چاہے کہ وہ پکارے: اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو..... تو اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ جنہیں ہم نہیں دیکھتے۔ اور یہ تجربہ شدہ ہے۔

﴿طبرانی کبیر ج 10 ص 218۔ مجمع الزوائد ج 10 ص 138 بحوالہ طبرانی جلد 17 صفحہ 118 بحوالہ الشفاء۔ شعب الایمان ج 1 ص 183﴾

287- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: کرانا کاتبین کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں جو درخت سے گرنے والے پتوں کو لکھ لیتے ہیں۔ **فَإِذَا أَصَابَ أَحَدُكُمْ عَرَجَةٌ بَارِئِي فَلَا تَلْمِزُوا عِبَادَ اللَّهِ.....** جب تم میں سے کسی شخص کو سر زمین جنگل میں کوئی مصیبت پیش آئے تو وہ نکارے، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔

﴿مصنف ابن أبي شيبة ج 10 ص 390﴾ كشف الاستار عن زوائد الزوارج

04 ص 34۔ مجمع الزوائد ج 10 ص 138 بحوالہ طبرانی برجال الشفاء ﴿

288۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ فرماتے ہیں کہ حضور پر نور ﷺ نے فرمایا: جب جھگڑا میں (کسی کا) چالو جھوٹ جائے اُسے چاہیے کہ ندا کرے (پکارے)..... يَا عِبَادَ اللَّهِ (اے عبادِ اللہ..... اے اللہ کے بندو) (اسے) روک دو۔

﴿ العمل اليوم والليلۃ ابن القتیس ص 126 - مشدداً علی رقم حدیث

5247- مجمع الزوائد ج 10 ص 139 ﴿

محبوبانِ خدا مخلوقِ خدا کے حاجت روا ہوتے ہیں:

284- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اِنَّكَ اَوَّلُ مَنْ يَبْعُدُ عَنْهُوَ اِنْ اسْتَعْمَلْتَ عَلَى قَضَاءِ الدُّعَا لِحِجِّ النَّاسِ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس سے مخلوق کی حاجت روائی کا کام لیتا ہے۔

﴿تتلى في الشعب الايمان ج 07 ص 426، ج 06 ص 117﴾

حضرت انس ؓ سے مسند الفردوس میں بھی اسی طرح کے مضمون پر مبنی روایت

مقبول ہے۔ ﴿فردوس الاخبار و ملی ج 01 ص 300﴾

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ و عمل:

آپ فرماتے ہیں..... رَاقِیْ لَا تَهْرُکْ بِیْهِ حَبِیْطَةً وَآجِئْهُ اِلَیَّ کَبِیْرًا
عَرُضْتُ لَیْسَ حَاجَةً اَصْلًا وَرَضَخْتُ لَیْسَ رَسَالَتِ اللّٰهِ عِنْدَ کَبِیْرٍ فَتَقَطَّطَ
سَرِیْعًا..... میں امام ابو حنیفہ ؒ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر پر حاضر ہوتا
ہوں۔ پس جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے تو دو رکعت نماز پڑھ کر ان کی قبر کے پاس
اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں تو میری حاجت جلد پوری ہو جاتی ہے۔ ﴿مقدمہ شاہی﴾

285- حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: إِنَّ لِلَّهِ خَلْقًا خَلَقَهُمْ لِيَحْوِلَ النَّاسُ فَفَزَعَ النَّاسُ إِلَيْهِمْ لِيُنْجُو إِلَيْهِمْ أَوْ لِيُكَفِّرَ أَلَا مَعُونٌ مِّنْ عَذَابِ اللَّهِ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں لوگوں کی حاجتیں پوری کرنے کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ لوگ گھبرائے ہوئے اپنی حاجتیں ان کے پاس لاتے ہیں۔ یہ بندے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے امان میں ہیں۔

﴿تجم طبرانی کبیر بند حسن رقم حدیث 13334۔ مجمع الزوائد جلد

08 صفحہ 250 باب فضل قضاء الحوائج

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مجھ سے میرے بعض اساتذہ نے بیان کیا جو بہت بڑے تھے کہ ایک مرتبہ ریگستان میں ان کی سواری بھاگ گئی۔ ان کو اس حدیث پاک کا علم تھا۔ انہوں نے یہ کلمات کہے (اے اللہ کے بندو! اسے روک دو) اللہ تعالیٰ نے اس سواری کو اسی وقت روک دیا۔

علامہ نووی مزید فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ایک جماعت کے ساتھ سفر میں تھا۔ اس جماعت کی ایک سواری بھاگ گئی۔ وہ اسے روکنے سے عاجز آگئے۔ میں نے یہ کلمات کہے تو بغیر کسی اور سبب کے صرف ان کلمات کی وجہ سے وہ سواری اسی وقت رک گئی۔

﴿کتاب الاذکار امام نووی ص 201﴾

حصن حصین میں ہے جب کسی آدمی کا چوپایہ کسی جنگل میں گم ہو جائے تو اسے چاہیے کہ کہے، اے اللہ کے بندو! اسے روک دو۔ اللہ کے بندوں سے فرشتے مراد ہیں یا نمازی جن یا مردانِ غیب (اولیاء کرام) جنہیں ابدال کہا جاتا ہے۔

مزید لکھا ہے کہ یہ حدیث پاک حسن ہے۔ مسافروں کو اس کی حاجت ہوتی ہے اور بے شک یہ تحریر شدہ ہے (حصن حصین)

مشہور غیر مقلد عالم قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

مجمع الزوائد میں ہے کہ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔ اس حدیث میں ان لوگوں سے مدد حاصل کرنے پر دلیل ہے جو نظر نہ آتے ہوں۔ جیسے فرشتے اور صالح جن اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ سواری کھسک جائے یا بھاگ جائے تو انسانوں سے مدد حاصل کرنا جائز ہے۔ ﴿تحفۃ الاکرمین 182﴾

مسئلہ استعانت

یوں تو قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ سے بخوبی واضح ہو چکا ہے کہ انبیاء کرام و اولیاء عظام (علیم السلام و علیم الرحمت) کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی مدد کرنے کا اذن و اختیار عطا فرمایا ہے اور ان سے استعانت کرنا قرآن و حدیث کے عین مطابق ہے تاہم مسئلہ کی نزاکت و اہمیت کے پیش نظر مسئلہ استعانت کی مزید وضاحت مناسب ہوگی۔

استعانت کے معنی ہیں مدد طلب کرنا۔ اس کی دو اقسام ہیں، ایک استعانتِ حقیقی جو خاص ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ اور دوسری استعانتِ مجازی جو مخلوق سے کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے استعانت کرتے وقت یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ وہ مستعانِ حقیقی مدد کرنے میں مستقل بالذات ہے اور مدد کرنے کے لیے کسی کا محتاج و پابند نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے مدد طلب کرتے وقت یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ وہ مدد کرنے میں مستقل بالذات نہیں بلکہ ایک سبب اور ذریعہ و وسیلہ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کے ارادے کا محتاج و پابند ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی کی مدد نہ کرنا چاہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت و مرضی اور اس کے ارادے کے خلاف کسی کی مدد نہیں کر سکتا۔

واضح رہے کہ اگر کوئی شخص مخلوق میں سے کسی کو یا عیسیٰ مددگار سمجھے جیسا کہ اللہ کو سمجھتا ہے یعنی مستقل بالذات اور بے نیاز و غیر محتاج تو یہ شرک ہوگا۔ اسی طرح یہ بھی واضح رہے کہ جب تک کوئی شخص مخلوق میں سے کسی کے مدد کرنے کی اہلیت و قدرت کو اللہ تعالیٰ کی عطا اور استعانتِ حقیقی کا ذریعہ و وسیلہ سمجھتا ہے تو اس اعتقاد کا شرک سے دور کا بھی واسطہ نہیں اور اسے شرک قرار دینا متعدد قرآنی آیات اور سنکڑوں احادیث سے روگردانی ہے۔

اشرف علی تھانوی کی وضاحت:

جہاں استعانت و استمداد کا عقائد علم و قدرت مستقل حاصل ہو وہ شرک ہے اور جہاں عقائد علم و قدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم و قدرت کسی دلیل سے ثابت ہو تو جائز ہے خواہ مستند مت (جس سے مدد طلب کی جائے) حئی (زندہ) ہو یا میت (امداد اللہ تعالیٰ کتاب العقائد و الکلام ج 4 ص 99)۔

محمود الحسن دیوبندی کی وضاحت:

إِنَّكَ تَعْبُدُ وَإِنَّكَ تَسْتَعِينُ ... کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ اس کی ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگی بالکل ناجائز ہے۔ ہاں اگر کسی مقبول بندہ کو محض واسطہ رحمت الہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کر لے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔

امام غزالی اور شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہما کی وضاحت:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس سے زندگی میں مدد مانگی جاتی ہے اس سے وفات کے بعد بھی مدد مانگی جائے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ چار شخصوں کو ہم نے دیکھا کہ وہ قبروں میں بھی وہی تصرف کرتے ہیں جو زندگی میں کرتے تھے یا اس سے زیادہ۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ زندہ کی مدد زیادہ قوی ہوتی ہے اور میں کہتا ہوں کہ فوت شدہ کی امداد زیادہ قوی ہوتی ہے اور اولیاء کرام کو جہانوں کی حکومت حاصل ہے اور یہ حکومت ان کی روحوں کو ہی تو حاصل ہے اس لیے کہ وہ جیں باقی ہیں۔ (اردو ترجمہ صفحہ للمعات باب زیارة القبور)۔

تحت الاسباب اور فوق الاسباب کا مغالطہ اور اس کی وضاحت:

مغالطہ: بعض لوگ کہتے ہیں کہ مخلوق کے ایک دوسرے سے عام ضرورت کی اشیاء نمک، مرچ، مصالحہ وغیرہ، عام کاموں بیماری تکلیف میں ڈاکٹر حکیم سے دوا دارو، قانونی امور و معاملات میں وکیل و منشی سے اور مالی ضروریات و مشکلات میں دوست احباب سے مدد و معاونت ماتحت الاسباب مدد ہے اور یہ جائز ہے۔

جب کہ مندرجہ بالا امور و حالات اور مسائل و مشکلات کے حل کیلئے اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں حتیٰ کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے مدد طلب کرنا۔ إِنَّكَ تَسْتَعِينُ ۝ سورۃ الفاتحہ: 04 کی خلاف ورزی ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو اس کی زندگی میں یا بعد وفات دور سے دیکھنے، سننے، اور مدد کرنے کی نہ کوئی الہیت و صلاحیت عطا فرمائی ہے اور نہ کوئی اذن و اختیار۔

وہ لوگ جو بان الہی سے طلب کی جانے والی مدد کو ماتحت الاسباب / ماوراء الاسباب قرار دیتے ہوئے مشرکین کے جنوں سے مدد طلب کرنے کی مثل ٹھہراتے اور شرک قرار دیتے ہیں۔

وضاحت:

مکملی بات تو یہ ہے کہ مذکورہ امور میں اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں سے طلب کی جانے والی مدد کو ماتحت الاسباب مدد قرار دینا ہی وضاحت طلب ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے بھی دراصل سبب اور ذریعہ ہی ہوتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ڈاکٹر حکیم، وکیل منشی اور دوست احباب، یہ حل مشکلات کا ظاہری و عادی ذریعہ و سبب ہیں جبکہ

اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے حلّ مشکلات کا باطنی اور غیر عادی ذریعہ و سبب ہیں۔ بہر حال ان امور و احوال اور حالات و کیفیات میں طلب کی جانے والی مدد کو کوئی نام دینا اصل مسئلہ نہیں بلکہ اصل تو یہ دیکھنا مقصود ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظامؑ کو ان امور و حالات اور مسائل و مشکلات کے حل کے حوالے سے کوئی تصرف و اختیار عطا فرمایا ہے یا نہیں؟ اور اگر عطا فرمایا ہے تو ان سے مدد طلب کرتے وقت کیا عقیدہ اختیار کرتا ضروری ہے؟

چونکہ دوسرے باب میں محبوبان الہی کے تصرف و اختیار کے حوالے سے درجنوں قرآنی آیات باحوالہ و ترجمہ پیش کر دی گئی ہیں اس لیے یہاں صرف چند آیات کریمہ کے بیان پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

01۔ قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُوۡا۟ يُسْكُوۡنَ بَيْنَ يَدَيْهِۦ يُعَوِّدُوۡنَهَا قُلْ اِنَّ يَآ تٰوۡۤسِيۦنَ

مُسْلِمِيۡنَ ﴿سورة النمل: 38﴾

” (سلیمان) نے فرمایا: اے درباریو! اتم میں سے کون ہے کہ وہ اُس کا تخت میرے پاس لے آئے اس سے پہلے کے میرے حضور فرماں بردار ہو کر حاضر ہوں۔“

02۔ قَالَ عَصْرِيۡٓتُۢمۡنَ النَّحۡيۡۙ اَنَا اَبۡنُكَ بِمَ قُلۡ اِنَّ تَقُوۡمُۢمۡنَ مِّمَّا كُنۡتُمۡ فِیۡہِۡۤا ؕ

وَ اِنۡنِیۡ عَلَیۡہِ لَقَوۡیۡٓ اٰمِنٌ ﴿سورة النمل: 39﴾

”ایک قوی بیکل جن بولا کہ میں وہ تخت آپ کے حضور حاضر کروں گا اس سے پہلے کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں اور بے شک میں اس پر قوت والا امانت دار ہوں۔“

03۔ قَالَ الَّذِیۡ عِنۡدَہٗ عِلۡمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اَبۡنُكَ بِمَ قُلۡ اِنَّ یُرۡتَدَّ اِلَیۡكَ

کُوۡنُفُکَ ؕ فَلَمَّا رَاہُ مُسۡتَقِرًّا عِنۡدَہٗۤ اَنَّ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیۡ ؕ

﴿سورة النمل: 40﴾

”اُس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اُسے آپ کے حضور حاضر کروں گا آپ کے پلک جھپکانے سے پہلے تو جب سلیمان نے تخت اپنے پاس رکھا دیکھا، فرمایا: یہ میرے رب کے فضل سے ہے۔“

آئیے ان آیات مبارکہ کے حوالے سے چند نکات ملاحظہ کیجیے:

1۔ کسی چیز کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے لیے متعدد ظاہری اسباب و ذرائع کی ضرورت پڑتی ہے۔ آنے جانے، ایک وسیع و عریض تخت کو اٹھانے، لادنے اور دوسری جگہ پہنچانے کے لیے بڑی گاڑی یا جہاز اور کئی افراد کی مدد درکار ہوتی ہے۔

آپ یہ آیات پوری توجہ اور انہماک سے خود پڑھ لیجیے اور کسی بڑے سے بڑے زیرک، نکتہ رس اور ذور بین شخص کو اپنے غور و فکر کے عمل میں شریک کر کے بتائیے۔

کیا حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک بہت بڑا تخت بہت جلد لا حاضر کرنے کے لیے کوئی ظاہری سبب اور ذریعہ فراہم کیا؟

2۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے کسی درباری نے آپ کو یاد نہیں دلایا کہ کسی مخلوق کو اتنا دور دراز دیکھ لینے، عام سفری ذرائع کے بغیر آنے جانے اور کسی اور شخص کی مدد کے بغیر خود ہی اتنا بڑا تخت اٹھالانے کا اذن اور طاقت و اختیار اللہ تعالیٰ نے عطا نہیں فرمایا مگر اصل بات یہی ہے کہ وہاں محبوبان الہی پر نکتہ چینی کرنے والا کوئی ایسا بد نصیب ہوتا تو کرتا۔

3۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے صحابی (جن کا نام حضرت آصف بن برخیاؑ بتایا جاتا ہے) نے یہ مافوق الاسباب کام پلک جھپکنے سے پہلے کر لینے کا ارادہ دھوی کیا تو کیا اعتراض کرنے والوں کے مطابق انہوں نے خدا ہونے کا دعویٰ نہیں کر دیا؟

4۔ ہذا من فضل ربی..... کے اظہار و فکر پر مبنی الفاظ سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو اس قسم کے کام انجام دینے کا وسیع تصرف و اختیار عطا فرماتا ہے۔

4- آپ ﷺ کو کھانا بخشی کا یہ اذن و اختیار واقعی و عارضی نہیں بلکہ دائمی و مستمر حاصل تھا جیسا کہ صفت مشتبہ اور مضارع کے بارے میں جاننے والا ہر شخص با آسانی سمجھ سکتا ہے۔

چند اہم سوالات:

اب جب کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کا وسیع تصرف و اختیار اور ان کو اپنا مددگار سمجھنے کا جواز روز روشن سے بھی زیادہ اُجلا ہو کر ثابت و واضح ہو چکا ہے، اس مرحلہ پر مناسب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کے اس تصرف و اختیار کا انکار کرنے والوں اور ان سے مدد طلب کرنے کو شرک قرار دینے والوں سے مندرجہ ذیل نہایت اہم سوالات کا جواب طلب کیا جائے۔

1- کیا آپ قرآن پاک کی کوئی ایسی آیت یا آیات مبارکہ اور احادیث صحیحہ پیش کر سکتے ہیں جن میں واضح طور پر امور کو مافوق الاسباب / ماوراء الاسباب اور ماتحت الاسباب دو قسموں میں تقسیم کر کے مخلوق سے ایسی مدد مانگنے سے منع کیا گیا ہو؟

2- چونکہ آپ حقیقت و مجاز کے فرق کو نظر انداز کر کے امور کو ان دو قسموں میں تقسیم کرنے پر بلند ہیں۔ تو آپ بتائیے کہ ان دونوں آیات میں جس تصرف و اختیار اور مدد و استمداد کا بیان ہے، وہ تحت الاسباب یا فوق الاسباب۔ اگر تحت الاسباب ہے تو پھر آپ کے نزدیک بھی اس کا اعتقاد بغیر کسی شک و اعتراض کے جائز ہونا چاہیے اور اگر فوق الاسباب ہے تو آپ کو تمام شکوک و اعتراضات چھوڑ کر شرح صدر سے محبوبان الہی کے اس تصرف و اختیار کو تسلیم کر لینا چاہیے۔

3- اس لیے ہم یہ سوال کرنے میں بالکل حق بجانب ہیں کہ آپ جن امور کو تحت الاسباب قرار دیتے اور ان امور میں مخلوق سے مدد طلب کرنا جائز قرار دیتے ہیں، اگر ایک شخص کسی دوسرے شخص کو قدیم و مستقل اور حقیقی مددگار سمجھتے ہوئے ان امور میں اس سے مدد طلب کرے تو شرک ہوگا یا نہیں؟

اگر آپ شرک قرار دیں گے تو ایک طرف تو آپ کا امور کو ان دو اقسام میں تقسیم کرنا باطل ثابت ہوا تو دوسری طرف یہ بھی ثابت و واضح ہوا کہ توحید و شرک کی بنیاد اس تقسیم پر نہیں بلکہ قدیم و مستقل، ذاتی و حقیقی اور مخلوق و حادث اور عطائی و مجازی پر ہے۔

کاش آپ اِنَّكَ تَعْبُدُ اور اِنَّكَ لَسْتَعِينُ ﴿سورۃ الطافہ: 04﴾ کے ایک ساتھ بیان ہونے کی واضح حکمت کو اہمیت دیتے اور یہ سمجھنے کی پر خلوص کوشش کرتے کہ یہاں اِنَّكَ کے ذریعے اُس استعانت (مدد طلب کرنے) کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کیا گیا ہے جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کو الہ / معبود سمجھنے پر ہے یعنی جس طرح عبادت کا حق دار صرف اور صرف تجھے ہی مانتے ہیں اس طرح اللہ سمجھتے ہوئے مدد بھی صرف اور صرف تجھے ہی سے طلب کرتے ہیں۔

حاصل کلام:

- 1- اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کی مرضی پوری فرماتا ہے۔
- 2- محبوبان الہی کے کام کو اللہ تعالیٰ نے اپنا کام قرار دیا ہے۔
- 3- اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کو دنیا و آخرت کے امور میں وسیع تصرف و اختیار عطا فرمایا ہے۔
- 4- دنیا و آخرت کے امور و حالات، مصائب و مشکلات میں ان سے مدد طلب کرنا بالکل جائز ہے اور اس کا شرک سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔
- 5- توحید و شرک کا مدار انھما فوق الاسباب / وراء الاسباب اور تحت الاسباب کی تقسیم پر نہیں بلکہ اس پر ہے کہ آپ جس سے مدد طلب کر رہے ہیں، اس کے بارے میں آپ کا عقیدہ کیا ہے؟
- 6- محبوبان الہی کو جیسا تصرف و اختیار ان کی دنیوی زندگی میں حاصل ہوتا ہے، ویسا تو

بلکہ اس سے زیادہ وسیع اُن کے انتقال و وصال کے بعد حاصل ہوتا ہے اس لیے کہ توحید و شرک کا مدار انحصار دنیوی و اخروی زندگی پر نہیں جو اعتقاد ان کی دنیوی زندگی میں شرک نہ ہو وہ بعد ازاں کیسے شرک ہو سکتا ہے اور الحمد للہ یہ حقیقت بھی متعدد احادیث مبارکہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمیت دیگر متعدد مسلمہ اکابر کی عبارات سے واضح ہو چکا ہے۔

7۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کو مشرکوں کے بتوں کی طرح عاجز و مجبور محض اور لاچار و بس اونا کارہ و بے کار قرار دینا (معاذ اللہ) قرار دینا حماقت و جہالت تو ہے ہی، انتہائی سنگین گستاخی و بے ہاکی بھی ہے۔

8۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کے تصرف و اختیار کا عقیدہ رکھنے اور اُن سے مدد طلب کرنے کو مشرکین کے عقیدہ کی مثل قرار دینا دراصل توحید و شرک کے حقیقی فہم و تصور سے جہالت کا واضح ثبوت ہے۔

اگر آپ مخلوق کو قدیم و مستقل اور ذاتی و حقیقی طور پر مقرر و متصرف اور مددگار سمجھتے ہیں تو اُلُوہیت اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ برابری کا اعتقاد لازم آنے کی وجہ سے شرک ہو گا چاہے آپ اس سے نمک مرچ مصالح اور دیگر معمولی اشیاء ہی طلب کریں اور اگر مخلوق کو قدیم و مستقل اور ذاتی و حقیقی مددگار سمجھیں بغیر اس سے مدد طلب کریں گے تو اس سے اُلُوہیت اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ برابری کا امکان نہ ہونے کی وجہ سے بالکل جائز ہو گا جیسا کہ اس تفصیلی بیان کی آیات اور احادیث مبارکہ سے خوب ثابت و واضح ہے۔

خبردار..... ہوشیار

واضح رہے کہ اس کتاب میں قرآن و حدیث کے روشن دلائل سے جس وسیلہ و توسل، تصرف و اختیار اور مدد طلب کرنے کو جائز ثابت کیا گیا ہے اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں انبیاء و کرام علیہم السلام اور اولیاء و صالحین عظام علیہم الرضوان سے ہے اور اس کا ایسے لوگوں سے کوئی تعلق نہیں جو دعویٰ تو اسلام کا کرتے ہیں مگر محمد بن ابی کی راہ سے بے ہوئے ہیں۔ دن رات دین و شریعت کی کھلی نافرمانی کرتے ہیں۔ مغلی عملیات وغیرہ کے ذریعے شعبہ بازوئوں کو کرامات مشہور کرتے اور پیری مریدی کا دھندہ کرتے ہیں۔ ضعیف الاعتقاد لوگ اُن کے حضور حاضر یاں بھرتے اور وہ ان کی مشکلات حل کرنے کا چمکدے کر اُن سے تمسک بناتے ہیں۔ خود تو بد عقیدہ و بد عمل ہوتے ہی ہیں، نادان عقیدت مندوں کو بھی بد عقیدہ و بد عمل بناتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ان کے اُلئے سیدھے عملیات اور نفسیاتی حربوں سے کسی کی کوئی دنیوی مسئلہ و مشکل تو حل ہو جائے مگر اُن کے ذریعے اخروی نجات و مغفرت اور قربت و قبولیت کا اعتقاد وابستہ کرنا سوائے جہالت و بربادی کے کچھ نہیں۔

جہالت کے یہ چلنے پھرتے شاہ کار، لوگوں کی نادانی و ضعیف الاعتقاد کی بے باعیت اپنی حضور یاں بھرنے والے ماہر فنکار ہماری جانب سے اصلاح و خیر خواہی کے حق دار تو ہیں، عقیدت و احترام کے قطعی حق دار نہیں۔

یہ تو بات ہے اُن لوگوں کی جن کے خلیے اور کردار سے شریعت کی مخالفت ظاہر و عیاں ہے جب کہ ایسے لوگوں کی بھی بہت بڑی تعداد موجود ہے جن کے خلیے اور ظاہر داری سے دین و شریعت کی پاس داری کا تاثر ملتا ہے مگر محبت و عقیدت کے جال میں گرفتار لوگوں کی جیبوں پر نظر

رکھنا اور مال میں ناان سہم و زر کے غلاموں کا بھی محبوب مشغل اور مفید کاروبار ہے۔

ان میں سے بہت سوں کو لوٹ مار کا یہ حق و اختیار محض اس لیے حاصل ہے کہ یہ صاحب زادگان کسی آستانے کے سجادہ نشین ہیں اور وراثت میں کوئی مزار ان کے ہاتھ لگ گیا ہے۔ گویا سجادہ نشینی اور بھادری کیا ملی، سونے کی کان کے مالک بن گئے۔ اسے کہتے ہیں وراثت کا فیض اور فیض بھی ایسا کہ عمر بھر کوئی کام کاج نہیں کرتے اور ہاتھ توڑ کر بیٹھ رہتے ہیں تو بھی ختم نہیں ہوتا بلکہ بہت بڑھ کر انگوٹوں کو منتقل ہوتا ہے اس لیے کہ عقیدت مندوں کو ان بابوں اور حضرات کی دعاؤں اور شفقتوں کا جو تادان ادا کرنا پڑتا ہے، اس میں برکت ہی بہت ہے۔

علاوہ ازیں بہت سے دینی حلیے کے حامل مسکین صورت ”صالحین“ اور ”اللہ والے“ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام علیہم الرضوان کی گستاخی کا عقیدہ کلہ، نماز، روزہ، دعوت و تبلیغ وغیرہ عبادات کی اوٹ میں چھپائے سادہ لوح مسلمانوں کے لیے گھات لگائے بیٹھے ہوتے ہیں۔

لہذا ہم جس طرح محبوبان الہی کے تصرف و اختیار اور ان سے مدد طلب کرنے کا انکار کرنے والوں کی تردید کرتے ہیں اس طرح لوگوں کی دنیوی و اخروی مشکلات کے حل اور ان کی نجات و مغفرت کی گارنٹی دینے والے ان تمام بڑے ہیروں کی بھی پرزور خدمت کرتے ہیں۔

رہا یہ سوال کہ ان سب فنکاروں سے کیسے بچا جائے؟ اس سلسلے میں اہل ایمان کو یہ بات خوب دین نشین کر لینی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بندہ اور ولی کامل وہی ہو سکتا ہے جس کا عقیدہ سچا اور عمل اچھا ہو چاہے اس سے کوئی کرامت ظاہر و صادر نہ ہو اور سچے عقیدے اور اچھے عمل کی اصلیت کا شعور علماء حق کی قربت و رفاقت سے ہوتا ہے۔ لہذا عوام الناس کے لیے علماء حق سے باقاعدہ رابطہ و رہنمائی کا ضرور اہتمام رکھنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کے طفیل ہمارے ایمان و عمل کی حفاظت فرمائے، آمین۔

تعارف تحریک مطالعہ قرآن

مقصد • ماضی • حال • مستقبل

بدعقیدگی و بدعملی، وحشی و لکڑی انتشار، فحاشی و حرمانی، بے راہ روی اور دین ہیزی کا سیلاب ہر گھر کے ہر فرد کی طرف جس چیز کی کے ساتھ بڑھ رہا ہے، اس کے تباہ کن اثرات کسی بھی ہوش مند اور باشعور شخص سے پوشیدہ نہیں۔ ہر روز مند و فکر مند ہے کہ اس سیلاب کا راستہ کیسے روکا جائے؟ ایمان کیسے بچایا جائے اور اخلاق کیسے سنوارے جائیں؟

بے سوچے سمجھے کوئی جو چاہے کہہ دے مگر بیماری کے صحیح علاج کیلئے بیماری کا سبب جاننا بہت ضروری ہے۔ آپ ایک بار ٹیوشن ہزار بار غور کر لیجیے۔ ہو سکتا ہے فرد ہی اور ذہلی اسباب تو بہت ہوں مگر اس خرابی و بیماری کا بنیادی سبب ایک ہی ہے، کتاب انقلاب قرآن مجید اور مصلح اعظم حضور محمد مصطفیٰ ﷺ سے فکری و عملی دوری۔ دوری بھی ایسی ہے کہ ہمارا مسٹر ہو یا مولوی، سو (100) کیا ہر ہزار میں، فقط چند کے سوا باقی سب نہ قرآن سے راہنمائی لیں اور نہ صاحب قرآن ﷺ کو راہنما بنائیں۔ دعوے ہیں، نعرے ہیں اور پروپیگنڈے جن میں ایک سے بڑھ کر ایک۔ بھلا دعووں، نغروں یا پروپیگنڈے سے بھی کبھی خطرات نکلنے اور حالات سنورتے ہیں۔ خطرات کی روک تھام اور حالات کی تبدیلی کیلئے تو ایسی پُر خلوص انفرادی و اجتماعی جدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے جو وقتی اور عارضی نہیں بلکہ بھرپور و مسلسل ہو۔

اس جدوجہد کی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے 2003ء میں چند درمند احباب نے اللہ تعالیٰ اور اُس کے محبوب ﷺ کی حمایت و نصرت کے بھروسے پر تحریک مطالعہ قرآن کی بنیاد رکھی اور المرکز الاسلامی والٹن روڈ لاہور کینٹ میں مرکزی دفتر قائم ہوا۔

جدید خطوط پر قرآنی تعلیمات عام کرنا اور صحیح معنوں میں قرآنی معاشرے کی تشکیل کے لیے جدوجہد کرنا تحریک کا بنیادی مقصد قرار پایا۔

کارکردگی:

1- لوگوں کی بڑھتی ہوئی مصروفیات کے پیش نظر ہم قرآن کا نہایت آسان اور دلچسپ تعلیمی طریقہ متعارف کروایا گیا جس کے ذریعے ملک کے مختلف علاقوں سے سینکڑوں افراد بہت کم وقت صرف کر کے گھر بیٹھے بغیر فیس قرآن مجید کا فہم حاصل کر رہے ہیں۔

2- تعلیمات قرآنی کے فروغ کے لیے مختلف مقامات پر اجتماعی مطالعہ قرآن پر مشتمل دروہ قرآن کا اہتمام کیا گیا جن میں فیصل آباد اور مرکز تحریک لاہور میں قرآن مجید کا مطالعہ مکمل ہوا اور لاہور میں جامع مسجد درس بڑے میاں مغل پورہ، جامع مسجد قاسم خاں صدر کینٹ، جامع مسجد ابو بکر نقشبندیہ مین بازار قینچی اور جامع مسجد چوک دانگراں براعظم روضہ میں منتخب مطالعہ قرآن پر مشتمل دروہ قرآن جاری رہا۔

3- عوامی تربیت کیلئے دیگر پروگراموں کے علاوہ گزشتہ سالوں میں رمضان المبارک میں اجتماعی اشکاف کا اہتمام کیا گیا۔

4- افراد معاشرہ میں دینی کتب کے مطالعہ کا شوق پیدا کرنے اور دینی تعلیمات کے فروغ کے لیے عوامی لائبریریوں کے نیٹ ورک کے قیام کے سلسلے میں ابتدائی قدم کے طور پر مین بازار قینچی لاہور میں مطالعہ قرآن عوامی لائبریری قائم کی گئی ہے۔

5- متنافذ اہم موضوعات پر مفید و مختصر کتابچے شائع کر کے مفت تقسیم کیے گئے۔

6- دور حاضر کی انسانی ضروریات و نفسیات اور ماحول سامنے رکھتے ہوئے قدیم و جدید موضوعات پر تحقیقی لٹریچر کی تیاری کیلئے سینکڑوں کتب پر مشتمل ریسرچ سنٹر قائم کیا گیا ہے جہاں نومبر 2008ء سے اہل افراد کی خدمات حاصل کر کے تحقیقی کام شروع ہے۔

عنقریب آغاز کے منتظر پروگرام:

- 1- علمی و تعلیمی مواد پر مشتمل ویب سائٹ کا اجراء 2- آن لائن دینی راہنمائی کا اہتمام
- 3- ریسرچ لائبریری کیلئے مزید کتب کا حصول 4- ریسرچ سکالرز کی تعداد میں اضافہ
- 5- تحریک کے اشاعتی ادارہ / مکتبہ کا قیام

علاوہ ازیں مکمل اور طویل الیعاذ منصوبہ ہندی کا تفصیلی خاکہ بھی تحریر اختیار ہے اور دلچسپی رکھنے والے احباب کو برائے ملاحظہ و تبادلہ خیال پیش کیا جاسکتا ہے۔

قارئین محترم! جذبے، لگن، صلاحیت اور منصوبہ بندی کی اہمیت اپنی جگہ گماں افراد کی دستیابی اور مالی وسائل کی فراہمی کے بغیر یہ سب کچھ زبانی جمع خرچ کے سوا کیا ہے؟

آپ جانتے ہیں کہ ہماری مساجد میں تعلیم و تعلم پر کتنا وقت اور سرمایہ خرچ ہوتا ہے اور محراب دینار اور درود دیوار کی شیش گری دینا کاری پر کتنے سال لگتے اور کتنا مال خرچ ہوتا ہے۔ جہاں اہل علم غیر علمی مشاغل پر مطمئن ہوں اور اہل دولت کے کثیر وسائل مروجہ محافل، غذائوں، عزرات کی تزئین و آرائش، عرسوں، سوئم و جلیم وغیرہ پر ترجیحاً خرچ ہوں وہاں دروہ قرآن وحدیث، تعلیم و تعلم، لائبریری، کتاب وغیرہ کے سلسلے کیا فروغ پائیں گے۔

تحریک مطالعہ قرآن کو بھی اپنی علمی کتب کی طباعت و اشاعت، ریسرچ لائبریری کی کتب میں اضافے، ریسرچ سکالرز کی تعداد میں توسیع اور اپنے دیگر علمی منصوبہ جات کی تکمیل کے لیے اسی مشکل کا سامنا ہے۔

آپ علماء ہوں یا مشائخ، تاجروں یا ملازم، افسر ہوں یا ماتحت، سیاست دان ہوں یا عسکری، امیر ہوں یا غریب..... سب سے یہی درخواست ہے کہ۔۔۔

آگے بڑھیے !!! اور تحریک مطالعہ قرآن کا پاکیزہ پروگرام ہر ماہ عام کرنے کے لیے اپنے علم و تجربہ اپنے وقت، اپنے مال اور اپنی محنت کے ذریعے ہمارا ساتھ دیجیے۔

معاونت کی عملی صورتیں:

- 1- اہل علم و دین قرآن و حدیث کے فروغ اور تحقیق و تجریر کیلئے اپنا وقت عنایت فرمائیں۔
 - 2- اہل ثروت و لاہریوں کے فیض و رک اور کتابوں کی تعداد میں توسیع، ریسرچ سکلرڈ کی محفوہوں، کتابوں کی طباعت و اشاعت، تعلیم و تربیت کے پروگراموں کے انعقاد و اہتمام، اخباری اشتہارات اور ماہانہ اشراجات کے لیے دلی کھول کر مالی معاونت کریں۔
 - 3- تحریک مطالعہ قرآن کی کتب کی اشاعت کے لیے عطیات دے کر بھی آپ علم کے فروغ میں ہمارا ساتھ دے سکتے ہیں۔
 - 4- چوں کہ ان کتب کی آمدن شعبہ تحقیق کی خود کفالت اور شعبہ طباعت و اشاعت کے پرہ و استحکام کا ایک ذریعہ ہے اس لیے احباب میں تقسیم کرنے کے لیے آپ زیادہ سے زیادہ تعداد میں کتب خرید کر ہماری ان کوششوں میں معاونت کر سکتے ہیں۔ یہ علم دین کی خدمت بھی ہے اور اپنے پیاروں کے ایصالِ ثواب کا بہترین راہی ذریعہ بھی۔
- کاش! اپنے سارے مالی و مسائل غیر علمی کاموں پر خرچ کر دینے والے احباب بھی علم دین کی تبلیغ و اشاعت کی ضرورت و فضیلت جان لیں۔

حدیثِ رسول مقبول ﷺ

حضور ﷺ نے فرمایا: إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ: صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَنْذُرُ لَهُ... جب ابن آدم فوت ہوتا ہے اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے، صدقہ جاریہ، وہ علم جس سے نفع اٹھایا جائے یا نیک اولاد جس کے لیے دعا کرتی ہے۔

﴿مسلم کتاب الوصیۃ باب ما یلحق بالانسان من الثواب بعد وفاته﴾

تحریک مطالعہ قرآن کی کتب کی نمایاں خصوصیات

تحقیقی مواد مستند حوالے آسان اسلوب مہذب انداز

عظمت قرآن کا ایک اہم باب

لفظ قرآن کی معنوی تحقیق

پروفیسر احمد رضا خاں

اہل علم اور عوام کے لیے یکساں مفید

مسئلہ تقدیر اور عوامی مسائل

علامہ محمد صدق حسین

لاحواب دلائل کا مختصر مجموعہ

ہم میلاد کیوں منائیں؟

پروفیسر احمد رضا خاں

گستاخ رسول کی سزا اور فقہاء احناف

علامہ محمد صدق حسین

یزید... حدیث و تاریخ کے آئینے

پروفیسر احمد رضا خاں

قرآنی تصورات کے آسان فہم پر مشتمل

مفید کتابیں



ماہنامہ قرآن مجید
مطالعہ قرآن کورس
سہ ماہی اجراء
کمر چھپے
ہفت روزہ

تحریک مطالعہ قرآن

0302-4329586
www.alquranonline.com



ماہنامہ قرآن مجید